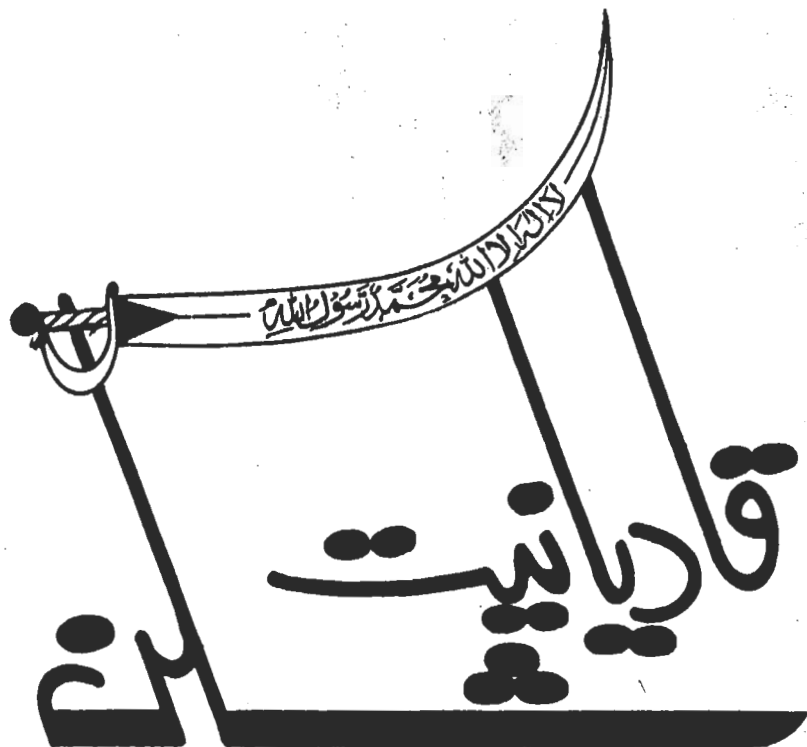




قادیانیت شکن

محمد طاہر رفاق



ترتیب و تدوین

محمد طاہر رزاق

عالیٰ مجلس تحفظ فتنہ نبوۃ

مضوری باغ روڈ ملتان ۴۰۹۷۸

انتساب

_____ اللہ تعالیٰ کے نام

جس نے مرزا قادیانی کو "ٹٹی خانہ" میں مارا۔

آئینہ مضامین

صفحہ

3	انتساب	☐
5	پہلا پتھر (محمد طاہر رزاق)	☐
9	سامان شفاعت (عطاء الحق قاسمی)	☐
12	جھوٹے ”طاہر“ کے مقابلہ میں سچا ”طاہر“ (ساجزادہ طارق محمود)	☐
15	مریض الملت (ڈاکٹر محمد یونس بٹ)	☐
17	مذہبی دنیا کا چارلی چپلن (شفیق مرزا)	☐
21	قادیانی قاعدہ	☐
81	بیماریوں کا عالمی چیمپئن	☐
101	مرزا قادیانی کی اکھ ٹککے کی شادی	☐
111	بہشتی مقبرہ روتا ہے	☐
121	جب مرزا قادیانی کو موت آئی!	☐
133	نوکر دوہٹی دا	☐
143	اگر مرزا قادیانی آج کے دور میں ہوتا	☐
153	مرزا قادیانی کے ابے سے ملے	☐
169	مواصلاتی سیارے کے ذریعے جہنم سے مرزا قادیانی کا تاریخی انٹرویو	☐
193	قادیانی عملیات	☐
215	مرزا قادیانی کا شاعرانہ ریمانڈ	☐
229	جب مرزا قادیانی کو انگریزی نبوت ملی	☐
239	قادیانی لطیفے	☐
251	قادیانی استغاثی پرچہ	☐
267	قادیانیت اور عقل	☐

پہلا پتھر

فتنہ قادیانیت ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت فتنہ ہے۔ اگر اسے ایک سمت سے دیکھیں تو یہ جمہوریت نبوت کا خارزار وجود لیے نظر آتا ہے، دوسری سمت سے دیکھیں تو یہ مسلمانوں کے قلب سے جذبہ جہاد نکالتا اور ان کے پاؤں میں غلامی کی زنجیریں ڈالتا نظر آتا ہے۔ تیسری سمت سے ملاحظہ کریں تو یہ کتاب اللہ اور احادیثِ رسولؐ کو مسخ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ چوتھی سمت سے جائزہ لیں تو یہ مسلمانوں کی ملی وحدت کو ٹکڑیوں میں بانٹتا نظر آتا ہے۔ پانچویں سمت سے نظر ڈالیں تو یہ اپنی زہریلی زبان سے خاتم الانبیاء جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخیوں کے طوفان اٹھاتا نظر آتا ہے۔ چھٹی سمت سے نگاہ دوڑائیں تو یہ وطن عزیز پاکستان کی جڑیں کاٹتا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ مختلف سمتوں اور جہتوں سے اسے دیکھتے جائیں، آپ کی آنکھوں کے سامنے اس فتنہ کی خطرناک سے خطرناک اور ہولناک سے ہولناک تصویریں آتی جائیں گی اور آپ مارے حیرت و خوف سے آنکھیں بند کر لیں گے اور چکراتا ہوا سردونوں ہاتھوں سے پکڑ لیں گے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ فتنہ قادیانیت اس گول وجود والے سانپ کی طرح ہے، جس کے اپنی گولائی میں درجنوں منہ ہوں اور ہر منہ میں مختلف انتہائی سخت زہروں والی تھیلیاں ہوں اور وہ اپنی ضرورت کے تحت مختلف زہر استعمال کرتا ہو۔

میں نے اس فتنے کو قلم کے اڑنگے پر لا کر چٹھیاں دی ہیں۔ حقیقت افروز ریگ مال سے اس کے منہ کی رگڑائی کر کے طمع کاری کو اتارا ہے۔ بانی فتنہ قادیانیت کی دستار کے پیچ کھول کر اسے جھاڑا ہے، جبے کے بچھے اڈھڑے ہیں، قلب سیاہ کی ای سی جی کی ہے، آنکھوں میں بھڑکی لائٹ سے بے وفائی و بے حیائی چمک کی ہے، دماغ پر فتن کی مسکننگ کی ہے، سینہ پر کینہ کے ایکسرے لیے ہیں، رگوں میں دوڑنے والے خون غلیظ کایمیائی تجزیہ کیا ہے، حریص پیٹ کا الزا ساؤنڈ کیا ہے، زندگی کے خفیہ گوشوں کی ویڈیو کیسٹ چلائی ہے اور جگر میں قلم کا نشتر چھو کر اس کی چھین سنائی ہیں۔

میری حقیقت نگاری سے تو انشاء اللہ کسی کو اختلاف نہیں ہو گا لیکن ممکن ہے کہ کسی کو

میرے اسلوب بیان سے اختلاف ہو، کسی کو میری جملہ سازی پر اعتراض ہو، کوئی میرے لفظوں کے انتخاب پر متفق نہ ہو۔ لیکن میں کیا کروں، میرے دل کے کسی گوشہ میں گستاخ رسول ہاشمی کے لیے کوئی لحاظ نہیں۔ میں کسی مرتد سے بیٹھی اور ریلی زبان میں گفتگو کرنے سے قاصر ہوں۔ میری زندگی کی لغت میں غدار ملت اسلامیہ کے لیے عزت کے القابات نہیں۔ میرا قلم کسی ایمان فروش اور وطن فروش کا نام لکھتے ہوئے احتجاج کیے بغیر آگے نہیں بڑھتا۔ آپ خود ہی بتائیے کہ مرزا قادیانی، جس کی فرد جرم کچھ یوں ہے:

خدائی کا دعویٰ کرنے کے جرم میں یہ فرعون، نمرود اور شداد ہے۔ نبوت کا دعویٰ کرنے کے جرم میں یہ اسود منسی اور میلہ کذاب ہے۔ توہین رسالت کے جرم میں یہ ابو جہل، ابولسب اور ولید بن مغیرہ ہے۔ قرآن مجید میں تحریف کرنے کے جرم میں یہ یہودی و نصرانی ہے۔ صحابہ کرام کی توہین کرنے کے جرم میں یہ ابن سبا ہے۔ دین اسلام سے پھر جانے کے جرم میں یہ مرتد ہے۔ تعلیمات اسلامیہ کو مسخ کرنے کے جرم میں یہ زندیق ہے۔ حضرت علیؑ کی توہین کرنے کے جرم میں یہ خارجی ہے۔ امام حسینؑ کی شان میں بکواس کرنے کے جرم میں یہ شمر ہے۔ اسلام کو گالیاں دینے کے جرم میں یہ راجپال اور سلمان رشدی ہے۔ ظاہراً مسلمان اور باطناً کافر ہونے یعنی منافق ہونے کے جرم میں یہ عبداللہ ابن ابی ہے۔ خود کو انسان کا بچہ نہیں بلکہ کرم خاکی بننے کے جرم میں یہ ڈارون کی اولاد ہے۔ جھوٹی جنت بنانے کے جرم میں یہ شداد ہے۔

اور ملت قادیانیہ!

جس نے خلافت عثمانیہ کی تباہی پر قادیان میں چراغاں کیا۔

جس نے شاتم رسول راجپال کے قتل پر غازی علم الدین شہیدؒ پر تنقید کی۔

جس نے حد بندی کمیشن کے سامنے مسلمانوں سے ہٹ کر قادیان حاصل کرنے کے لیے

اپنا الگ میمورنڈم پیش کیا، جس کے نتیجے میں ضلع گورداسپور بھارت کے قبضہ میں چلا گیا اور بھارت کو کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کرنے کا واحد زمینی راستہ مل گیا۔

جس کے نمائندہ وزیر خارجہ سر ظفر اللہ نے بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناحؒ کا نماز

جنازہ اس لیے نہ پڑھا کیونکہ قادیانیوں کے نزدیک قائد اعظم کافر تھے۔

جس نے ایک گمری سازش کے ذریعے راولپنڈی میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو اس لیے قتل کروایا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ لیاقت علی خان راولپنڈی کے جلسہ عام میں سرفکر اللہ کو وزارت خارجہ سے الگ کرنے کا اعلان کرنے والے ہیں۔

جنہوں نے وطن عزیز میں اپنی الگ ریاست ”ربوہ“ کے نام سے بھائی اور اس میں بغیر اجازت مسلمانوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا۔

جنہوں نے محض قادیان پہنچنے کے لیے 1965 کی جنگ شروع کرادی اور ملک کا اقتصادی ڈھانچہ تباہ کر دیا۔

جن کے چھ سوفی اسرائیل کی فوج میں بھرتی ہیں۔

جنہوں نے مشرقی پاکستان کے سقوط پر بھنگڑا ڈالا اور مٹھائیاں تقسیم کیں۔

جنہوں نے عالم اسلام کے عظیم محسن شاہ فیصل کی شہادت پر جشن منایا اور حلوے کی دیکیں تقسیم کیں۔

جنہوں نے کھوٹہ ایٹمی پلانٹ کا ماڈل امریکہ پہنچایا۔

جس کے سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام نے وطن عزیز کی سر زمین کو ”لعنتی زمین“ کہا۔

جن کے نزدیک پاکستان کا تباہ ہونا ایک مذہبی عقیدہ ہے۔

ایسے لوگ کس سلوک کے مستحق ہیں؟ ان کے ساتھ ہمارا قومی و ملی برتاؤ کیسا ہونا

چاہیے؟

اسلام تو مرتد گستاخ رسولؐ اور غدار کے لیے قلم کے ساتھ تلوار اٹھانے کا بھی حکم دیتا ہے۔ الحمد للہ امت محمدیہ کے اہل قلم نے تو اپنے ذمہ قلم کے قرض کا فرض ادا کر دیا، لیکن ابھی تک ارباب حکومت کے ذمہ تلوار کا قرض باقی ہے۔ ارض وطن اور اہل وطن سراپا سوال بنے پوچھتے ہیں کہ ارباب بست و کشاد اپنا یہ فرض کب ادا کریں گے؟ جبکہ تلوار بھی ہے، مرتدوں اور زندیقوں کی گردنیں بھی ہیں اور ملک بھی اسلامی ہے!!!

اس کتاب کے تصنیفی سفر میں مجاہد ختم نبوت جناب فیاض اختر ملک، جناب محمد متین خالد اور جناب محمد صدیق شاہ، آغاز سفر سے اختتام سفر تک، میرے شریک سفر رہے اور راستے کی مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لیے میرے دست و پاؤں بنے رہے۔ یہ ان ہی کی محنت

شاقہ کا شمر ہے کہ آج یہ کتاب منہ شہود پر طلوع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کے صفحے صفحے میں میرے ان دوستوں کی کوششوں کی خوشبو رچی بسی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں اپنے ہالہ رحمت میں محفوظ رکھے۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد میرے دوست جناب سید ملواری حسین شاہ اور جناب طاہر سلطان صاحب کی دیرینہ خواہش بھی پوری ہو گئی کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ فتنہ قادیانیت کے رد میں اس پنج پر بھی ایک کتاب لکھی جائے۔

اے میرے مالک و خالق!

اے سچ و بصیر! توشہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ تو آنکھ جھپکنے کی صدا کو بھی سنتا ہے۔ تو دلوں کی تموں میں چھپے ہوئے ارادوں سے بھی واقف ہے۔ تو دماغ کی پرچ وادیوں میں پوشیدہ نیتوں سے بھی آشنا ہے۔!!!

میرے رب! مجھے قادیانیوں سے کوئی ذاتی بغض و عناد نہیں۔ میں نے قادیانیت اور بانی فتنہ قادیانیت کی سرجری کر کے جہاں ملت اسلامیہ کو اس فتنہ کی زہرناکیوں سے آگاہ کیا ہے، وہاں قادیانیوں کے لیے بھی باطل کے بہروپی لباس اتار کر باطل کے اصلی رنگ میں دکھانے کا اہتمام کیا ہے۔ دونوں پہلو فائدے سے بھرپور ہیں۔ کیونکہ قادیانیت کو ماننا بھی جرم ہے اور قادیانیت کے خلاف جہاد نہ کرنا بھی جرم ہے!!!

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرعام رکھ دیا

محمد طاہر رزاق

بی۔ ایس سی ایم۔ اے (تاریخ)

13 اکتوبر 1993ء لاہور



سامان شفاعت

جب عزیزان مکرم محمد متین خالد صاحب اور محمد طاہر رزاق صاحب میرے پاس تشریف لائے اور فرمائش کی کہ آپ نے ”قادیانیت شکن“ کے حوالے سے چند سطریں تحریر کرنا ہیں تو میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے، وجہ صاف ظاہر ہے کہ کتاب مذہبی نوعیت کی تھی اور میں عالم دین نہیں ہوں بلکہ بقول اکبر الہ آبادی

مذہبی بحث میں نے کی ہی نہیں

فالتو عقل مجھ میں تھی ہی نہیں

لیکن جب میں نے ان بکھرے ہوئے مضامین پر سرسری نظر ڈالی تو مجھ پر انکشاف ہوا کہ اگرچہ کتاب اپنے باطن میں سنجیدہ مذہبی مباحث لیے ہوئے ہے اور یوں خاصی عالمانہ ہے لیکن اس کا انداز اتنا ثقہ نہیں جتنا مجھے خدشہ تھا، بلکہ خاصا کالمانہ ہے۔ ویسے بھی میں نے سوچا کہ حضور خاتم النبیینؐ کی نبوت پر حملہ آور ہونے والوں کے سامنے اگر کوئی نوجوان سینہ سپر ہوتا ہے تو کیا میرا اتنا حق بھی نہیں کہ میں ایک طشتری میں لفظوں کے پھول رکھ کر اس کی خدمت میں پیش کروں؟ سو یہ کوئی فلیپ ہے نہ دیباچہ بلکہ لفظوں کی مالا ہے، جو میں نے اپنی شفاعت کے لیے تیار کی ہے!

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قادیانی مسئلہ بنیادی طور پر دینی مسئلہ ہے بلکہ اس کا تعلق براہ راست ہمارے ایمان سے ہے لیکن میں اسے سیاسی حوالے سے بھی دیکھتا ہوں میرے نزدیک بد بخت انگریز نے ہندوستان میں اپنے غاصبانہ قبضے کو مضبوط کرنے اور اسلام سے اپنی ازلی دشمنی کے اظہار کے لیے جہاں اور بہت سے اقدامات کیے وہاں مرزا غلام احمد صاحب کے گلے میں ”انگریزی نبوت“ کا ”طوق“ بھی ڈالا۔ چنانچہ موصوف نے مسلمانان ہند کو بے روح بنانے کے لیے پہلا کام یہ کیا کہ جہاد کو منسوخ قرار دے ڈالا تاکہ ہندوستان کے تخت و تاج کے وارث مسلمان انگریز کی غلامی کو

نہ ہی بنیادوں پر بھی تسلیم کر لیں، صرف یہی نہیں بلکہ موصوف نے انگریزوں کے جو قصیدے لکھے، وہ اتنے افسوسناک ہیں کہ انہیں پڑھتے ہوئے ایک آزادی پسند انسان کا خون کھولنے لگتا ہے، ایک اور کام جو مرزا غلام احمد صاحب نے کیا، وہ اسلام سے وابستہ مقدس اصطلاحات، القاب، مقامات اور شخصیات کے مقابلے میں ایک ڈمی عمارت استوار کرنا تھا۔ چنانچہ خود کو نبی، اپنی بیگمات کو امہات المومنین، اپنے حواریوں کو صحابی اور اپنے جانشینوں کو خلفاء قرار دینے کے علاوہ وہ تمام القاب اور اصطلاحیں بھی بے دریغ استعمال کیں جو صرف حضورؐ اور ان سے وابستہ دوسری مقدس ہستیوں سے مخصوص تھیں۔ صرف یہی نہیں کہ انہوں نے امت محمدیہ کے مقابلے میں ایک ڈمی امت کھڑی کرنے کی کوشش کی بلکہ مسلمانوں کو کافر بھی قرار دے ڈالا۔ مرزا بشیر الدین محمود سے ایک قادیانی نے سوال کیا کہ ”اگر کسی غیر احمدی“ کا معصوم بچہ انتقال کر جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ جائز ہے؟“ مرزا بشیر الدین نے جواب دیا ”اگر کسی عیسائی یا ہندو کا معصوم بچہ فوت ہو جائے تو کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے؟“ چنانچہ یہ غلط فہمی ہے کہ مرزائیوں کو دائرۃ اسلام سے خارج کرنے میں مسلمانوں نے پہل کی، حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہت عرصہ قبل یہ لوگ الٹا مسلمانوں کو دائرۃ اسلام سے خارج کر چکے تھے۔

انگریز استعمار کے اشارے پر عالم اسلام کے خلاف یہ گستاخی سازش مرزا غلام احمد صاحب نے تیار کی اور ”قادیانیت شکن“ اس لحاظ سے واقعی ”قادیانیت شکن“ ہے کہ انگریز کے آلہ کار ”نبی“ کا پوسٹ مارٹم ”ڈاکٹر“ محمد طاہر رزاق صاحب نے پوری بے دردی سے کیا ہے۔ ان کے قلم میں بلا کی کٹ ہے اور ان میں ایک باقاعدہ طنز نگار بننے کے پورے امکانات موجود ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے حواریوں نے حضور نبی اکرمؐ امہات المومنینؑ اور صحابہ کرامؓ کے حوالے سے انتہائی گستاخانہ زبان استعمال کی ہے اور ”قادیانیت شکن“ کا لہجہ غالباً اس کا فطری رد عمل ہے۔ جب آپ دنیا کی مقدس ترین ہستیوں کے خلاف زہن طعن دراز کریں

گے تو پھر شکایت کرنے کے بجائے اس کے رد عمل کا سامنا کرنے کے لیے بھی آپ کو تیار ہونا چاہیے۔ تاہم میری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ اس کتاب کی تاثیر میں مزید کئی گنا اضافہ ہو سکتا تھا اگر نوجوان طاہر رزاق بعض مقامات پر اپنے غصے کو قابو میں رکھنے پر کامیاب ہو جاتے۔ موجودہ صورت میں بھی ”قاویانیت شکن“ ان مسلمانوں کے لیے ایک تحفے سے کم نہیں جو انگریز کے خود کاشتنے اس پودے کے زہریلے پھلوں کے ذائقے سے نا آشنا ہیں۔ محمد طاہر رزاق حب رسولؐ سے سرشار ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہیں، انہوں نے حضورؐ کی شفاعت کے لیے پوری عرق ریزی کے ساتھ یہ کتاب تحریر کی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرمؐ کے صدقے میں ان کی یہ کاوش قبول فرمائے!

عطاء الحق قاسمی

(8 اکتوبر 1993)



جھوٹے ”طاہر“ کے مقابلہ میں سچا ”طاہر“

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور محاسبہ قادیانیت کے محاذ پر کام کرنے والوں کے لیے عزیزم طاہر رزاق کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ انہوں نے قلمی میدان میں قادیانی فتنہ کے ناپاک عقائد اور ارتدادی عزائم کو بے نقاب کرنے میں ایک ایسے سرجن کا کردار ادا کیا ہے، جس کے نشتر کی کک سے یقیناً فتنہ ارتداد کے بانی کی روح بھی تڑپ اٹھی ہوگی۔ تردید مرزائیت کے ضمن میں دو سال قبل طاہر رزاق کے 13 جھوٹے بڑے کتابچے، پمفلٹ، 320 صفحات پر مشتمل کتاب ”تحفظ ختم نبوت“ کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ موصوف کی دوسری پیشکش ہے، جس میں مزید لکھے گئے 15 کتابچے شامل ہیں۔ یہ دونوں کتابیں مرقع و مسجع تحریروں کی باراتیں ہیں۔ جس سچ دھج سے طاہر رزاق اپنی تحریروں کو منظر عام پر لائے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جانفشانی، عرق ریزی اور محنت و ریاضت میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ عزیزم کی اولین تحریریں سنجیدگی، متانت، دلائل و شواہد کا مجموعہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے بھرپور دلی جذبات کی آئینہ دار بھی ہیں۔ دوسرے راؤنڈ میں طاہر رزاق نے عصر جدید کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، خصوصاً نوجوانوں کے ذہن، مزاج اور پسند کے عین مطابق انہیں سامراجی تحریک کے مضمرات سے باخبر کیا اور انہیں دعوت عمل کا پیغام بھی دیا۔

قادیانیت کی دینی، سیاسی، علمی اور قلمی تاریخ میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن طنز و مزاح کی دنیا میں سب سے پہلے خانہ ساز نبوت کی غم ٹھوکتے کا اعزاز حاصل کرنے والی شخصیت طاہر رزاق کی ہے۔ اس لحاظ سے وہ نئے رنگ، نئے ڈھنگ اور نئے اسلوب کے بانی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جمگ کے معروف ناول نگار جناب

اشتیاق احمد صاحب نے کچھ مدت پہلے اسلام اور وطن دشمن قادیانی جماعت کی انڈر گراؤنڈ سرگرمیوں کو افسانوی رنگ میں بیان کیا تھا لیکن وہ مستقل طور پر اس سلسلہ کو آگے نہ بڑھا سکے۔ طاہر رزاق نے اب تک بیسیوں کتابچے تحریر کیے ہیں۔ ان کے قلم کا شوق سفر جاری ہے۔ طاہر کی تحریریں پختگی و شستگی، رعنائی و توانائی، نکھار و بہار، ہلنکھن و برجستہ پن، جوش و خروش اور ولولہ و ہمسمہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

موصوف کے اکثر و بیشتر کتابچوں میں قادیانی فتنہ کے عقائد باطلہ، اس کی مکروہ سازشوں، ناپاک عزائم اور ریشہ دوانیوں کو منظر عام پر لانے کے لیے، طنز و مزاح کا ایسا دلکش انداز اختیار کیا ہے کہ ان کی نثری تحریروں میں ندرت اور جدت کا حسن دو نقشہ ہو گیا ہے۔ قادیانیت کے قلمی جہاد میں طاہر کے قلم میں طنز بھی ہے، مزاح بھی، تنقید اور تنقیص بھی، گرفت اور جارحیت بھی۔۔۔ ان کے قلم کی کاٹ تلوار سے کم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض جگہوں پر ان کی ضربات کلیسی سے مرزائیت پھڑپھڑاتی نظر آتی ہے۔ طاہر رزاق کا قلم ارتداد کے خلاف سیف اللہ کی تلوار اور باطل کے خلاف حق و صداقت کی یلغار ہے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کتابچے، پمفلٹ وقت کے ساتھ ساتھ ضائع ہو جاتے ہیں۔ طاہر رزاق نے علم و ادب کے موتیوں کی مالا کو یکجا کر کے بکھرنے سے بچانے کا جو قریضہ سرانجام دیا ہے، وہ بھی لائق صد تحسین ہے۔ زیر نظر کتاب میں اچھوتے عنوانات کے تحت شوخی تحریر سے مزین کتابچے موضوع کی حشر سامانیاں لیے اور الفاظ کی مینکاری سے قاری کو مسحور کر دیتے ہیں۔ طاہر رزاق کی ضبط تحریر کے چھوٹے چھوٹے کتابچے، علم و ادب کے سمندر میں علمی و ادبی جزیروں کی مانند نظر آتے ہیں۔ میرے مشاہدہ کے مطابق یہ نوجوان نسل کے لیے جاذب نظر اور ذوق مطالعہ کے لیے سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تیزی سے مقبول ہونے والے طاہر رزاق کے قلمی کتابچے مرزائیت کے لیے راکٹ لاسپر اور میزائل کا درجہ رکھتے ہیں، جو جمہوئی نبوت کے خرمن کو خاکستر کرنے کی پوری پوری صلاحیت

رکتے ہیں۔ عزیزم طاہر حضرت داغ سے معذرت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں

جلا کے خاک نہ کر دوں داغ نام نہیں

طاہر رزاق کا زرخیز دماغ بلاشبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور
عشق کا مرہونِ منت ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے محاذ پر طاہر رزاق اور محمد متین خالد
جیسے ایثار پیشہ اور پیکرِ اخلاص مجاہدوں کا کردار اور ان کی شبانہ روز محنت حضور اکرم
فداہ امی و ابی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ کرم کا نتیجہ ہے۔ اس لحاظ سے وہ
بلاشبہ خوش نصیب ہیں۔ اور ان کی نسبت سے ہم بھی خوش قسمت ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے ہمیں جھوٹے ”طاہر“ کے مقابلہ میں سچا ”طاہر“ عطا فرمایا ہے۔

طالب دعا

صاحبزادہ طارق محمود

ایڈیٹر ہفت روزہ ”لولاک“

فیصل آباد



مریض الملت

جب کوئی ہم سے پوچھتا کہ لکھنے کے لیے کیا چاہیے ہوتا ہے تو ہم کہتے کاغذ اور قلم۔ مگر اب پتہ چلا ہے کہ لکھنے کے لیے علم بھی چاہیے ہوتا ہے۔ محاورہ ہے لاعلمی ہزار نعمت ہے اور واقعی اگر طاہر رزاق کو ہمارا علم نہ ہوتا تو ہم اس محاورے پر یقین کر لیتے لیکن طاہر رزاق صاحب نے ہماری لاعلمی میں اضافہ کرنے کے لیے ہمیں مرزا قادیانی کی شخصیت سے متعارف کروایا، جو نہ ہی کراتے تو ہم اور مرزا دونوں کے لیے بہتر ہوتا۔ مرزا کا نام سنتے ہی ہماری آنکھوں کے سامنے جو تصویر آتی ہے، وہ صاحبان کی ہوتی ہے۔ مگر طاہر رزاق صاحب نے جو تصویر کشی کی ہے، اسے دیکھ کر لگتا ہے مرزا صاحب کو خدا نے نہیں بلکہ پی ڈبلیو ڈی والوں نے بنایا تھا۔ ہمیں ان میں صرف یہی خوبی نظر آئی کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ طاہر رزاق صاحب نے ان پر یوں روشنی ڈالی ہے کہ وہ جتنی روشنی ڈالتے ہیں اتنا اندھیرا واضح ہوتا جاتا ہے۔ انہوں نے ہمیں اس شخصیت پر لکھوانے کے لیے جتنی محنت کی، اتنی محنت سے تو ہم لکھتے بھی نہیں۔ ہمیں یہ سمجھ نہ آتی تھی کہ آخر طاہر رزاق اس کتاب پر ہمیں سے فلیپ کیوں لکھوانا چاہتے ہیں لیکن جب پمفلٹ ”بیماریوں کا عالمی چیمپئن“ پر ”طاہرانہ نظر“ ڈالی تو پتہ چلا کہ طاہر صاحب نے بحیثیت ڈاکٹر ہمارا انتخاب کیا ہے۔ ویسے بھی ہم ایسے ڈاکٹر ہیں کہ طرے پاس جو آجائے پھر وہ بیماری سے نہیں مرتا، دوائی سے مرتا ہے۔ ڈاکٹروں کو ویسے بھی سدرست آدمی اچھے نہیں لگتے۔ مگر اس مریض الملت القادیانیہ کا ذکر پڑھ کر تو میں قہقہے وہ بیماریوں میں جلتا نہ تھے، بیماریاں ان میں جلتا تھیں۔ مگر طاہر رزاق صاحب لکھ لکھتے ساتھ علاج بھی کرتے جاتے ہیں۔ مگر پڑھنے والوں کا مذہبی لوگوں کے

بارے میں علم اتنا ہی ہے جتنا مرزا ایسے مذہبی لوگوں کا مذہب کے بارے میں ہے۔
 مرزا قادیانی کے احسانات میں سے ہمیں صرف ایک کا ہی پکا پتہ ہے کہ وہ مرچکے
 ہیں۔ سنا ہے وہ اپنی زندگی میں ہی مر گئے تھے۔ پیشہ نبوت تھا۔ ایک خاص جگہ پر
 تشریف رکھتے تو ان پر ”وحی“ اترتی، اسی جگہ پر انتقال فرمایا۔ دنیا میں جو جھوٹے نبی
 گزرے ہیں، وہ ان میں سب سے جھوٹے ہیں۔

ڈاکٹر یونس بٹ

روزنامہ ”جنگ“ لاہور



مذہبی دنیا کا چارلی چپلین

قادیانیت اور اس کے بانی علیہ ما علیہ کی شخصیت و افکار کے بارے میں لکھنے کے لیے پطرس بخاری کی ذہانت، مشتق احمد یوسفی کے خامہ گلریگ اور میکسم ایسے ماہر فن کارٹونٹ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کو کب ارضی کے کسی عام باسی کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دور حاضر کی اس عجوبہ روزگار ہستی کے خدوخال کی تصویر کشی کر سکے، جس نے ہندوستان میں نبوت کا دعویٰ کیا، پھر ”خدا کی بارش کی طرح متواتر وحی“ سے وہ اس الجھن میں پھنس کر رہ گیا کہ وہ صوفیانہ اصطلاح میں لغوی، ظلی یا بروزی نبی یعنی مجدد وقت ہے یا صاحب شریعت نبی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ سلسلہ انبیاء تو ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے انجام کو پہنچ چکا، سو کیا کیا جائے۔ اس لیے ایک طرف تو یہ کہا کہ شریعت، اوامر و نواہی کا مجموعہ ہی تو ہوتی ہے اور یہ احکام میری وحی میں بھی موجود ہیں۔ پھر خدشہ ہوا کہ میں تو صاحب کتاب نہیں، کیا کروں؟ عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے۔ اس کا حل یہ نکالا کہ نبی کے لیے کتاب ضروری نہیں۔ اگر وہ پہلی شریعت کے کسی ایک حکم کو منسوخ کر دے تو یہ بھی شریعت ہے۔ مگر پھر اس دہشت نے آ لیا کہ محض جناد کو منسوخ کرنے سے نبی نہ بن سکوں گا، اس لیے بلا سوچے سمجھے لغوی، ظلی اور بروزی نبی کی اصطلاحات کو نبوت کے معنوں میں استعمال کرتے ہوئے اپنے اور اپنی جماعت کے ازالہ ادہام کے لیے ”ایک غلطی کا ازالہ“ نامی کتابچہ لکھا لیکن اپنے ذہنی خلجان سے اسے ”ایک غلطی کا اضافہ“ بنا دیا۔ اس سے بھی اطمینان نہ ہوا تو۔

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

کے نعرے لگاتا ہوا صبح وقت اور مہدی دوراں بن بیٹھا۔ جب کہا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو دو زرد چادروں میں لپٹے ہوئے چرخ نیلی فام سے نزول فرمائیں گے، تو ایک طرف تو اپنے آپ کو مثیل مسیح کہنا شروع کر دیا اور دوسری جانب حضرت مسیح علیہ السلام کی طبعی موت اور سری منکر، کشمیر میں ان کی قبر کی موجودگی پر ایک کتاب لکھ ماری۔ کیونکہ جب تک یہ کرسی خالی نہ ہو اس پر بیٹھنا ممکن نہ تھا۔ مرزا غلام احمد کی امت اس سے بھی دو قدم آگے گئی اور اس نے ”ٹیورن“ سے دریافت ہونے والے ایک کفن اور اس پر زخم کے نشان کو مرزا غلام احمد کے مذکورہ بالا انکشاف کے حق میں پیش کرتے ہوئے اس پر بلاشبہ اربوں روپے خرچ کیے اور اس کی اتنی تفصیل چھاپی کہ شاید ہی نظارت اصلاح و اشاعت کی کوئی کتاب ایسی ہو، جس میں اس کا تذکرہ نہ ہو۔ مگر وائے افسوس کہ قادیانیوں کا یہ دجل بھی پاش پاش ہو گیا ہے اور گزشتہ سال سائنس دانوں نے اس کفن پر طویل ترین تحقیق کے بعد یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مقدس نام کی طرف منسوب ہونے والا کفن بالکل جعلی ہے۔ قادیانی حکومت نے مرزا غلام احمد کو حامل شریعت نبی بنانے کے لیے کبھی اس کی رطب و یابس تحریروں کو پیش کیا، کبھی اس کے اضغاث واحلام کو ”تذکرہ“ یعنی مجموعہ الہامات کا نام دے کر اس کو صاحب کتاب بنانے کی جدوجہد کی، کبھی اس کے ”ملفوظات“ کو سیرۃ المہدی کے نام سے تین جلدوں میں اکٹھا کر کے صحیح، بخاری و مسلم کی طرز پر اسے ”بیان کیا مجھ سے فلاں بن فلاں نے“ سے شروع کر کے انہیں احادیث کا درجہ دینے کی کوشش کی، کبھی ان کے سالار صاحب میر محمد اسماعیل نے اپنے رسالہ ”درود شریف“ میں ان کا کلمہ لا الہ الا اللہ احمد رسول اللہ درج کیا اور جب اس پر ہنگامہ اٹھنے کا ڈر پیدا ہوا، تو ان کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھا کہ ہمیں کلے میں محمد رسول اللہ کے الفاظ کو تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جب ہم محمد رسول اللہ کہتے ہیں تو اس سے مراد ہی مرزا غلام احمد ہوتا ہے۔ بانی تحریک قادیانیت کی حضورؐ کی نبوت میں شرکت کی یہی ناپاک خواہش تھی، جس نے

اسے میلہ پنجاب بنا دیا۔ اب قادیانی امت کے چوتھے گرو لندن میں بیٹھ کر دُش انینا کے ذریعے اپنے حواریوں کو کرتب دکھا کر ان سے چندہ اینٹھ رہے ہیں اور مریدوں کے خون پسینے کی کمانی پر گلھڑے اڑا رہے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ قادیان کی معاشی نبوت کے ارکان خمسہ میں ہر طرف چندہ ہی چندہ دکھائی دیتا ہے۔ ”حقیقتہ الوحی“ کے سینکڑوں الہامات بھی دس یا بیس روپیہ کی ادنیٰ رقم کی آمد کے بارے میں ہیں، جن کی خبر ٹیپی ٹیپی فرشتہ عین وقت پر ٹک کر کے دے جاتا ہے۔ خواجہ حسن نظامی مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ ہم نے قادیان میں نظارت امور عامہ کا معائنہ کیا۔ نشر و اشاعت اور تحریک جدید کے دفاتر دیکھے۔ غرض بہشتی مقبرہ پہنچے تو اسے سبزہ نورستہ کے اعتبار واقعی جنت معنوی پایا۔ لیکن ایک بات بڑی حیران کن تھی کہ اس کے تمام درختوں اور پیڑوں پر قطار اندر قطار بیٹھے ہوئے پرندے ایک ہی راگ الاپ رہے تھے، چندہ چندہ چندہ۔ اس مختصر سے جائزے سے آپ یقیناً اس نتیجے پر پہنچے ہوں گے کہ اگر چارلی چپلن مرزا غلام احمد کے عہد میں ہوتا تو ضرور اس کے قدموں میں بیٹھ جاتا اور مزاحیہ اداکاری میں اسے اپنا امام تسلیم کر لیتا۔ اس اداکاری کی جھلکیاں اگر آپ تحریری زبان میں دیکھنا چاہیں، تو طاہر رزاق کے مزاحیہ خاکوں، مضامین اور مواصلاتی سیارے کے ذریعے مرزا غلام احمد کے جنم سے انٹرویو میں ملاحظہ فرمائیں، جو اب کتابی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

شفیق مرزا

روزنامہ ”جنگ“ لاہور



قاری کا نام



ملکیانی بورڈ آف انٹریکٹرز سے منظور شدہ

الف - انگریز: انگریز فتنہ قادیانیت کا بانی جیڑمین ہے۔ اس فتنہ کے جملہ حقوق بحق انگریز محفوظ ہیں۔ آئینی طور پر اسے یہ حقوق حاصل ہیں کہ وہ جب چاہے مرزا قادیانی کی جگہ کسی اور کو نبی نامزد کر سکتا ہے۔ انگریز کا رنگ گورا اور دل کالا ہوتا ہے۔ جس شدت سے کتوں اور خنزیروں سے محبت کرتا ہے، اسی شدت سے مسلمانوں سے نفرت کرتا ہے۔ شب میں نہاتا ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کا شوق فرماتا ہے۔ شراب دیکھ کے اچھلتا ہے اور خنزیر کا گوشت دیکھ کے پھدکتا ہے۔ قادیانوں سے اسے اتنا ہی پیار ہے جتنا ایک ستر سالہ دادی کو اپنے چھوٹے چھوٹے یتیم پوتوں سے ہوتا ہے۔ قادیانوں کے دلوں میں اس کا وہی مقام ہے جو مسلمانوں کے دلوں میں اللہ کا۔ جھوٹی نبوت کی سب سے زیادہ نحوست اسی پر ہی پڑی کیونکہ اس کی وہ وسیع و عریض سلطنت، جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا، اب سٹ سٹا کر انگلستان تک محدود ہو کر رہ گئی ہے اور مزید سینے کے لیے تڑپ رہی ہے۔

ب - بہشتی مقبرہ: قادیانی نبوت کا ٹیٹ بنک ہے۔ اس کا مجاور جنرل مینجر اور گورکن "لینڈ آفیسر" کھلاتا ہے۔ یہاں جنت کے نام پر جنم کی ایڈوانس بنگلہ ہوتی ہے اور قادیانی بڑے ذوق و شوق سے یہاں اپنے مردے "پارک" کرتے ہیں۔ یہاں کی قبریں قادیانی راکل فیملی کے لیے سونے کی کانیں اور مردوں کے لیے جنم کے گڑھے ہیں۔ بہشتی مقبرہ کو بڑی خوبصورتی سے سجا سجا کر رکھا جاتا ہے لیکن اس کا سارا حسن طوائف کا سنگھار ہے۔ قادیانی مردے کے عزیز و اقارب سے "مردہ ٹیکس" تو جنرل مینجر وصول کرتا ہے اور دفن ہونے کے بعد ہڈیاں اور گوشت سانپ اور بچھو وصول کرتے ہیں۔ جس دن بھی کوئی مردہ آتا ہے، اس دن فریقین بڑے خوش ہوتے ہیں۔ خوش کیوں نہ ہوں کیونکہ دونوں کے رزق کا مسئلہ ہے۔ بہشتی مقبرے کا بہشت سے وہی تعلق ہے جو مرزا قادیانی کا نبوت سے! بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لیے بے ایمان اور بے وقوف ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے تو قادیانی وصیت کر کر کے اور جھگڑ

جھڑ کے یہاں دفن ہوتے ہیں۔

پ سے پادری آتھم : ہندوستان میں جب مرزا قادیانی نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو عیسائی دنیا کی خفتہ آنکھیں بھی کھلیں۔ فریقین کی آنکھیں چار ہوئیں اور ان میں کچھ سرخی آئی اور ہلکی ہلکی جھڑپیں شروع ہو گئیں اور پھر ان جھڑپوں میں تیزی آتی گئی۔ بات عام گفتگو سے شروع ہو کر مناظرے تک، مناظرے سے گالی گلوچ، گالی گلوچ سے اشتہارات اور اشتہارات سے فوجداری مقدمات تک پہنچی۔ ان ساری جھڑپوں میں سے سب سے مشہور جھڑپ مرزا قادیانی اور پادری آتھم کے درمیان ہونے والا تاریخی واقعہ ہے۔ پادری آتھم انتہائی کمزور صحت کا ایک بوڑھا عیسائی تھا جس کی مرزا قادیانی سے تلخی ہوتی رہتی تھی۔ جب اس تلخی نے شدت اختیار کی تو مرزا قادیانی، جو ہر معاملہ میں میسگوئیاں کرنے کا عادی مجرم تھا، اس نے پادری آتھم کی طویل عمر اور انتہائی کمزور صحت دیکھتے ہوئے اندازہ کیا کہ پادری آتھم جلد ہی مرنے والا ہے، اس لیے اس نے شہرت حاصل کرنے کے لیے میسگوئی جھاڑ دی کہ آتھم ۵ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قبل مر جائے گا۔ پیشین گوئی پورے ہندوستان میں پھیل گئی اور لوگوں کی نظریں پادری آتھم پر مرکوز ہو گئیں اور وہ بے تابی سے اعلان کردہ تاریخ کا انتظار کرنے لگے۔ سادہ لوح قادیانیوں اور عیسائیوں میں شرمیں بندھ گئیں۔ مذکورہ تاریخ میں چند دن رہ گئے اور آتھم نہ مرا تو مرزا قادیانی نے اپنے پھسلتے ہوئے مریدوں کو قابو کرنے کے لیے انہیں صبح و شام رد و کر دعائیں کرنے کے کام پر لگا دیا۔ گویا قادیانی آتھم کی موت کے لیے باجماعت رونے لگے۔ قادیانیوں کا پورا پورا گھربلیوں کی طرح روتا۔ جب تھک جاتے، لیٹ جاتے اور پھر شروع ہو جاتے۔ مرزا قادیانی خود بھی شیطان کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رویا۔ جادو ٹونہ اور دیگر سفلی عملیات کیے لیکن آتھم نہ مرا۔ آخر ۵ ستمبر ۱۸۹۳ء کا سورج طلوع ہو گیا۔ مرزا قادیانی نے اپنے عقل فروش مریدوں سے کہا کہ تم فکر نہ کرو، آج کا سورج غروب ہونے سے قبل پادری

آہم جنم واصل ہو جائے گا۔ ہر ستمبر کا سورج سارا دن قادیانوں کا منہ چڑانے کے بعد سرخ گولے کا روپ دھار کر مغرب کی آغوش میں ڈوبنے لگا اور ادھر مرزا قادیانی دریائے ذلت میں ڈوبنے لگا۔ سورج ڈوب گیا، رات گزر گئی لیکن سخت جان اور مرزے کی رسوائی کا سامان بوڑھا پادری آہم نہ مرا اور ایک لمبی مدت نہ مرا۔ عیسائیوں نے جشن منائے، خوشی سے چوراہوں میں بمگڑے ڈالے، پٹائے چلائے۔ پادری آہم کو گاڑی میں سوار کیا، گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور امرتسر میں زبردست جلوس نکالا۔ ادھر مرزے کی انگریزی نبوت کا جلوس نکل گیا۔ مرید مرزے سے بد دل ہو گئے اور مرزے پر انگلیاں اٹھانے لگے۔ مرزا قادیانی، جو تاویلات کا بادشاہ، دجل و فریب کا امام اور لاثانی ڈھیٹ تھا، نے جب مریدوں کو کھٹکتے بھسکتے دیکھا تو وہ بڑا پریشان ہوا اور اس نے سوچا کہ اگر یہ ”بھولے بادشاہ“ چلے گئے تو چندے کا بیوپار اور جھوٹی نبوت کا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا۔ لہذا اس نے اپنے مریدوں کے گلے میں تاویل کا پہلا پھندا بھینکتے ہوئے کہا کہ تم عیسائیوں کے جلوسوں میں پادری آہم کو گلے میں پھولوں کے ہار اور فتح کا رقص کرتے دیکھتے ہوئے بالکل پریشان نہ ہونا۔ اللہ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ پادری آہم بظاہر زندہ ہے لیکن اندر سے مرچکا ہے۔ اس کی فتح کا جلوس درحقیقت اس کے جنازے کا جلوس ہے۔ لیکن جب اس ”آئی بائی دلیل“ سے بات نہ بنی تو مرزے نے تاویل کا دوسرا پھندا ان کے گلوں میں پھینکا کہ آہم اس لیے نہ مرا کہ وہ ہر ستمبر کی تاریخ سے پہلے ہی عیسائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو چکا تھا۔ جب یہ بات پادری آہم تک پہنچی تو اس نے فوراً ایک اشتہار چھپوا کر اعلان کیا کہ میں پہلے بھی عیسائی تھا اور اب بھی عیسائی ہوں۔ لیکن پادری آہم کے اس دندان شکن جواب پر بھی مرزا قادیانی کی ڈھیٹ زبان خاموش نہ ہوئی اور اس نے اپنے مریدوں کے گلے میں تاویل کا تیسرا پھندا بھینکتے ہوئے کہا کہ اصل آہم تو مرچکا ہے، عیسائی جس آہم کو اپنے جلوس میں لیے پھرتے ہیں، وہ پادری آہم اصلی نہیں بلکہ نقلی ہے۔ مرزا قادیانی کے سنگلاخ اور آہنی بے شرم اور ڈھیٹ ہونے پر ہم

اس کی خدمت میں صرف یہ شعر پیش کر سکتے ہیں۔

دُھیت اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

ت سے تذکرہ : حضور خاتم النبیین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر نبوت ختم ہو گئی۔ قرآن پاک کے بعد سلسلہ وحی بند ہو گیا۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سید البشر جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام نبیوں پر وحی لانے والے فرشتے کا نام جبرائیل ہے، تکمیل نبوت کے بعد اب جبرائیل کسی پر وحی نہیں لاتا۔ رحمانی وحی تو بند ہو گئی لیکن شیطانی وحی جاری ہے اور اس وحی کا ایک دافر حصہ مرزا قادیانی پر نازل ہوا۔ شیطان کی طرف سے یہ وحی مرزا قادیانی کا فرشتہ ٹیپی ٹیپی لے کر آتا تھا۔ قادیانیوں نے مرزا قادیانی کی تمام شیطانی وحی، کشف، رویا اور الہامات کو اکٹھا کر کے ایک کتاب کی صورت میں شائع کیا ہے، جس کا نام ”تذکرہ“ ہے۔ مسلمانوں کے قرآن کے مقابل ”تذکرہ“ قادیانیوں کا قرآن ہے۔ قادیانی اس ”تذکرہ“ سے قادیانی شریعت اخذ کرتے ہیں اور اس سے زندگی کے مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں۔ ”تذکرہ“ غلاطی کی پوٹ، جھوٹ کا کوہ ہمالیہ، عقل کا ماتم، وجل و تلیس کا خنجر، اخلاق کا جنازہ اور شیطیت کے آوارہ قہقے ہیں۔ ”تذکرہ“ کے مضامین پڑھنے سے جہاں متلی آتی ہے وہاں قادیانیوں کے ذہنی معیار کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ کس احتمالہ کلام کو اللہ کی وحی مان رہے ہیں۔ کس آوارہ اور لچر شخص کو اللہ کا نبی اور رسول مان رہے ہیں۔ تقریباً ہر قادیانی گھر میں ”تذکرہ“ رکھتا ہے اور اس کی ”زیارت“ سے مشرف ہوتا ہے اور اس کے مطالعہ سے قلب و ذہن کی ”روشنی“ حاصل کرتا ہے۔ پسند اپنی اپنی، نصیب اپنا اپنا۔

”تذکرہ“ سے چند نمونے پیش خدمت ہیں۔ انہیں پڑھئے اور ان کی فصاحت و باغت اور معارف و معانی کا اندازہ کیجئے۔

”لائف“ (تذکرہ، ص ۵۹۳)

”اس کتے کا آخری دم ہے“ (تذکرہ، ص ۴۱۷)

”پٹی، پٹی گئی“ (تذکرہ، ص ۸۶)

”ماتم کدہ“ (تذکرہ، ص ۷۵۲)

”زندگیوں کا خاتمہ“ (تذکرہ، ص ۵۷۷)

”حیف مسج“ (تذکرہ، ص ۷۳۴)

”کرسی نوٹ“ (تذکرہ، ص ۵۹۶)

خواب میں دکھائے گئے (۱) تین استرے۔ (۲) عطر کی شیشی۔ (تذکرہ، ص ۷۳۴)

ٹ - ٹیپی ٹیپی : ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سید البشر خاتم النبیین جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام پر وحی لانے والے فرشتے کا نام جبرائیل امین ہے۔ لیکن انگریزی نبی مرزا قادیانی کہتا ہے کہ مجھ پر وحی لانے والے فرشتے کا نام ٹیپی ٹیپی ہے۔ مرزا قادیانی کے پاس ٹیپی ٹیپی کے علاوہ اور بھی بہت سے فرشتے آتے تھے، مثلاً مٹھن لال، درشنی، رانی وغیرہ۔ لیکن جو قربت ٹیپی ٹیپی کو حاصل تھی وہ اور کسی کو نصیب نہ تھی۔ مرزا قادیانی کہتا تھا کہ اس کا نام ٹیپی ٹیپی اس لیے ہے کہ یہ ٹچ کر کے آتا ہے اور ٹچ کر کے چلا جاتا ہے۔ گویا یہ اپنے وقت میں مرزا قادیانی کا F-16 تھا۔ ٹیپی ٹیپی قادیان کی فضاؤں میں لہراتا منڈلاتا رہتا اور جب مرزا قادیانی سے ضروری بات کرنا ہوتی تو فوراً قادیان کے ایئرپورٹ (مرزے کا گھر) پر لینڈ کرتا اور مرزے کو ”وحی“ دے کر فلاحی کر جاتا۔ ”وحی“ کے علاوہ ٹیپی ٹیپی مرزا قادیانی کے بہت سے نجی کام بھی کر دیتا۔ کہتے ہیں ایک دن ٹیپی ٹیپی شیطان سے مرزے کے لیے انتہائی اہم ”وحی“ لے کر آیا۔ ٹیپی ٹیپی انتہائی جلدی میں تھا یعنی ٹچ ٹچ کر رہا تھا لیکن اس نے دیکھا کہ مرزا قادیانی اہم کھا کر

اور گھوڑے بچ کر سویا ہوا ہے۔ ٹیچی ٹیچی نے اپنی جیب سے چھوٹا سا باجا نکالا اور اسے مرزے قادیانی کے ایک کان کے قریب کر کے بجایا۔ پہلے تو مرزا قادیانی نے باجے کی آواز کا کوئی اثر نہ لیا، لیکن جب ٹیچی ٹیچی نے پندرہ بیس مرتبہ باجا بجایا تو مرزا قادیانی نے خرخر کیا اور دوسری طرف کوٹ لے لی۔ ٹیچی ٹیچی پلٹ کر دوسری طرف آیا اور دوسرے کان کے قریب جب کافی دفعہ باجا بجایا تو مرزا قادیانی نے پھر خرخر کی آواز نکالی اور کوٹ بدل لی۔ ٹیچی ٹیچی پھر پلٹ کے آیا اور باجا بجایا۔ کافی دیر کے بعد مرزے نے پھر خرخر کیا اور کوٹ بدل لی۔ غرض کہ ٹیچی ٹیچی باجا بجاتا رہا اور انیم کے نشے میں دمت مرزا کوٹیں بدلتا رہا۔ آخر ٹیچی ٹیچی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور وہ غصہ میں بڑبڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور سوئے ہوئے مرزا قادیانی کے ”چوتڑوں“ پر ایک زوردار ”ٹک“ ماری اور یہ کہتا ہوا پرداز کر گیا۔

”بے غیرت ہم نے تجھے سونے کے لیے بھیجا ہے؟“

ٹیچی ٹیچی کی لائی ہوئی وحی کے چند نمونے پیش خدمت ہیں:

”پریش عمر پراطوس یا پلاطوس“۔ (مکتوبات احمدیہ، جلد اول، ص ۶۸)

”پیٹ پھٹ گیا“۔ (البشری، جلد دوم، ص ۱۹)

”غشم۔ غشم۔ غشم“۔ (البشری، جلد دوم، ص ۵۰)

”زندگیوں کا خاتمہ“۔ (تذکرہ، ص ۵۷۷)

”ایک دانہ کس کس نے کھانا“۔ (البشری، جلد دوم، ص ۱۰۷)

ہم اس وحی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جس نے وحی بھیجی وہ جانے یا جس پر نازل ہوئی تھی۔

ث۔ ثاقب زیروی: یوں تو سارے قادیانی اخبار و رسائل باون باون گز کی زین دراز رکھتے ہیں، زبانیں کیا ہیں، اسلام کے خلاف زہر میں بجھی کہانیاں ہیں، جو کلمہ اسلام کے منکے پھولوں کے سروں پہ چلتی رہتی ہیں، تاریخ کے کلیجے کو زخمی کرتی

ہیں، چہرہ اسلام کو مسخ کرتی ہیں اور شجر ایمان کی جڑوں پہ کاری وار کرتی ہیں۔ لیکن لاہور سے شائع ہونے والا ہفت روزہ ”لاہور“ ہرزہ سرائی میں ان سب کا امام ہے جس کا ایڈیٹر ثاقب زیروی ہے۔ میرا دوست متین خالد کہتا ہے کہ اس کا نام ثاقب زیروی اس لیے ہے کیونکہ یہ زیرہ بہت کھاتا ہے۔

لاہور میں رہتا ہے اور ایمان ربوہ میں گروی پڑا ہے۔ رنگ کالا اور دل پہ قادیانیت کا جالا ہے۔ نقوش ایسے کہ بچے کارٹون سمجھ کے کھینچ لگتے ہیں۔ شکل کو غور سے دیکھو تو محسوس ہوتا ہے کہ غیب کی لاشی سے ایک مدت سے پٹائی ہو رہی ہے۔ جب کسی غیر مسلم کی اس کی شکل پر پہلی نظر پڑتی ہے تو اس کی زبان سے فوراً ہائے نکلتا ہے اور جب کسی مسلمان کی نظر پڑتی ہے تو اس کے لبوں پر فوراً ”استغفر اللہ“ آ جاتا ہے۔ موصوف قلم کی بجائے جھاڑو سے لکھتا ہے اور لکھتے لکھتے سر پہ بھی جھاڑو پھیر لیتا ہے کیونکہ سنا ہے گنجا ہے۔ لکھنے کے بعد پڑھتا نہیں، کہتا ہے پڑھتے ہوئے مجھے بھی شرم آ جاتی ہے۔ میرا دوست متین خالد کہتا ہے کہ جب مجاہدین ختم نبوت کے بارے میں لکھتا ہے تو کھٹل والی چارپائی پر بیٹھ جاتا ہے۔ کہتا ہے مرزا قادیانی میرے دل میں رہتا ہے اور میری رگوں میں خون کے ساتھ بہتا ہے۔ اسی لیے تو ضیاء الحق کا نافذ کردہ امتناع قادیانیت آرڈیننس دیکھ کے سر پہ پاؤں رکھ کے بھاگ جاتا ہے۔

جاناں : نصرت جہاں بیگم ایک اٹھارہ سالہ البرڈویشیزہ تھی۔ وہ دہلی کی اہل زبان فیملی سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کا باپ ملازمت کے سلسلہ میں قادیان آیا ہوا تھا۔ نصرت جہاں پر جوانی آئی تو ادائیں بھی آ گئیں۔ نصرت جہاں کے مکان کے ایک حصہ میں ایک پچپن سالہ بیماریوں کا مارا بڑھا مرزا قادیانی بھی رہتا تھا۔ ایک دن نصرت جہاں کی کسی دلفریب ادا پہ بڑھا مرزا قادیانی فدا ہو گیا اور ایسا فدا ہوا کہ اس کے گھر کا گدا ہو گیا۔ سارا دن اسے جاناں جاناں کہہ کے یاد کرتا۔ جب کبھی اس پہ نظر پڑ جاتی، ٹھنڈی آہیں بھر کے لبوں کو آہستہ آہستہ ہلا کے جاناں جاناں کہتا اور بعض اوقات تو

ایسا گم ہوتا کہ دھڑام سے گر پڑتا۔ جاننا نے اس کے بڑھے اور بیمار دل کو تانگہ بنا کے لگائیں اپنے ہاتھ میں سنبھال لی تھیں۔ بچپن سالہ کاٹا بڑھا جاننا سے شادی رچانا چاہتا تھا۔ مکار بڑھے نے دولت کی چمک سے جاننا کی آنکھوں کو خیرہ کر لیا تھا اور اس کے ساتھ ہی جاننا کی ماں سے بھی محبت بھرے تعلقات استوار کر لیے تھے۔ مرزا قادیانی سے بہت سے پیسے بٹورنے کے بعد جاننا کی ماں نے جاننا کے باپ کو بھی اس شادی کے لیے راضی کر لیا۔ آخر وہ دن آگیا جب جاننا سینکڑ ہینڈ دولہا سے شادی کے بندھن میں بندھ گئی۔ شادی کے بعد جاننا نے سارے گھر اور دولت پہ قبضہ جما لیا۔ مرزا قادیانی اس کے صدقے واری جاتا۔ مرزا قادیانی نے اپنے بڑھاپے کی آرزو کو سوا دو سیر ورنی سونے کے زیورات میں لاد دیا۔ جاننا گھر میں چمن چمن کرتی پھرتی جس سے مرزا قادیانی کا دل بھی چمن چمن کرتا۔ اب جاننا زیادہ منہ زور ہو گئی تھی۔ وہ اپنے خاوند مرزا قادیانی کے دوستوں کے ساتھ اکثر شاپنگ کرنے کے لیے قادیان سے لاہور آتی اور بعض اوقات کئی کئی دن لاہور میں مژگشت کرتی رہتی۔ جس دن واپس جاتی تو بوڑھا خاوند سراپا انتظار بنے پلیٹ فارم پر کھڑا ہوتا۔ جاننا کو گاڑی سے اترتے دیکھتا تو چہرہ کھل اٹھتا۔ بیساختہ زبان سے محبت بھرا نام نکلتا۔ جاننا بھی لہک اور لپک کے آتی اور بھرے شیش پر سب کے سامنے مصافحہ ہوتا۔ جاننا ہزاروں روپیہ ملانہ اپنی نسب و نعمت پر صرف کر دیتی لیکن مرزا قادیانی کی طبیعت پر کبھی شاق نہ گزرتا۔ ایک شب مرزا قادیانی کو ہیضہ ہوا اور وہ لیٹرن میں مر گیا۔ سارا جسم غلاطت میں لتھر گیا۔ منہ سے پاخانہ بہہ رہا تھا لیکن آنکھیں ابھی تک کھلی تھیں۔ شاید جاننا کا دیدار کرنے کے لیے! جاننا مرے ہوئے بڑھے خاوند کی کھلی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہلکا سا مسکراتی اور پھر ساتھ والے کمرے میں جا کر اپنی سیلیوں کے جھرمٹ میں ایک کھیانی ہنسی بکیر دیتی۔ لیکن جاننا کی یہ سہیلیاں عورتیں نہیں بلکہ مرد تھے!!!

بچ - چیمپئن : یہ چیمپئن شپ مرزا قادیانی اور ان کے ایک سابقہ مرید ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اسٹنٹ سرجن پٹیالہ کے درمیان منعقد ہوئی جس میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں ”چیمپئن“ ٹھہرے اور مرزا قادیانی موت کے آہنی ہاتھوں ”جہل“ ہو گیا۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں مرزا قادیانی کے عقیدت مند تھے، لیکن جب انہوں نے قریب جا کر مرزا قادیانی کو دیکھا، پرکھا، ٹولا اور سوچا تو وہ مرزے اور مرزائیت سے باغی ہو گئے اور رد مرزائیت کے کام میں جت گئے۔ انہوں نے اپنے قلم سے مرزا قادیانی اور مرزائیت کے خلاف چند کتابچے بھی لکھے۔ جب ان کا ٹیکھا قلم مرزا قادیانی کے کالے دل میں پھنسا تو مرزا قادیانی سچ پا ہو گیا اور دونوں میں لڑائی کی آگ کے شعلے تیز تر ہو گئے۔ دونوں طرف سے ایک دوسرے کے خلاف موت کی الہامی دیسگوئیاں شائع ہوئیں۔ مرزا قادیانی کے شائع کردہ ایک اشتہار سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔

خدا سچے کا حامی ہو

میاں عبدالحکیم خاں صاحب اسٹنٹ سرجن پٹیالہ نے میری نسبت یہ دیسگوئی کی ہے۔ مرزا کے خلاف ۳۴ جولائی ۱۹۰۶ء کو یہ الہامات ہوئے ہیں۔ ”مرزا مسرف ہے“ کذاب اور عیار ہے۔ صادق کے سامنے شریر فنا ہوگا۔ اس کی میعاد تین سال بتلائی گئی ہے۔“

پھر مرزا قادیانی کہتا ہے۔

”اس کے مقابل پر وہ دیسگوئی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میاں عبدالحکیم خاں صاحب اسٹنٹ سرجن پٹیالہ کی نسبت مجھے معلوم ہوئی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلواریں تیرے آگے ہے۔“

مرزا قادیانی کی اس دیسگوئی کے جواب میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے اپنا ایک اور

الہام شائع کیا کہ

”جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۳ ماہ تک مرزا مر جائے گا۔“

یہ سن کر مرزا قادیانی جل بھن کر کباب ہو گیا اور اس نے جواباً ”۵ نومبر ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بنو ان ”تبرہ“ شائع کیا جس کی پیشانی پر یہ عبارت درج کی۔
”ہماری جماعت کو لازم ہے کہ اس مدیگوئی کو خوب شائع کریں اور اپنی طرف سے چھاپ کر مشترک کریں اور یادداشت کے لیے اشتہار کے طور پر اپنے گھر کی نظر گاہوں میں چسپاں کریں۔“

اس اشتہار کے چند فقرات حسب ذیل ہیں:

”اپنے دشمن کو کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ لے گا۔ میں تیری عمر کو بڑھا دوں گا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن مدیگوئی کرتے ہیں، ان سب کو میں جھوٹا کروں گا اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا تاکہ معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔“

پھر مزید لکھتا ہے:

”یہ عظیم الشان مدیگوئی ہے جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا اوبار بیان فرمایا ہے اور دشمن پر غضب اور عقوبت کا وعدہ کیا ہے مگر میری نسبت لکھا ہے کہ دنیا میں تیرا نام بلند کیا جائے گا اور نصرت اور فتح تیرے شامل حال ہوگی اور دشمن جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا۔“

مرزا قادیانی کی اس مدیگوئی کے جواب میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے اپنا ایک اور الہام شائع کیا کہ

”مرزا مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۰۸ء تک مر جائے گا۔“ (چشمہ معرفت، ص ۳۲۱۔

۳۲۲ معنفہ مرزا قادیانی)

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب کی مدیگلوئی عین سچی ثابت ہوئی اور مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء کو جنم واصل ہو گیا۔
سلامتی کا شہزادہ قتل ہو گیا۔

اللہ کے ہاں قبولیت کا دعویٰ کرنے والا ٹٹی خانہ میں قبول ہو گیا۔
فرشتوں کی تلواروں کے حصار میں رہنے کے دعویٰ باز کو فرشتہ اجل نے ٹٹی خانہ میں گھسیٹ کر مارا۔

عمر بڑھانے کی بڑھکیں مارنے والا اپنی پر ذلت زندگی کے ایک لمحہ میں بھی اضافہ نہ کر سکا۔ حریف کو خدائی غضب کی دھمکیاں دینے والا کذاب خود خدائی غضب کا شکار ہو گیا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کو اپنی آنکھوں کے سامنے جہاد و برباد ہونے کی وعید سنانے والا خود جہاد و برباد اور جنم کا دائمی کمیں ہو گیا۔

ح۔ حکیم نور الدین: اگر اس کے نام کے اجزاء کو یکمیں تو صورت کچھ یوں بنتی ہے ○ حکیم ○ نور ○ دین
حکمت یہ کہ مرزا قادیانی جیسے فاجر العقل، مغبوط الحواس، کذاب اور دجال کو نبی مان بیٹھا۔

نور یہ کہ قادیانیت کی وحشت ناک تاریکی کو ساری زندگی نور سمجھتا رہا۔
دین یہ کہ اللہ کے پسندیدہ دین ”دین اسلام“ سے منہ موڑ کر ”دین قادیان“ کا منہ چوم لیا اور تا مرگ اس زہر کو پیتا رہا۔ لہذا حکمت اور انصاف تقاضا کرتے ہیں کہ اس کا نام یوں لکھا جائے۔

”نا حکیم نا نور نا دین“

ضلع سرگودھا کے قصبہ بھیرہ کا ہاسی تھا۔ شروع سے ہی طہانہ نظریات اور گمراہ عقائد کا حامل تھا۔ مرزا قادیانی کی نبوت پر سب سے پہلے ایمان لانے والا یہی شخص تھا۔ عمر میں مرزا قادیانی سے ایک یا دو برس چھوٹا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں جب مرزا

قادانی کی زندگی کا دیا گل ہوا تو حکیم نور الدین کو اس کا پہلا خلیفہ نامزد کیا گیا۔ چھ برس تک قادانی خلافت کی مسند پر بیٹھا رہا۔ ایک دن گھوڑے پر سوار کہیں جا رہا تھا کہ گھوڑے نے زمین پر پٹھا اور ٹانگ ٹوٹ گئی، پھر ٹانگ کو سنگین ہو گئی۔ درد کی شدت سے چیخا، چلاتا اور زمین پر تڑپ تڑپ جاتا۔ اس حالت میں بیوی کسی کے ساتھ فرار ہو گئی اور جوان بیٹے کو بشیر الدین نے قتل کر دیا۔ آخری وقت میں زبان بند ہو گئی اور یوں ایک مرتد اور گستاخ رسول انسانیت کے لیے ایک عبرت کی داستان چھوڑ کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ۳۸ مارچ ۱۹۴۳ء کو سوئے جنم پرواز کر گیا۔

خ۔ خطوط: داتاؤں کا قول ہے کہ کسی بھی شخصیت کے خطوط سے اس شخصیت کو پہچانا اور پرکھا جاسکتا ہے۔ آئیے ہم کذاب قادیاں مرزا قادانی کے خطوط کی مدد سے اس کی شخصیت کو پرکھتے ہیں۔ ان خطوط کی مدد سے مرزا قادانی کی شخصیت کے مختلف پہلو کھل کھل کر ہمارے سامنے آجائیں گے۔

خط نمبر ۱:

محییٰ اخویم حکیم محمد حسین قریشی سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت والدہ محمود احمد ہوا کی تبدیلی کے لیے لاہور آئی ہیں۔ غالباً انشاء اللہ تعالیٰ دس دن تک لاہور میں رہیں گی اور بعض ضروری چیزیں پارچاٹ وغیرہ خریدیں گی۔ اس لیے اس خدمت کا ثواب حاصل کرنے کے لیے آپ سے بہتر اور کسی شخص کو نہیں دیکھتا۔ لہذا اس غرض سے آپ کو یہ خط لکھتا ہوں کہ آپ جہاں تک ہو سکے، اس خدمت کے ادا کرنے میں ان کی خوشنودی حاصل کریں اور خود تکلیف اٹھا کر عمدہ چیزیں خریدیں۔ باقی سب طرح سے خیریت ہے۔

مرزا غلام احمد عفی عنہ - ۳۸ جون ۱۹۰۷ء

اس خط سے مندرجہ ذیل چیزیں سامنے آتی ہیں۔

مرزا قادانی کی بیگم محض ہوا کی تبدیلی کے لیے مختلف شہروں میں مڑگشت کرتی

رہتی تھی۔

مرزا قادیانی کی اہلیہ غیر محرموں کے ساتھ شاپنگ بھی کر لیتی تھی، جس کی شہادت اس حوالہ سے بھی مل جاتی ہے۔

”بیوی صاحبہ مرزا جی کے مریدوں کو ساتھ لے کر لاہور سے کپڑے بھی خود ہی خرید لایا کرتی تھیں۔“ (کشف الظنون، مرتبہ ڈاکٹر بشارت احمد، لاہور، ص ۸۸)

مرزا قادیانی پر لے درجے کا بے غیرت تھا جو دو نامحرموں کے ملاپ کو ”خوشنودی“ کہہ رہا ہے۔

مرزا قادیانی نے بیگم کو پیسے دے کر نہیں بھیجا جس سے عیاں ہے کہ شاپنگ کا خرچہ مرید کو کرنا پڑے گا، جو مرید کو واپس نہیں ملے گا کیونکہ مرزے نے نبوت کا دعویٰ ہی حصول دولت کے لیے کیا تھا۔

خط نمبر ۲:

معہی اخویم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس وقت بموجب تاکید والدہ محمود لکھتا ہوں کہ آپ مبارکہ میری لڑکی کے لیے ایک قمیص ریشمی یا جالی کی جو چھ روپے قیمت سے زیادہ نہ ہو اور گوئہ لگا ہوا ہو عید سے پہلے طیار کرا کر بھیج دیں۔ قیمت اس کی کسی کے ہاتھ بھیج دی جاوے گی یا آپ کے آنے پر آپ کو دی جاوے گی۔ رنگ کوئی ہو مگر پارچہ ریشمی یا جالی ہو۔ اندازہ قمیص کا آپ کی لڑکی زینب کے اندازہ پر ہو۔

والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد غفری عنہ۔

۲۸ فروری ۱۹۰۳ء

اس خط سے مندرجہ ذیل چیزیں عیاں ہوتی ہیں۔

مرزا قادیانی پکا رن مرید تھا اور اس کے مرید بھی اس کی بات کی نسبت اس کی نوجوان بیگم کی بات کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ اسی لیے تو مرزا بیگم کا نام لے لے کر خط میں زور پیدا کر رہا ہے۔ جالی کی باریک قمیص اور گوئہ سے قادیانی نبوت کی گھریلو

اخلاقی حالت کا پتہ چلتا ہے۔

حسب معمول مرزا قادیانی نے پیسے پھر نہیں بھیجے یعنی مریدوں کا مال خوب چاٹا تھا۔

خط نمبر ۳:

معہی اخو یکم حکیم محمد حسین صاحب قریشی سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اشیائے مفصلہ ہمراہ لیتے آویں اور اگر خدا نخواستہ ایسی مجبوری ہو تو کسی اور آنے والے کے ہاتھ بھیج دیں۔ وائی بیوڑ جو ایک رحم کے متعلق دوائی ہے، پلومر کی دکان سے (۸ روپے) مشک خالص عمدہ جس میں چھمھڑا نہ ہو ایک تولہ۔ پان عمدہ بیگمی (عمدہ) اور ایک انگریزی وضع کا پاخانہ جو ایک چوکی ہوتی ہے اور اس میں ایک برتن ہوتا ہے۔ اس کی قیمت معلوم نہیں آپ ساتھ لادیں۔ قیمت یہاں سے دی جاوے گی۔ مجھے دوران سر کی بہت شدت سے مرض ہو گئی ہے۔ پیروں پر بوجھ دے کر پاخانہ پھرنے سے مجھے سر کو چکر آتا ہے، اس لیے ایسے پاخانہ کی ضرورت پڑی۔ اگر شیخ صاحب کی دکان میں ایسا پاخانہ ہو تو وہ دے دیں گے مگر ضرور لانا چاہیے اور ۳۰ روپے کا منی آرڈر آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام۔ مرزا غلام احمد

اس خط سے مندرجہ ذیل چیزیں عیاں ہوتی ہیں۔

ایک مرید کو خط لکھ کر پیوی کے لیے رحم کی دوائی منگوائی جا رہی ہے جس سے مرزا قادیانی کی بے حیا طبیعت کا پتہ چلتا ہے۔

قادیانی نبوت کے گمرانے میں پان کا شوق فرمایا جاتا تھا۔

انگریزی نئی انگریزی پاخانے پر بیٹھ کر پاخانے کا شوق فرمایا کرتا تھا لیکن معلوم نہیں کہ بعد میں نہاتا تھا یا نہیں کیونکہ انگریزی پاخانے سے تو انسان فوراً ٹپاک ہو جاتا ہے۔

اس دفعہ مرید کو پیسے بھیج دیے ہیں، شاید تنگ آیا ہو مرید اس بار اشیاء نہ بھیجتا لیکن پھر بھی اشیاء کی نسبت قیمت بہت کم بھیجی گئی ہے، شاید ففٹی ففٹی کا پروگرام ہو۔

خط نمبر ۴:

معہی اخو یکم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خریدنی خود خریدیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومرکی دکان سے خرید دیں۔ مگر ٹانک وائن چاہیے، اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ

اس خط سے مندرجہ ذیل باتیں عیاں ہوتی ہیں۔

مرزا قادیانی شراب پیتا تھا کیونکہ ٹانک وائن وہ طاقتور شراب تھی جو انگلستان سے سرہند بوتلوں میں ہندوستان آتی تھی۔

جس گھر میں باپ شراب پیتا ہو، اس گھر کے باقی افراد کی اخلاقی حالت کیا ہوگی؟ حسب معمول مرید کو پیسے پھر نہیں بھیجے اور مرید کی جیب کو رگڑا لگا دیا ہے۔

د۔ دنگل : یہ مشہور و معروف دنگل مرزا قادیانی اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے درمیان ہوا۔ اس دنگل میں مرزا قادیانی نہ صرف چاروں شانے چت ہوا بلکہ ایسا چت ہوا کہ جسم سے روح ہی نکل گئی۔ اس دنگل کا چیلنج مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی طرف سے نہیں بلکہ خود مرزا قادیانی کی طرف سے تھا۔ بڑھک باز مرزا قادیانی کے چیلنج کے الفاظ ملاحظہ ہوں جس میں اس نے مولانا امرتسریؒ کو مخاطب کر کے لکھا:

”اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں، جیسا کہ آپ اکثر اوقات اپنے پرچے میں مجھے یاد کرتے ہیں، تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں، جو مجھ پر لگاتا ہے، حق پر نہیں

تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو تابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون اور ہیضہ کے امراض ملکہ سے۔“

جھوٹے نے خود ہی اللہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا، جہاں سے ہمیشہ انصاف ملا کرتا ہے۔ اللہ پاک نے انصاف کر دیا اور مرزا قادیانی اپنی منہ مانگی موت یعنی ہیضہ میں مبتلا ہو کر واصل جہنم ہوا۔ اس دنگل کا مفتوح پہلوان مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرا جبکہ فاتح پہلوان مولانا ثناء اللہ امرتسری مرزے کی موت کے چالیس سال بعد تک زندہ رہے اور فتح کے نقارے بجا بجا کر قادیانیت کی ذلت کا سماں کرتے رہے۔

ڈ۔ ڈاکٹر عبد السلام : حمد حاضر میں قادیانی نبوت کا نہایت اہم پرزہ ہے۔ پاکستان دشمن ممالک تک پاکستان کے راز پہنچانا اور ان سے رابطہ رکھنا اس کے ذمہ ہے۔ پاکستان دشمنی اس کے دل و دماغ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور اکثر وہ اپنی زہریلی زبان سے پاکستان کے بارے میں زہر اگلتا رہتا ہے۔ ۱۹۷۴ء میں جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو کافر قرار دیا تو اس غدار وطن نے بہت سے بیرونی ممالک میں جا کر پاکستان کے خلاف زہر اگل کر اپنے خبیث باطن کا مظاہرہ کیا۔ مسٹر بھٹو کے دور میں جب پاکستان میں ایک بہت بڑی سائنسی کانفرنس منعقد ہوئی تو ~~یہیں تک بیٹھے~~ ڈاکٹر عبد السلام کو بھی اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ ~~لکھی~~ اس نے من ریمارکس کے ساتھ دعوت نامہ واپس کر دیا کہ ”میں اس لعنتی ملک پر قدم رکھنا نہیں چاہتا جب تک آئین میں کی گئی ترمیم (قادیانی غیر مسلم ہیں) واپس نہ لی جائے۔“

۱۹۷۹ء میں یہودیوں نے اپنے پالتو سائنس دان کی بین الاقوامی خدمات کے عوض اسے قبل انعام سے نوازا، ملائکہ وہ قطعی طور پر اس کا اہل نہ تھا۔ ڈاکٹر عبد السلام کس اہلیت کا کوئی ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کسی زمانہ میں کہ تخت کالج قصور میں فرس کا ٹیچر تھا۔ اس کے طالب علم بتاتے ہیں کہ وہ

ایک انتہائی کٹھا استاد تھا۔ کالج کے پرنسپل نے اس کی پرسنل فائل میں لکھا تھا کہ عبد السلام ایک نا اہل استاد ہے۔ ڈاکٹر عبد السلام نے نوبل انعام کو مرزا قادیانی کی برکات اور معجزہ قرار دیا۔ اپنے ہم مشن یودیوں سے نوبل انعام وصول پانے کے بعد ڈاکٹر عبد السلام نے سویڈش اخبار نویس البرٹ یلٹ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

”میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کا غلام ہوں، پھر مسلمان ہوں، پھر پاکستانی۔“

وہ بھارت اور اسرائیل کے اکثر خفیہ دورے کرتا رہتا ہے۔ اندرا گاندھی اور راجیو گاندھی سے بہت قریبی تعلقات تھے۔ بھارت جب بھی کوئی ایٹمی دھماکہ کرے یا کوئی خاص اسلحہ تیار کرے تو وہ کھلے عام بھارت کو مبارک باد دیتا ہے۔ سینکڑوں مسلمان نوجوانوں کو بیرون ممالک نوکریوں کے ہتھیار سے مرتد بنا چکا ہے۔ عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت اور ملت اسلامیہ کے ماتھے کے جھومر ڈاکٹر عبد القدیر کے ساتھ سخت نفرت اور دشمنی رکھتا ہے۔ ان کے خلاف اعلیٰ حلقوں میں نت نئی سازشوں کے جال بنتا رہتا تھا۔ بیرونی پریس میں ان کی کردار کشی کرتا رہتا ہے۔ وہ صبح و شام انگاروں پہ لوٹتا رہتا ہے کہ وہ کسی طرح ڈاکٹر عبد القدیر خان کی سیٹھ پہ قبضہ کر لے۔ لیکن صاحب بصیرت ڈاکٹر عبد القدیر خان بھی ہر لمحہ اس کی سازشوں سے چوکنا رہتے ہیں اور انہیں طشت ازبام کرتے رہتے ہیں اور ملت اسلامیہ کو باخبر کرتے رہتے ہیں کہ کس طرح وہ سائنس کے روپ میں ان کی سانس دبانے کی مذموم کوششوں میں مصروف ہے۔

ذ- ذات : مرزا قادیانی کی ذات کیا تھی؟ یہ ایک بڑا بیچ دار، لچھے دار اور مچھلک مسئلہ ہے۔ جب اس کا شناختی کارڈ ترتیب دینے کے لیے ہمیں اس کی ذات کی ضرورت پیش آتی ہے تو ہمیں مجبوراً قادیانیت کی کتب کے مطالعہ کے بدبودار سفر پر روانہ ہونا پڑتا ہے تو اس متعفن سفر کے بعد ہمارے سامنے جو صورت حال آتی ہے وہ

کچھ یوں ہے

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ”کتاب البریہ“ کے صفحہ ۳۳ پر اپنی ذات برلاس (مغل) لکھی ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۳۵ کے حاشیہ پر لکھتا ہے:

”میرے المامات کی رو سے ہمارے آباء اولین فارسی تھے۔“

اپنی کتاب ”ایک غلطی کا ازالہ“ کے صفحہ ۲۹ پر لکھتا ہے:

”میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی۔“

اپنی تصنیف ”تحفہ گوٹویہ“ کے صفحہ ۴۰ پر لکھتا ہے:

”میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب آئے تھے۔“

اپنی کتاب ”نزول مسیح“ کے صفحہ ۵۰ پر لکھتا ہے:

”بنی فاطمہ سے ہوں۔ میری بعض دادیاں مشہور اور صحیح النسب سادات میں سے تھیں۔“

پھر ہندو ہونے کا اعلان کرتا ہے:

”کرشن میں ہی ہوں۔“ (تذکرہ، ص ۳۸۱)

پھر سکھ ہونے کا اعلان کرتا ہے:

”مین الملک جے سنگھ بہادر۔“ (تذکرہ، ص ۴۷۲)

پھر ایک اور قلابازی کھاتا ہے جس سے عقل حیران و پریشان ہو کر ہاتھ باندھ لیتی

ہے مرزا قادیانی کہتا ہے:

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(درثین، ص ۱۰۰، معنفہ مرزا قادیانی)

پھر ان نسلوں پر خط تنبیخ پھیرتے ہوئے ایک اور چھلانگ لگاتا ہے۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(درئین، ص ۶۸، مصنف مرزا قادیانی)

یہاں کہتا ہے کہ میں ”آدم زاد“ ہی نہیں ہوں یعنی میں ”بندے دا پتر“ ہی نہیں۔ یہاں اس نے انسان کا بچہ ہونے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ لہذا ہم بڑی سوچ بچار کے بعد مرزا قادیانی کی ذات کو ”ذات آوارہ“ قرار دیتے ہیں۔

ر۔ ریاست : فرنگی رپوٹ مرزا قادیانی نے مختلف قلابازیاں کھانے کے بعد ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت داغ دیا اور اس کے ساتھ ہی ایک قادیانی ریاست کی جستجو شروع ہو گئی جہاں ایک حکومت کے زور پر قادیانی نبوت کو چلایا جاسکے اور دنیا کے سامنے ایک قادیانی ریاست کو پیش کیا جاسکے۔ اس ریاست میں قادیانی شریعت نافذ کی جاسکی۔ لوگوں کو نوکریوں، چھو کریوں، پلاٹ اور دیگر مراعات دے کر مرتد بنا کر وہاں بسایا جاسکے۔ یہ آرزو مرزا قادیانی کے دل میں ہر وقت انگڑائیاں لیتی رہتی۔ مرزا قادیانی کی نظر انتخاب کشمیر پر پڑی کہ کشمیر کو قادیانی ریاست بنا لیا جائے۔ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حکیم نور الدین کو کشمیر بھیجا گیا۔ ایک سازش کے تحت حکیم نور الدین کو ریاست کشمیر میں شاہی طبیب کی حیثیت سے تعینات کرا دیا گیا۔ حکیم نور الدین نے مہاراجہ کشمیر راجہ امر سنگھ کی انتہائی قربت حاصل کر لی اور وہ ریاست میں سیاہ و سفید کا مالک بن گیا اور ابھی وہ ریاست پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ ہی رہا تھا کہ اگلے حکمران راجہ پر تاب سنگھ نے حکیم کو ایسی مٹنی دی کہ اس کے سارے حسین سپنے چکنا چور ہو گئے۔ تقسیم ہند کے موقع پر قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین نے ہاؤنڈری کمیشن کے سامنے یہ مطالبہ کیا کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے لہذا ہمارے شہر قادیان کو ”وٹیکن سٹی“ قرار دیا جائے، تاکہ ہم وہاں پر اپنی الگ ریاست بسا سکیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ہاؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنی ریاست کا نقشہ بھی پیش کیا لیکن ان کا یہ مطالبہ رد کر دیا گیا اور قادیان بھارت کے

حوالے کر دیا گیا۔ تقسیم ہند کے بعد قادیانی منہ اٹھا کر پاکستان آ گئے۔ انگریز گورنر سر فرانس موڈی نے اپنے ان چیتوں کو بمقام ربوہ ضلع جھنگ میں ۱۹۳۳ ایکڑ سات کتل، آٹھ مرلے اراضی پرانا آنہ فی مرلہ کے حساب سے تحفہ "عنايت کی۔ قادیانوں نے پاکستان میں ربوہ کو اپنی ریاست بنانے کی سر توڑ کوششیں شروع کر دیں۔ ربوہ کو ایک بند شہر بنا دیا گیا۔ کوئی مسلمان ربوہ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ قادیانی خلیفہ ربوہ کا مطلق العنان حاکم تھا۔ اس کا ہر حکم قانون تھا۔ ربوہ کی اپنی عدالتیں اور قطار تیں تھیں۔ ربوہ کے اپنے الگ اشام پیپر تھے۔ ابھی یہ خوفناک منصوبہ اپنی شیطانی حیل کی جانب رواں دواں تھا کہ ۱۹۷۴ء میں زبردست تحریک ختم نبوت اٹھی، جس نے اس سارے منصوبے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ پاکستان میں قادیانیوں کو آئینی طور پر کافر قرار دے دیا گیا۔ ربوہ کھلا شہر قرار پایا اور مسلمان ربوہ میں داخل ہو گئے۔

۱۹۷۴ء میں جب مولانا اسلم قریشی کیس میں حکومت قادیانی خلیفہ مرزا طاہر کو شہل قہقیش کرنے لگی تو وہ راتوں رات ربوہ چھوڑ کر برطانیہ بھاگ گیا اور اس کے بعد قادیانی نبوت کے خاندان کے اہم افراد اور دیگر بڑے بڑے قادیانی بھی اپنے بگڑے پیشوا کے پیچھے برطانیہ چلے گئے اور آج تک وہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یوں ربوہ کو قادیانی ریاست بنانے کی سازش تار تار ہو گئی۔

پاکستان بننے کے فوراً بعد قادیانیوں نے صوبہ بلوچستان پر اپنی حرص نکاہیں گاڑ رکھی تھیں۔ اس وسیع و عریض رقبہ اور معدنیات سے لدی ہوئی زمین پر قادیانی ریاست قائم کرنا چاہتے تھے۔ قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین نے قادیانی امت کو بلوچستان پر قبضہ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا:

"بلوچستان کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ زیادہ آبادی کو احمدی بنانا مشکل ہے لہذا تھوڑے آدمیوں کو تو احمدی بنانا مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبہ کو بہت جلد احمدی بنایا جا سکتا ہے۔ اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں

گئے۔ پس تبلیغ کے ذریعے بلوچستان کو اپنا صوبہ بنا لو تاکہ تاریخ میں آپ کا نام رہے۔“

(مرزا بشیر الدین محمود کا بیان مندرجہ ”الفضل“ سہر اگست ۱۹۳۸ء)

لیکن علمائے حق اور بلوچستان کے غیور مسلمانوں نے اس سازش کا فوری نوٹس لیا اور اس کے پرچے اڑا دیے اور قادیانی وہاں سے اپنی سازشوں سمیت سرپہ پاؤں رکھ کر بھاگے۔

جب افغان مجاہدین کے عظیم جذبہ جہاد اور فقید المثال قربانیوں سے روس ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تو روسی ریاستوں نے اپنی آزادی اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ مختلف ریاستوں کو آزاد ہوتا دیکھ کر قادیانیوں کو پھر اپنی قادیانی ریاست یاد آئی اور ان کے منہ سے رال ٹپکنے لگی۔ ان ریاستوں میں سے کسی ریاست کو قادیانی ریاست بنانے کے لیے قادیانی مبلغین کی فوجیں وہاں روانہ کر دی گئیں۔ لاکھوں کی تعداد میں لڑ پڑ وہاں بکھیر دیا گیا۔ لیکن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بروقت اقدامات کی وجہ سے قادیانیوں کو منہ کی کھانی پڑی اور انہیں وہاں خائب و خاسر ہونا پڑا۔ تقریباً ایک صدی کی پے در پے ناکامیوں کے باوجود آج بھی حریص قادیانی اپنی ریاست کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ لیکن آج بھی قادیانیوں اور ریاست کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا قادیانیوں اور ایمان کے درمیان!

ڑ - آڑو : وہ بد بخت قادیانی جنہوں نے اپنی بد بخت آنکھوں کے ساتھ مرزا قادیانی کا بد بخت ”بو تھا“ دیکھا اور اس کے جھوٹے دعویٰ نبوت کو سچ کہا اور آج بھی دنیا کے اس عظیم جھوٹ کو سچ کہہ رہے ہیں، ہمارے دوستوں کی اصطلاح میں انہیں آڑو کہا جاتا ہے۔ میرا دوست صدیق شاہ کہتا ہے کہ ان کا نام آڑو اس لیے ہے کہ یہ بدھاپے کے شکنجے میں کسے جانے کے باوجود اپنے کفر کو سچ کہنے پر ”اڑے“ ہوئے ہیں۔ جس طرح آڑو کے وسط میں اس کی سخت گھٹلی کھسکتی ہوئی ہے، اسی طرح کفر

ارتداد ان کے قلب کے وسط میں کھس جاتا ہے۔ جو آڑو چلنے پھرنے سے معذور ہوں انہیں ”کلی آڑو“ کہا جاتا ہے اور جو آڑو چل پھر سکتے ہوں انہیں ”بیضوی آڑو“ کہا جاتا ہے۔ آڑوؤں کے چہرے باقی قادیانیوں کی نسبت اس لیے زیادہ لعنت زدہ ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے مرزا قادیانی کے لعنت افروز چہرے سے ڈائریکٹ ”فیض“ حاصل کیا ہوتا ہے۔ موت کا شکر آڑوؤں کی ایک کثیر تعداد کو اچک کر جہنم لے گیا ہے۔ اب ہماری معلومات کے مطابق دنیا میں صرف دس بارہ آڑو پائے جاتے ہیں۔ آڑوؤں کی اس خطرناک حد تک گھٹتی ہوئی تعداد کو دیکھتے ہوئے قادیانی جماعت نے آئندہ مرنے والے آڑوؤں کو حوط کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ زمانے کو دکھانے کے لیے مرزا قادیانی کا کوئی تو معجزہ محفوظ رہے۔ اگر آپ کو کسی آڑو کے بارے میں پتہ چلے تو آپ اسے ضرور دیکھنے جائیں تاکہ آپ اللہ کے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ تمام آڑو اپنے نبی مرزا قادیانی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے لیٹرن ہی میں جان کی بازی ہارتے ہیں۔ پہلے آڑو خاص خاص جلسوں میں صدارت کے لیے جایا کرتے تھے لیکن خیاء الحق کے نافذ کردہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کے بعد ”چھل“ کر کے عتب ہو گئے ہیں۔ پچھلے سال کی بات ہے کہ ایک آڑو لاہور کینٹ میں ایک قادیانی جلیے کی صدارت کے لیے آیا لیکن جب پولیس نے چھاپہ مارا تو آڑو یوں غائب ہو گیا گویا ٹیچی ٹیچی کے پروں پر سوار ہو کر پرواز کر گیا ہو۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ کئی آڑو کا منہ کئی طرح اور بیضوی آڑو کا منہ بیضوی آڑو کی طرح ہوتا ہے۔

ز - زبان : آپ نے بہت سی جھوٹی زبانیں سنی اور دیکھی ہوں گی لیکن کائنات میں سب سے جھوٹی زبان مرزا قادیانی کے منہ میں تھی۔ اس کی زبان سے جھوٹ کا پتہ نہ گرتا تھا۔ وہ پے در پے اور تہہ در تہہ جھوٹ بولتا اور پھر ان جھوٹوں کو سچ ثابت کرنے کے لیے اسے مزید جھوٹ بولنے پڑتے۔ وہ صبح کچھ، دوپہر کچھ، شام کچھ اور رات کو کچھ کہتا۔ اس کی زبان تضادات کا مجموعہ تھی۔ کچھ تضادات آپ بھی پڑھئے

اور بتائیے کہ کبھی آپ نے اپنی زندگی میں ایسا شخص دیکھا ہے؟

قول اول: ”خدا وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا۔“ (ازالہ اوہام، ص ۱۲۰، جلد دوم)

تردید: ”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“ (دافع ابلاء، ص ۱۱، مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

قول اول: ”بعض احادیث میں عیسیٰ ابن مریم کا لفظ پایا جاتا ہے لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں پاؤ گے کہ اس کا نزول آسمان سے ہوگا۔“ (حماتہ البشری، مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

تردید: ”صحیح مسلم کی حدیث میں یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔“ (ازالہ اوہام، ص ۸۷-۹۲، مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

قول اول: ”بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں۔“ (کتاب البریہ، ص ۱۳۹، مطبوعہ ۱۸۹۷ء)

تردید: ”میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا یہی حال ہے کہ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہو۔“ (ایام صلح، ص ۱۳۷، مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

قول اول: یہ بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو کیونکہ اس میں تکلیف بالایطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے۔“ (چشمہ معرفت، ص ۲۰۹، مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

تردید: ”بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں جیسے انگریزی، سنسکرت، عبرانی وغیرہ۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں کچھ نمونہ

من کا کھایا ہے۔“ (نزل المسح، ص ۵۷، مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

قول اول: ”حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے، پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھیں۔“ (آئینہ کلمات اسلام، ص ۶۸، مطبوعہ ۱۸۸۳ء)

تردید: ”اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان پرندوں کا پرواز قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔“ (ازالہ ادہام، ص ۳۰۷، طبع اول ۱۸۹۱ء)

قول اول: ”قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں۔“ (ایام صلح اردو، طبع اول، ص ۱۳۶، مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

تردید: ”جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو من کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و انظار میں پھیل جائے گا۔“ (براہین احمدیہ، حصہ چارم، ص ۴۹۸، قدیم ایڈیشن ۱۹۰۶ء)

قول اول: ”میسائیوں اور یہودیوں نے اپنے دجل سے خدا کی کتابوں کو بدل دیا۔“ (نور القرآن، حصہ اول نمبر ۶)

۳؎ ”نجیل و تورات ناقص اور محرف اور مبطل کتابیں ہیں۔“ (دافع ابلاء، ص ۱۹)

”چاروں انجیلیں نہ اپنی صحت پر قائم ہیں اور نہ سب اپنے بیان کی رو سے سچی ہیں اور اس طرح انجیلوں کے واقعات میں طرح طرح کی غلطیاں پڑ گئیں اور کچھ کچھ کھایا۔“ (براہین احمدیہ، حصہ چارم، ص ۳۳۱، طبع قدیم)

تردید: ”یہ کہنا کہ وہ کتابیں محرف و مبطل ہیں، ان کا بیان قابل اعتبار نہیں۔ ایسی بات وہی کرے گا جو خود قرآن شریف سے بے خبر ہے۔“

قول اول: ”حضرت مسیح تو ایسے خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز اور بے نفس بندے تھے جو انہوں نے یہ بھی روا نہ رکھا کہ کوئی ان کو نیک آدمی کہے۔“

(مشیر براہین احمدیہ، ص ۱۴۳)

تردید: ”میسوع اس لیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ

مخلص شرابی کبابی ہے اور خراب چال چلن۔“ (ست بچن، ص ۱۷۲)

قول اول : ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بلدہ قدس میں ہے اور اب تک موجود ہے اور اس پر ایک گر جانا ہوا ہے۔“ (اتمام الحجۃ، مصنفہ مرزا قادیانی، شہادت محمد سعید طرابلسی، ص ۲۰)

تردید : ”خدا کا کلام قرآن شریف گواہی دیتا ہے کہ وہ مر گیا اور اس کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے۔“ (حقیقتہ الوحی، ص ۱۱ حاشیہ)

کیوں قارئین! آپ نے زندگی میں کبھی ایسا منہ اور زبان دیکھی ہے۔ صد حیف ان لوگوں پر جو اس مخلص کو نبی مانتے ہیں جو گھر میں نوکر رکھے جانے کے بھی قابل نہیں۔

ژاڑ خالی : ژاڑ خالی بے ہودہ گفتگو یا بکواس کو کہتے ہیں۔ مورخین نے مرزا قادیانی کو اس فن کا امام مانا ہے۔ مرزا قادیانی صرف گالی بازی نہیں بلکہ گالی ساز بھی تھا۔ اس نے عربی، فارسی، اردو اور پنجابی میں دنیا کو بہت سی گالیوں سے متعارف کرایا ہے۔

وہ صرف گالیاں بکتا ہی نہیں تھا بلکہ لکھتا بھی تھا۔ اس فن میں اس کی زبان کو شرم آتی تھی نہ قلم کو حیا۔ اس کی گالیوں میں ایک عجب روانی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے۔ وہ پکار پکار کر اور چبا چبا کر گالیاں بکتا۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسے گالیوں کی جنم گھٹی دی گئی تھی۔ وہ نظم میں بھی گالیاں دے سکتا تھا اور نثر میں بھی۔ مرزا قادیانی نے اپنی امت کو بھی یہ فن خوب سکھایا اور سکھانے کا حق ادا کر دیا۔ امت نے بھی انتہائی پختہ مشق کر کے سیکھنے کا حق ادا کر دیا۔ جب مرزا قادیانی کا گالیاں لکھنے کا پروگرام ہوتا تو وہ ای پلو مرکی شراب پی کر زبان کا سوچ آن کر دیتا۔ ٹیچی ٹیچی اس کی زبان پر ریڈی میڈ گالیاں رکھتا جاتا اور اس کی زبان گالیوں کے برسٹ مارتی جاتی۔ جب گالیاں لکھنے کا پروگرام ہوتا تو وہ اپنے جھاڑو نما قلم کو پکڑتا، دو چار

مرتبہ قلم جماعتاً، قلم کو پانچ سات گالیاں بکنا، پھر نوک قلم اپنے داغ میں چبھوتا، گویا
 دماغ کو سٹارٹ کر رہا ہے، دماغ سٹارٹ ہو جاتا اور وہ کسی بد نصیب کاغذ پر اپنے زہریلے
 قلم کے منہ سے گلیوں کی طغی کرتا جاتا۔ نمونے کے طور پر چند گالیاں پیش خدمت
 ہیں۔

”سبحہ اللہ لدھیانوی بے وقوفوں کا نطفہ اور کجی کا بیٹا ہے۔“ (تمہ حقیقتہ
 الوہی، ص ۳۳)

”خدا تعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی۔“ (تمہ حقیقتہ الوہی، ص ۳۳)
 ”آریوں کا پر میشر (خدا) ناف سے دس انگلی نیچے ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں۔“
 (چشمہ معرفت، ص ۳۱)

”ہر مسلمان مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعوے پر ایمان لاتا ہے مگر زنا کار
 کجیروں کی اولاد، جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے، وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔“
 (آئینہ کمالات اسلام، ص ۵۳۷)

”جھوٹے آدمی کی یہی نشانی ہے کہ جاہلوں کے رویہ تو بہت لاف گزاف مارتے
 ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے
 وہیں داخل ہو جاتے ہیں۔“ (حیات احمد، جلد نمبر ۱-۳، ص ۲۵)

”عبدالحمق کو پوچھنا چاہیے کہ اس کا وہ مباہلہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا۔ کیا اندر
 ہی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا یا پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا۔ اب تک اس
 کی عورت کے پیٹ سے ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا۔“ (ضمیمہ انجام آقہم، ص ۲۷)

س۔ سکندر مرزا: سکندر مرزا پر لے دیجے گا بے دین اور عیاش تھا۔ مذہب
 سے لے خدا واسطے کا بھرتا۔ وہ میر جعفر کی اولاد سے تھا۔ اتنے بڑے غدار کی اولاد
 مرنے پر بھی شرم کی بجائے فخر کیا کرتا تھا۔ اس کی بیوی ناہید سکندر مرزا اپنے خاندان
 سے بھی ہاتھ آگے تھی۔ اپنے وقت شباب میں اس ایرانی حسینہ کی رنگین

داستانوں کے خوب چرچے تھے۔ سکندر مرزا بھی اس کی آنکھوں کے تیر کا شکار ہوا تھا اور پھر پک کر قدموں میں جا گرا تھا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کو کچلنے کے لیے جب پاکستان میں پہلا مارشل لاء لگایا گیا تو سکندر مرزا اس وقت سیکرٹری دفاع تھا۔ قادیانیوں کے یار سکندر مرزا نے ختم نبوت کے پروانوں پر وہ ستم توڑے کہ شر لاہور خون میں نہا گیا۔ سفاک سکندر مرزا فوجیوں سے پوچھتا کہ کوئی گولی خالی تو نہیں گئی۔ آج کتنے مولوی مارے؟ اس خدمت کے عوض قادیانی اس کے کمرے کو عیش و عشرت کے سامان سے آراستہ رکھتے۔ کبھی دوستوں کی محفل میں جام پہ جام لڑھکتا، قہقہے لگاتا سکندر مرزا کہتا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں ساحل سمندر پر مولویوں کی دعوت کروں۔ ایک سونے کی بہت بڑی کشتی بناؤں اور مولویوں کو سمندر کی سیر کے لیے لے جاؤں اور پھر گمرے سمندر میں کشتی لے جا کر سارے مولویوں کو غرق کر دوں۔ ختم نبوت کا خدار سکندر مرزا علمائے کرام کو تو غرق نہ کر سکا البتہ یہ سزا خود اس کو مل گئی۔ ایوب خان نے جب سکندر مرزا سے اقتدار چھینا تو سکندر مرزا کو ملک چھوڑ کر لندن پناہ یعنی پڑی جہاں وہ ایک ہوٹل میں مینجر لگ گیا۔ کہاں پاکستان کا گورنر جنرل اور کہاں لندن کے ایک ہوٹل کا مینجر! لندن ٹھہرنے کے کچھ عرصہ بعد وہ ایران چلا گیا جہاں جلد ہی وہ مر گیا اور اسے ایران ہی میں دفن کر دیا گیا۔ قدرت نے ابھی انتقام لینا تھا اور ختم نبوت کے خدار کو نہانے کے سامنے عبرت کا نشان بنانا تھا۔ شاہ ایران کے بعد جب ایران میں خمینی کی حکومت قائم ہوئی تو ایک طبقے نے آواز اٹھائی کہ امریکہ کا ایجنٹ سکندر مرزا ایرانی سرزمین میں کیوں دفن ہے؟ لہذا اس کی قبر اکھیڑی گئی۔ ہڈیوں کو نکال کر پاؤں تلے روند ا گیا اور پھر ہڈیوں کو سمندر میں پھینک دیا گیا۔ یوں زمین نے ختم نبوت کے پروانوں کے قاتل کو اپنے پیٹ میں برداشت نہ کیا۔

مٹ گئے، مٹ جائیں گے اعدا تیرے

نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا چرچا تیرا

”نوائے وقت“ مارچ ۱۹۹۳ء کے جمعہ میگزین میں کسی صاحب نے سکندر مرزا پر

ایک مختصر مکر جامع اور اثر انگیز مضمون لکھا۔ وہ انتہائی حقائق افروز مضمون آپ کی خدمت میں برائے مطالعہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ آپ اس نشان عبرت کو دیکھ سکیں۔

”نشان عبرت عرف سکندر کا مقدر“

۱۹۵۲ء سے اکتوبر ۱۹۵۸ء تک سکندر مرزا پاکستان کے مطلع سیاست پر اس طرح چھائے رہے کہ ان کی حیثیت اور دبدبے کا شہو چار دایک عالم میں تھا۔ ان کے اشارۂ اہمہ کے بغیر پاکستان میں کوئی پتا تک نہیں ہوتا تھا۔ وہ مشرقی پاکستان کی گورنری کے عہدے پر فائز رہے، پھر انہوں نے مرکزی حکومت میں سیکرٹری داخلہ اور دفاع کے فرائض انجام دیے، پھر ایوان صدر کراچی کی غلام گردشوں میں کوئی ایسا کھیل کھیلا کہ مظلوم و معذور ملک غلام محمد کو نکال باہر کیا اور قائد اعظم کی کرسی پر مسلط ہو گئے۔ ان کے دور میں چودھری محمد علی، سروردی، چندرگیر اور پھر ملک فیروز خان نون کی چھٹی ہوئی۔ اس طرح پاکستان کی سیاست میں انہوں نے دزرائے اعظم کی تقرری اور برطرفی کا ایک ایسا ریکارڈ قائم کیا جس کی شکست کا مسئلہ کسی طالع آزمائے ”صدر“ کا مختصر ہے۔ وہ اپنے نامزد کردہ پانچویں (جنرل ایوب خان) وزیر اعظم کو بھی چھٹی دینے کے لیے تیار ہو گئے تھے لیکن ایوب خان اس کھیل میں ان سے بازی لے گئے اور انہیں جیک جی و دو گوش ایوان صدر سے ہی نہیں بلکہ ملک سے بھی نکال باہر کیا۔ اپنے دور اقتدار میں ملک کی قسمت کا مالک بننے والے جنرل مرزا کو لندن کے ایک ہوٹل میں مینجر کا عہدہ مل سکا اور اقتدار کے دور میں حاصل کردہ صرف ایک ہی چینلان کی رفعت سن رہی یعنی ان کی اہلیہ ناہید سکندر مرزا۔ بیگم ناہید جو پاکستان میں متعین ایک ایرانی پریس اتاشی کی اہلیہ تھیں، کسی تقریب میں سکندر کی نگاہ انتخاب کا معیار ٹھہریں اور جس طرح ایرانی شوہر سے انہوں نے نجات حاصل کی وہ ایک طویل کہانی ہے۔

سکندر مرزا نے ملک میں دو مارشل لاء لگائے۔ اس لحاظ سے بھی یہ ایک ریکارڈ ہے۔ تحمل کسی کو یہ ”دوہری سعادت“ حاصل نہیں ہو سکی۔ وہ ملک کے آخری گورنر

جنرل اور پھر پہلے صدر مقرر ہوئے۔ یہ ایک ایسا منفرد ریکارڈ ہے جو کبھی بھی نہیں ٹوٹے گا۔ وہ چانکیہ اور میکاوی ازم کا معجون مرکب تھے اور ان سے کام لے کر وہ پاکستانی سیاست کے مرد آہن بن گئے۔ امریکی سفارت خانے اور ایوان صدر کے درمیان گہرے رابطے انہی دنوں استوار ہوئے کہ ان کے صاحبزادے نے امریکی سفیر کی صاحبزادی کو اپنی زوجیت میں لیا اور پھر ان کی اولاد کو ”امویہ لارنس مرزا“ کا منفرد نام دیا گیا۔ ”امویہ لارنس مرزا“ آج کل کہاں ہیں، کوئی پتہ نہیں یا کم از کم عام لوگوں کو معلوم نہیں کہ ان کے مرد آہن کے ”باقیات الصالحات“ پر کیا گزری یا کیا گزر رہی ہے؟

سیکرٹری دفاع کی حیثیت سے ان کے حکم پر لاہور میں ۱۹۵۳ء کا مارشل لاء لگایا گیا اور پھر انہیں ہی یہ سعادت حاصل ہوئی کہ ۱۹۵۸ء میں انہوں نے اس آئین ہی کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جس کی انہوں نے منظوری دی تھی اور اسی آئین نے انہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا پہلا صدر ہونے کا اعزاز بخشا۔ پھر ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۸ء نیم شب ان کو ایوان صدر سے نکال کر لندن کے ایک ہوٹل کی مینجری پر متعین کر دیا گیا۔ سکندر مرزا کا عہد اقتدار ہماری تاریخ کا ایک ایسا حصہ ہے جس کی ایک ایک سطر عبرت کا مرقع ہے۔ انہوں نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے کیا کیا تدبیریں اختیار نہ کیں، سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی ایک نئی روایت کی داغ بیل ڈالی جو اب ایک تنہا اور درخت کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ انہوں نے راتوں رات ری پبلکن پارٹی بنوائی جس کا سربراہ اپنے ایک قدیمی دوست ڈاکٹر خان صاحب کو بنایا اور پھر ان کی سادگی اور خلوص کو اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لیے استعمال کیا۔ سکندر مرزا کے ”کارناموں“ کا جائزہ لیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ پاکستانی قوم نے اپنے مزاج کے خلاف کیسے کیسے حکمرانوں کو برداشت کیا یا کیسے کیسے حکمرانوں نے پاکستانی عوام کے مبروہ ضبط کو آزمانے کی کوشش کی۔ اقتدار کے حصول کے لیے کیسے کیسے گھناؤنے کھیل کھیلے گئے اور ملک و عوام کے خلاف ایسی کون سی سازش تھی جو نہیں کی گئی۔ اور اگر قدرت کا دست

غیب پاکستانی عوام کے سر پر سایہ نکلن نہ ہوتا تو پاکستان اور پاکستانی قوم کا کیا حشر ہوتا، اس کے تصور ہی سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ سکندر مرزا کے بارے میں ان گنت کہانیاں مشہور ہیں۔ ایک کہانی تو یہ ہے کہ اپنے زمانے کے معروف سمگلر قاسم بھی نے ان کی اہلیہ کو ایک لاکھ روپے کی مالیت کا ہار بطور تحفہ پیش کیا اور اس کے بدلے ان سے سونے کی سگنگ میں سرپرستی کی استدعا کی جو بارگاہ سلطانی میں قبول کی گئی۔ لیکن فوجی حکام نے اس زمانے میں ایک کروڑ روپے کا مالیتی سونا کراچی کے قریب سمندر سے برآمد کر لیا جس پر مرزا صاحب کی خفگی قابل دید تھی۔ اخبارات میں قاسم بھی اور سکندر مرزا کی ایک تصویر بھی شائع ہوئی تھی جس میں اپنے اپنے فن کے دو لام کھڑے مسکرا رہے تھے لیکن تقدیر ان پر مسکرا رہی تھی۔ ایک کو قید با مشقت اور دوسرے کو جلاوطنی کی سزا ملی۔ سکندر کو پھر اپنے پیٹرو سکندر اعظم کی طرح اپنے وطن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ کہتے ہیں سکندر اعظم کی پیدائش یورپ (یونان) میں ہوئی، موت ایشیا میں آئی اور اسے افریقہ میں دفن کیا گیا۔ اپنے سکندر بھی ایشیا میں پیدا ہوئے، یورپ میں مرے اور پھر اس سرزمین میں دفن ہوئے جہاں ان کے پیٹرو سکندر کی موت واقع ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے اقتدار کے آخری دنوں میں ڈیرہ اسماعیل خان کی بعض ”نامور شخصیتوں“ کے دستخطوں سے ایک قد آدم پوسٹر بھی شائع کروایا جس میں انہیں ”شہنشاہ پاکستان“ کا خطاب دیا گیا۔

گزشتہ ۸ نومبر کو یہ سب باتیں بے اختیار یاد آ گئیں کیونکہ ۸ نومبر ہی کو وہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے تھے اور آج اس ۸ نومبر کے دن کراچی کے ایک انگریزی اخبار کے اندر بعض نکات کے زیریں حصے میں ایک دس سطری تعزیتی اشتہار شائع ہوا جس میں ان کی ایک دھندلی سی تصویر تھی۔

پور اشتہار دینے والے نے اپنا نام و پتہ تک دینے کی ہمت نہیں کی.....! سکندر اعظم کو مقدر کا سکندر کہتے ہیں اور اپنے سکندر کے بارے میں یہ اشتہار دیکھ کر بے اختیار زبان پر آ گیا..... سکندر کا مقدر.....!

ش - شیرو: بنا سہتی نمی مرزا قادیانی کو اپنے دیگر بنا سہتی شوقوں کی طرح کتے بازی کا بھی شوق تھا اور اس نے اس شوق کی تسکین کے لیے ایک کتا بھی پال رکھا تھا جس کا نام شیرو تھا۔ شیرو سارا دن گھر کی چوکھٹ کے ساتھ پٹا گلے میں ڈالے زنجیر کے ساتھ بندھا رہتا۔ شیرو دروازے پر بیٹھا مرزا قادیانی کے آنے والے مریدوں کو حیرانی و پریشانی کی آنکھوں سے دیکھتا، گویا انہیں کہہ رہا ہو کہ میں نے کتا ہو کر آج تک اپنے مالک کو شریف آدمی نہیں مانا اور تم انسان ہو کر نجانے اس کو کیا کیا مان رہے ہو اور کبھی کبھی شیرو غصے میں آ کر اپنی سرخ، سرخ آنکھیں نکال کر ان مریدوں پر اچھل اچھل کر بھونکتا کہ جیسے احتجاج کر رہا ہو کہ نادانو! کس جنم کی طرف لپکے آ رہے ہو۔ شیرو مرزا قادیانی کی رنگین راتوں کا رازدان تھا۔ ڈاکٹے سے مریدوں کی بڑی بڑی رقوم کے منی آرڈرز وصول کرنے کا معنی شاہد تھا۔ مرزا قادیانی کی گھریلو زندگی کی کئی داستانیں اس کے دماغ میں محفوظ تھیں۔ صبح جب مرزا قادیانی اسے روٹی ڈالنے آتا تو شیرو اس کے قدموں سے لپٹنے لگتا جیسے اسے سہتی دے رہا ہو کہ جا تو بھی سہتی توبہ کر کے اپنے مالک کے قدموں سے لپٹ جا۔ ایک دن صبح صبح مرزا قادیانی شیرو کو روٹی ڈالنے آیا تو اس نے دیکھا کہ شیرو سردی سے ٹھنڈ کر مرا پڑا ہے۔ اس کا منہ کھلا اور زبان باہر نکلی ہوئی ہے اور گویا وہ اپنے کھلے منہ اور باہر نکلی زبان سے مرزا قادیانی سے کہہ رہا تھا:

”اے نادان انسان! میری موت کو دیکھ کر ہی تو اپنی موت کو یاد کر لے جب تجھے کھڑے میں کھڑے ہو کر اپنے خالق کو ایک ایک ~~دینا پڑے گا~~۔ جبکہ مجھ سے تو کوئی باز پرس بھی نہیں ہوگی۔“

تمہارا خیر خواہ

”شیرو کتا“

مس سے صنعت: فرنگی نے اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے آج سے تقریباً ایک صدی قبل قادیان میں کافر سازی، مرتد سازی، زندیق سازی اور غدار سازی کی ایک بہت بڑی صنعت قائم کی۔ جھوٹی نبوت کے اس پلانٹ کا فیجنگ ڈائریکٹر مرزا قادیانی اور چیف انجینئر حکیم نور الدین تھا۔

اس پلانٹ میں بڑے بڑے مرتدوں اور غداروں کی "اسمبلنگ" ہوئی۔ لوگوں کو اس پلانٹ میں لا کر ان کے دلوں سے ایمان کی روشنی نکال کر سیاہ رنگ کر دیا جاتا۔ سینوں سے عشق رسولؐ اور جذبہ جہاد فوج لیا جاتا۔ دماغوں کا آپریشن کر کے انگریز کی اطاعت کا زہر بھر دیا جاتا۔ پھر اس صنعت سے تیار ہونے والے مرتدوں کو ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت پورے ہندوستان میں مرتد سازی کی مہم کے لیے بھیلا دیا جاتا تاکہ زیادہ سے زیادہ مرتد بنائے جاسکیں۔ تقسیم ملک کے بعد ۱۹۴۷ء میں یہ صنعت روہ پاکستان میں منتقل کر دی گئی۔ ۱۹۷۳ء میں اور اس کے بعد مسلمانوں کے پے درپے حملوں کے باعث یہ صنعت برطانیہ منتقل کر دی گئی۔ آج کل مرزا قادیانی کا پوتا، مرزا طاہر اس صنعت کا فیجنگ ڈائریکٹر ہے۔ اس پلانٹ سے بڑے بڑے قابل ذکر ننگ دین و ننگ وطن پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں کشمیر کو پاکستان سے کٹوا کر بھارت کے ساتھ شامل کرانے والا سر فخر اللہ خان اسی صنعت کا تیار کردہ تھا۔ ۱۹۶۵ء میں پاکستان اور بھارت کے مابین جنگ کی خطرناک آگ لگانے والے جنرل اختر ملک اور جنرل عبدالعلی کا تعلق بھی اسی صنعت سے تھا۔ سقوط ڈھاکہ کا اہم کردار ایم۔ ایم۔ احمد اسی صنعت کا بنایا ہوا زہریلا جگر ہے۔ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کے انتہائی اہم راز بھارت اور اسرائیل تک پہنچانے والا غدار وطن ڈاکٹر عبدالسلام بھی اسی صنعت کا بنایا ہوا سناپ ہے۔ اس کے علاوہ اس پلانٹ سے نکلنے والے ہزاروں اسلام دشمن کالے چوہوں نے وہ کالے کروت رقم کیے ہیں کہ ان کی سیاحتی سے سمندر بھی سیاہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم اپنے ہاتھوں کا کھنکول پھیلا کر یہ دعا کرتے ہیں کہ مولا! تو کوئی مہیا جلد مسلمان حکمران پیدا کر جو کفر و ارتداد کی اس صنعت، اس پلانٹ، اس چوروں

کی ماں کے پرچے اڑا دے تاکہ نہ رہے چوروں کی ماں اور نہ جنم لے کوئی چور!

ض - ضدی: قادیانی لغت میں ضدی کا لفظ مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا فضل احمد کے لیے بولا جاتا ہے۔ مرزا فضل احمد مرزا قادیانی کی نبوت کو تسلیم نہ کرتا تھا۔ وہ اپنے باپ سے کہتا ”ابا! ساری رات خراٹوں سے تیرا کمرہ گونجا رہتا ہے اور صبح اٹھ کے تو لوگوں سے کہتا ہے کہ رات مجھ پر فلاں فلاں وحی آئی ہے۔“ وہ کہتا ”اے ابا! خدا سے ڈر، تو نے یہ کیا ڈھونگ رہا رکھا ہے؟“ جواباً ”مرزا قادیانی اسے خوب غلط گالیاں دیتا اور طرح طرح کی دھمکیاں دیتا لیکن مرزا فضل احمد اپنی ہٹ پر قائم رہا۔ نہ وہ مرزا قادیانی کی گالیوں سے ڈرتا اور نہ اس کی دھمکیوں سے مرعوب ہوتا۔ عین شباب میں مرزا فضل احمد کا انتقال ہو گیا۔ مرزا قادیانی بیٹے کی نماز جنازہ میں شامل نہ ہوا۔ وہ مرزا قادیانی اور دیگر مرزائیوں کے نزدیک کافر تھا کیونکہ وہ مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان نہیں لایا تھا۔ اللہ کی شان کہ اس نے مرزا فضل احمد کو جھوٹے نبی کے زیر سایہ رکھتے ہوئے بھی اس کے ایمان کو اپنے پرہ میں محفوظ و مامون رکھا اور مرزا قادیانی جیسے مرتد و زندیق کو اس مسلمان کی نماز جنازہ میں شامل نہ ہونے دیا۔

قادیانیو! آج مجھے میرے ایک سوال کا جواب ضرور دینا اور جواب دینے کے بعد خوب سوچنا۔۔۔ شاید وہ سوچ تمہیں ایمان کے ساحل مراد تک لے جائے۔
قادیانیو! مرزا قادیانی لکھتا ہے:

”میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔“ (آئینہ کمالات اسلام، ص ۵۳، مصنفہ مرزا قادیانی)

اس عبارت کے مطابق اگر مرزا فضل احمد کی ماں رنڈی یعنی کجبری تھی تو کیا مرزا فضل احمد کا باپ مرزا قادیانی کجگر نہیں تھا؟

”جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوا تو سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔“ (انوار اسلام، ص ۳۰، مصنفہ مرزا قادیانی)

اس عبارت کے مطابق مرزا فضل احمد حلال زادہ نہیں بلکہ حرام زادہ تھا۔ اب ہم مرزا صاحب کی بیگم کو کیا کہیں اور مرزا صاحب کو کس نام سے پکاریں؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں میاد آ گیا

ط - طاہر احمد مرزا : مرزا طاہر مرزا ناصر کا چھوٹا بھائی، قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین کا بیٹا اور دجال قادیاں مرزا قادیانی کا پوتا ہے۔ باپ مرزا بشیر الدین نے سینکڑوں ”خوروں“ کے ہوتے ہوئے نو شادیاں رچائیں اور مرزا طاہر سمیت اس کے اکیس بچے تھے۔ مرزا طاہر بچپن ہی سے بڑا شریر، جھگڑالو، اور بو عکس مارنے کا شوقین تھا۔ جوان ہونے پر وہ ایک مکمل غنڈہ بن چکا تھا، جس کے ساتھ ہر وقت خنڈوں کی ایک پلٹن رہتی تھی۔ ۱۹۷۳ء میں نشر میڈیکل کالج کے طلباء پر ریوہ ریلوے اسٹیشن پر جن قادیانی خنڈوں نے حملہ کیا تھا، ان کی قیادت مرزا طاہر ہی کر رہا تھا۔ مرزا ناصر کی موت کے بعد قادیانی خلافت کے تھڑے پر بیٹھنے کے لیے اس کے مقابل میں منیبہ حریف تھے۔ یعنی مرزا رفیع، مرزا مبارک احمد اور ایم۔ ایم۔ احمد۔ لیکن مرزا طاہر جو ممتاز منظرہ میں اپنے حریفوں سے بہت آگے تھا اور اس نے باپ سے ورثہ میں دو سوئوں کی نسبت زیادہ خباثت پائی تھی، نے مکمل مہارت سے اپنی راہ سے یہ تھیں کٹے ہٹا دیے۔ اس نے بڑے بھائی مرزا ناصر کی زندگی ہی میں مرزا رفیع پر سخت سی پلٹیں لگا رکھی تھیں اور اسے عوامی اجتماعات میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ دوسرے طرف مرزا مبارک کو بھی وہی مہمک قادیانی مشین کا سربراہ بنا کر بھیج دیا۔ اسے لگا کہ جتنی چاہے ملے گا اور کچھ اور بیش ازاد۔ تیسرے طرف ایم۔ ایم۔ احمد کی وجہ سے ان کی دلچسپی جماعت کے علاوہ اس کا منہ بند کر دیا۔ راستے

کے سارے کانٹے ہٹانے کے بعد وہ بھارتی نبوت کا گدھی نشین بنا اور بڑے کوفہ کے ساتھ جھوٹی نبوت کا کاروبار چلانے لگا۔ ۱۹۸۲ء میں اس کے ایما پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا اسلم قریشی کو سیالکوٹ سے اغواء کیا گیا۔ مولانا اسلم قریشی کے اغواء پر مسلمانان پاکستان نے ایک زبردست تحریک چلائی اور حکومت سے مولانا اسلم قریشی کی بازیابی اور مجرموں کی گرفتاری کا مطالبہ ملک کی کئی کئی بار حکومتی تفتیش کے ہاتھ مرزا طاہر کی گردن پر پہنچے گئے تو وہ ایک اندھیری شب کو برقع پہن کر پاکستان سے فرار ہو کر لندن اپنی ثانی کے پاس چلا گیا۔ لندن سے تیسرے دن اسرائیل گیا اور وہاں بائیس دن ٹھہرا۔ عالم اسلام کے بدترین دشمن اسرائیل میں کلیدی عہدوں پر تعینات اور خفیہ اداروں کے افسروں سے جی بھر کر ملاقاتیں کیں اور پھر لندن آگیا۔ لندن سے ۶۳ کلومیٹر دور اکیس ایکڑ زمین پر ”اسلام آباد“ کے نام پر اپنی جدید کفریہ بستی بسائی۔ یہ زمین اس نے چالیس کروڑ روپے میں خریدی۔ مرزا طاہر کی عمر اس وقت ۶۵ سال کے لگ بھگ ہے۔ قادیانیوں اور یہود و نصاریٰ سے اس قدر دولت بٹوری ہے کہ دنیا کے اکتالیس امراء میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ پرنس آف ایڈنبرا کے ساتھ پولو کھیلتا تھا۔ مرزا طاہر کی کوئی زینہ اولاد نہیں، اس لیے وہ اپنے داماد اور مرزا ناصر کے بیٹے مرزا لقمان کو قادیانی خلیفہ بنانے کی پوری تیاری کر چکا ہے۔ مرزا طاہر نے کئی شادیاں رچائیں، لیکن آصفہ بیگم عرف آجھی پسندیدہ بیگم تھی جو ۱۹۹۳ء میں کینسر سے مر گئی۔ مرزا طاہر نے بیگم کی نام نہاد نماز جنازہ خود پڑھائی اور پوری دنیا میں مصنوعی سیارے کے ذریعے دنیا بھر کے قادیانیوں کو نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا۔ ساری دنیا کے قادیانیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ایسی قادیانی عبادت گاہوں یا امیر قادیانیوں کی کونٹیوں میں اکٹھے ہو جائیں جہاں ڈش انشیا لگا ہو۔ جوئی مرزا طاہر ٹی وی پر نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑا ہو، دنیا بھر کے سارے قادیانی اپنے اپنے ٹی وی کی سکرین پر کھڑے مرزا طاہر کی تصویر کے پیچھے صفیں باندھ لیں اور نام نہاد نماز جنازہ مکمل کریں۔

احقوں کی کمی نہیں غالب

ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں

مرزا طاہر ہاتھ میں تسبیح رکھتا ہے، سر پہ بگڑی باندھتا ہے، منہ میں بڑبڑاتا رہتا ہے، منہوں کے اوپر شلوار پہنتا ہے۔ لمبی داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ تقریر میں کبھی کبھی روئی آواز بھی نکالتا ہے۔ دنیا کے شاید ہی کسی کافر کو اپنا کفر چھپانے کے لیے اتنی محنت کرنا پڑتی ہو۔

اللہ رے دیکھئے اسیری بلبل کا اہتمام

میادِ عطر مل کے چلا ہے گلاب کا

مرزا طاہر کو کئی کتابوں کا مصنف کہا جاتا ہے، حالانکہ کتابیں کوئی اور لکھتا ہے، وہ تو صرف کتاب کے ٹائٹل پر اپنا نام لکھتا ہے اور کتاب اس کی ہو جاتی ہے۔ جمعہ کے دن قادیانوں کے سامنے اسے جو تقریر کرنا ہوتی ہے، وہ دو دن قبل اس کے پاس لکھی لکھائی پہنچ جاتی ہے۔ وہ تقریر یاد کر کے مجمع کے سامنے جھاڑ دیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ مجمع کی جیبیں جھاڑ لیتا ہے۔

ظ - ظفر اللہ : سر ظفر اللہ فتنہ قادیانیت کا فتنہ ساز داغ تھا۔ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کو جتنا نقصان ظفر اللہ نے پہنچایا شاید اتنا نقصان مرزا قادیانی نے بھی نہ پہنچایا۔ ظفر اللہ نے اپنے باپ کے ساتھ چار برس کی عمر میں مرزا قادیانی کو دیکھا اور ایسا دیکھا کہ پھر اپنے ایمان کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ بھلا اس سے کوئی پوچھتا کہ مرزا قادیانی بھی کوئی دیکھنے والی چیز تھی۔ کتاب بد ذوق تھا تو اے ظفر اللہ ! لیکن کیا کیا جائے پس اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا۔ جوان ہوا تو وکالت کا پیشہ اختیار کیا لیکن ایک ناکام وکیل بن گیا۔ جس دربار سے اس کے آقا مرزا قادیانی کو نبوت ملی تھی اسی دربار نے ظفر اللہ کے سر پر بھی اپنا ظلمانی ہاتھ پھیرا اور اسے دائرے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر بنا دیا۔ تقسیم ملک کے موقع پر ایک سازش کے تحت حد بدی کمیشن کے سامنے

مسلم لیگ کا موقف پیش کرنے کے لیے ظفر اللہ کو چن لیا گیا اور ظفر اللہ نے اس موقع پر وہ ہولناک کھیل کھیلا کہ مسلمانان ہندوستان کے جسموں سے آج بھی اس کے لگائے گئے کاری زخموں سے خون رس رہا ہے۔ ظالم سر ظفر اللہ نے پٹھاکوٹ، پٹالہ اور گورداسپور کی تحصیلیں اپنے فرنگی آقا کے اشارے پر ہندوستان کو دے دیں۔ مسئلہ کشمیر کا بانی بھی سر ظفر اللہ ہے اور آج بھی کشمیری مسلمانوں کے جلتے ہوئے گھروں، لٹی ہوئی عصمتوں اور مرغزاروں میں پڑے سمجھوتہ جوانوں کی لاشوں کا مجرم ظفر اللہ ہے۔

جب بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے انگریزوں سے عدم تعاون اور ترک موالات کے سلسلہ میں تمام اہل وطن سے اپیل کی کہ وہ انگریزوں کے عطا کردہ خطابات و اعتراضات واپس کر دیں تو صرف سر ظفر اللہ ہی وہ واحد شخص تھا جس نے خطاب واپس کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ خطاب شاید اس لیے واپس نہ کیا کہ اگر ”سر“ کا خطاب واپس کرتا تو اس کا آقا فرنگی کتا ”سر“ کا خطاب تو تم نے واپس کر دیا ہے، ہماری عطا کردہ نبوت بھی واپس کرو۔ ظفر اللہ مرتد سات برس تک اسلام کے نام پر بننے والے ملک پاکستان کا وزیر خارجہ رہا۔ سات سالوں میں اس نے بیرون ممالک پاکستانی سفارت خانے قادیانیت کے اڈے بنا دیے اور قادیانی نوجوانوں کو ملک کے کلیدی عہدوں پر بٹھا دیا۔ اسلام کی تبلیغ کے نام پر قادیانی سرکاری خزانوں سے کروڑوں روپے ہضم کرنے لگے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حکومت وقت سے ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹایا جائے۔ لیکن اقتدار کے نشے میں بدست حکمرانوں نے ظفر اللہ کو تو وزارت خارجہ سے خارج نہ کیا البتہ دس ہزار مسلمانوں کو تحریک ختم نبوت میں شہید کر دیا اور دو لاکھ سے زائد مسلمانوں کو زندانوں میں پھینک دیا۔ ۱۹۵۶ء میں ایک بہت بڑا ریلوے تصادم ہوا جس میں بیسیوں مسافر مارے گئے۔ سر ظفر اللہ بھی اسی ٹرین میں سفر کر رہا تھا لیکن وہ محفوظ رہا۔ کسی نے یہ خبر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو سنائی کہ شاہ جی! اتنے

آدی ٹرین کے حادثہ میں مارے گئے ہیں لیکن سر ظفر اللہ کو کچھ نہیں ہوا۔ مرد قلندر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے منہ سے فوراً نکلا، بھائی! وہ قادیانیت کا انجام دیکھ کے مرے گا۔ فقیر کی بات پوری ہوئی اور سر ظفر اللہ کی زندگی میں ۱۹۷۳ء کی تحریک ختم نبوت کے نتیجہ میں قادیانیوں کو بمعہ آکر خان سر ظفر اللہ آئینی طور پر کافر قرار دے دیا گیا۔ سر ظفر اللہ نے ۳۳ برس کی طویل عمر پائی۔ آخری ایام میں وہ بہت سے موذی امراض میں مبتلا رہا اور آخر میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر یہ اسلام دشمن و وطن دشمن عازم جہنم ہو گیا۔ یعنی شاہدوں کا بیان ہے کہ موت سے کچھ دن قبل ظفر اللہ اپنا پاخانہ خود کھاتا تھا۔ کسی گستاخ رسول سے ایسا سرزد ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مرنے سے قبل سر ظفر اللہ نے وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد مجھے قادیان میں میری والدہ (مرقدہ) کے قدموں میں دفن کر دیا جائے۔ لیکن بعد میں کہنے لگا کہ نہیں مجھے ربوہ میں مرزا بشیر الدین کے قدموں میں دفن کر دیا جائے اور یوں جمہوئی نبوت کا فرزند جمہوئی نبوت کے دوسرے گروہ کے قدموں میں دفن ہو گیا تاکہ دونوں اپنی آنکھوں سے ایک دوسرے کو جہنم میں جلتا ہوا دیکھ سکیں۔

سر ظفر اللہ نے قائد اعظم کا نماز جنازہ اس لیے نہ پڑھا کہ وہ قائد اعظم کو کافر سمجھتا تھا کیونکہ قائد اعظم مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے تھے اور سر ظفر اللہ نے پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان کو راولپنڈی کے لیاقت باغ میں ایک درخت تلے گولی مار کر شہید کروا دیا کہ لیاقت علی خان سر ظفر اللہ کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آکر اس جلعے میں اس کو کابینہ سے نکالنے کا ارادہ کرنے والے تھے۔

ج۔ عبدالکریم: جسم کا موتا، قد کا چھوٹا، نیت کا کھوٹا، مرزا قادیانی کے استیجے کا ایک اکہ بیس تھی، ایک کان نہیں تھا، ایک بازو نہیں تھا، بے ڈبے چہرے پر بے لکڑے کے ہاتھ تھے، سر کے ایک طرف کے بال کچھ یوں اڑے ہوئے جیسے جل گئے

ہوں، ایک پاؤں کی ہڈی تھوڑی سی ٹیڑھی، نیم وا آنکھیں جنہیں دیکھ کے پتہ بھی نہیں چلتا تھا کہ سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔ پیٹ اس انداز سے پھولا ہوا جیسے بکرے کو اچھارا ہو جائے۔ اگر یہ نقوش اور خدوخال کسی مصور کو دے دیے جائیں تو جو لاجواب تصویر بنے گی وہ عبد الکریم ہوگا۔ مرزا قادیانی کے عبادت خانے کا امام تھا۔ اس کی شکل اور وجود کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ مرزا قادیانی کے جسم سے نکلنے والی لعنتی شعاعوں کو سب سے زیادہ اس نے اپنے وجود میں جذب کیا ہے۔ سیالکوٹ کا رہنے والا تھا۔ حکیم نور الدین مرتد کی ارتدادی تبلیغ سے مرتد ہوا اور حکیم نور الدین مرتد اس کے ایمان کا قاتل ٹھہرا۔ بڑا جوشیلا مقرر تھا۔ جب زیادہ جوش میں آتا تو منہ سے جھاگ اور تھوک کا سلسلہ شروع ہو جاتا جس سے قریبی سامعین خوب مستفید ہوتے۔ جب زیادہ جوش میں آتا تو اپنے ”باقی ماندہ“ اعضاء کو یوں حرکت دیتا کہ ابھی اڑ کر سامنے والی دیوار پر جا بیٹھے گا۔ مرزا قادیانی پہ یوں فدا تھا جیسے شیطان مرزے پہ فدا تھا۔ اپنے نام نہاد جمعہ کے خطبہ میں مرزا قادیانی کو اللہ کا نبی اور رسول کہتا اور دجل و فریب کی کالی اور زہریلی زبان سے قرآن و حدیث سے اس کی نبوت ثابت کرنے کی نپاک جسارت کرتا۔ ایک دن عبد الکریم کے جسم پر ایک پھوڑا نمودار ہوا۔ بڑا علاج معالجہ کرایا گیا لیکن پھوڑا مرزا قادیانی کی زبان کی طرح بڑھتا ہی گیا اور آخر اس کا پورا وجود پھوڑا بن گیا۔ ڈاکٹروں نے چیر پھاڑ کر کے بدن کٹ کٹ کے رکھ دیا۔ مرتد عبد الکریم اور مرزا قادیانی ایک ہی مکان میں رہتے تھے۔ اوپر کی منزل پر مرتد عبد الکریم اور نیچے کی منزل میں مرزا قادیانی۔ درد کی شدت سے مرتد عبد الکریم نزع ہوتے بکرے کی طرح چھین ما، آجس سے سارا مکان مل مل جاتا۔ اس کا کٹا پٹا اور ہیرا پاڑا وجود تڑپ تڑپ کر چارپاؤں سے نیچے گرتا جسے پھر چارپاؤں پر رکھ دیا جاتا۔ وہ چیخ بچ کر مرزا قادیانی کو ملنے کے لیے آوازیں دیتا۔ لوگ مرزا قادیانی سے کہتے کہ تم اس سے مل لو، وہ تمہاری یاد میں روتا ہے۔ مکار مرزا جواب دیتا کہ مجھے اس کی تکلیف کا انتہائی دکھ ہے اور میرا دل اسے ملنے کے لیے تڑپتا ہے لیکن میں اسے نہیں

مل سکا کیونکہ میں ایک کمزور دل کا آدمی ہوں اور مجھ سے اس کی حالت دیکھی نہیں جائے گی۔ درحقیقت مرزا اس سے ملنے صرف اس لیے نہیں جاتا تھا کہ کہیں اس کے قریب جانے سے یہ مملکت بیماری اسے بھی نہ لگ جائے۔ جب مرتد عبد الکریم کی چیخوں کی صدائیں زیادہ ہولناک ہوئیں تو مرزا قادیانی نے اپنا رہائشی کمرہ بدل کر اس کمرے میں رہائش اختیار کر لی جہاں چیخوں کی آواز کم آتی تھی۔ مرتد عبد الکریم مرزا قادیانی کو ملاقات کے لیے پکارتا رہا لیکن مرزا قادیانی اسے ملنے نہ آیا۔ آخر یہی حسرت دل میں لیے وہ ترہا ترہا جنم واصل ہو گیا۔ مرزا قادیانی مرے ہوئے عبد الکریم کا چہرہ بھی ڈر کے مارے دیکھنے نہ گیا۔ مرتد عبد الکریم کا جنازہ میدان میں پڑا ہے۔ مرزا قادیانی وہاں آتا ہے۔ مرزے کا ایک مرید کفن سے عبد الکریم کا منہ نکال کر مرزے کو کتا ہے کہ حضرت صاحب چوہ دیکھ لیں۔ عیار مرزا قادیانی رونی صورت بنا کر کہتا ہے کہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ آخر جھوٹے نبی کا جھوٹا صحابی، جھوٹی مسجد کا جھوٹا امام، جھوٹے ہشتی مقبرہ میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ مرتد عبد الکریم وہ پہلا مردہ تھا جو سب سے پہلے قادیانی ہشتی مقبرہ میں دفن ہوا۔ یعنی قادیانی ہشتی مقبرہ کا ”بہترین افتتاح“ اس ”بہترین مردہ“ سے کیا گیا۔

غ۔ غدار: قادیانی لغت میں یہ لفظ مرزا طاہر کے سوتیلے بھائی مرزا رفیع کے لیے بولا جاتا ہے، جو ”حسینہ خلافت“ کے عشق میں مرزا طاہر کا ناکام رقیب ہے۔ خلافت حاصل کرنے کے لیے قادیانیت کے دشت میں بڑی آبلہ پائی کی ہے لیکن ابھی تک ایک پائی کا قاعدہ نہیں ہوا۔ خلافت کی نیلم پری پر قبضہ کرنے کے لیے کئی دفعہ مرزا ناصر اور مرزا طاہر پر لپکا، پلٹا اور پھر جھپٹا لیکن جب بھی لپکا، لٹکا دیا گیا، جب بھی پلٹا، بیخ جا گیا اور جب بھی جھپٹا، جھپٹ لیا گیا، لیکن اتنی پٹائی اور ٹھکانی ہونے کے باوجود آج بھی میراثی کے اس بیچے کی طرح پرامید ہے جو اپنی ماں سے کہتا تھا کہ ”اماں، گاؤں کے نمبردار کے مرنے کے بعد میں نمبردار بنوں گا“۔ میرا دوست متین خالد کہتا ہے کہ

اب مرزا رفیع نے رائے فیملی کو دھمکی دے دی ہے کہ اگر اب مجھے خلیفہ نہ بنایا گیا تو میں ربوہ کے گول بازار میں ٹائی کی دکان کھول لوں گا۔ لوگوں کی جانتیں بناؤں گا، شیوہ کروں گا، ٹنڈیں کروں گا اور پھر جب کوئی ٹنڈ کرا کے اٹھے گا اور مجھ سے پوچھے گا ”خلیفہ جی کتنے پیسے؟“ تو میرے سینے میں انتقام کی شعلہ فشاں آگ گھزار ہو جائے گی کہ چلو کوئی زبان تو ایسی ہوئی، کوئی لب تو ایسے ہوئے جس نے مجھے ”خلیفہ“ کہا۔ دن میں پچاس گاہک آئیں گے اور میں دن میں پچاس دفعہ ”خلیفہ“ بنوں گا! قعر خلافت میں بیٹھ کے نہ سہی، گرم حمام میں بیٹھ کے سہی — ٹنڈیں کر کے سہی — بغلیں صاف کر کے سہی!!!

فرقان بٹالین: کہتے ہیں کہ کسی ملک کے کھسروں نے اپنی برادری کی ایک ہنگامی اور ملک گیر میٹنگ بلائی۔ جس میں ملک کے ہر گوشے سے کھسرے تشریف لائے۔ میٹنگ کا ایجنڈا صرف یہ تھا کہ حاکم وقت سے مطالبہ کیا جائے کہ فوج میں کھسروں کو بھی نمائندگی دی جائے اور فوج میں ایک ”کھسرا بٹالین“ قائم کی جائے۔ کھسروں کے سخت احتجاج پر حاکم وقت کو کھسروں کا مطالبہ ماننا پڑا اور فوج میں ایک کھسرا بٹالین قائم کر دی گئی۔ کھسرے سارا دن بارکوں میں لپکتے چپکتے پھرتے۔ کبھی کھٹکرو بجاتے، کبھی سیٹیاں بجاتے، کبھی تالیاں پیٹتے اور کبھی ایک دوسرے سے شرارتیں کرتے ہنس ہنس کے بے حال ہو جاتے۔ سرکار کا راشن شیرملور سمجھ کر اڑاتے۔ اتفاق کی بات کہ چند مہینے بعد ہی ہمسایہ ملک سے جنگ چھڑ جاتی ہے۔ کمانڈر انچیف حکم دیتا ہے کہ سب سے پہلی صف میں کھسروں کو کھڑا کیا جائے۔ چنانچہ کھسرے پہلی صف میں کھڑے ہو گئے اور دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں۔ دشمن کی فوج نے یک لخت مشین گنتوں کے فائر کھول دیے۔ فائرنگ کی ہیبت ناک آواز سے سارے کھسرے تھر تھر کانپنے لگے۔ اس خطرناک حالت میں کھسروں کے کمانڈر نے حکم دیا کہ سب کھسرے آنکھیں بند کر کے، کانوں میں اٹھلیاں ٹھونس کر اٹلے لیٹ جائیں اور کوئی بھی کھسرا اپنی جگہ

سے بالکل نہ ہلے۔ دشمن کی فوج نے جب چڑھائی کی تو دیکھا کہ سارے کھسے
 آنکھیں بند کیے، کانوں میں اٹھکیاں ٹھونسنے بے حس پڑے ہیں۔ دشمن کی فوج کے
 کمانڈر نے بے حس لیٹے کھسوں کے کمانڈر کے ”چوتڑوں“ پر زور سے ٹھٹھا مارا۔
 کھسوں کے کمانڈر نے آنکھیں کھولیں اور سر اوپر اٹھا کر دشمن کے کمانڈر کو دیکھ کر
 کہنے لگا ”باؤ جی! کیوں شہیداں نوں مار دے او“ اور یہ کہہ کر پھر آنکھیں بند کر کے
 لیٹ گیا۔

جہاد کشمیر میں شرکت کے لیے انہی خصلتوں کی حامل ایک قادیانی بٹالین بنائی گئی،
 جس کا نام فرقان بٹالین تھا۔ یہ بٹالین فرقان بٹالین نہیں بلکہ شیطان بٹالین تھی۔ اس
 کا سربراہ مرزا ناصر تھا۔ اس بٹالین کا بانی جنرل گرسی تھا۔ جنرل گرسی نے یہ بٹالین
 جہاد کشمیر کے لیے نہیں بلکہ کشمیر سے ساری خبریں ہندوستان تک پہنچانے کے لیے بنائی
 تھی۔ اس جاسوس بٹالین نے کشمیر کے سارے راز ہندوستان پہنچا دیے۔ اس بٹالین
 نے جگ میں کیا حصہ لیتا تھا، اس نے تو مفت کی تنخواہیں وصول کیں اور کشمیر جیسے
 علاقے میں پلٹک کے مزے لوٹے۔ اس بٹالین نے کروڑوں روپے کا اسلحہ چوری کر
 کے بھارت کے ہاتھوں بیچ دیا۔ جاسوسی کر کے سینکڑوں مسلمانوں کو بھارتی درندوں کے
 ہاتھوں شہید کروا دیا۔ جب مسلمانوں کو اس گہری سازش کا پتہ چلا تو انہوں نے اس
 کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ آخر مسلمانوں کے پرزور احتجاج پر یہ شیطان بٹالین
 توڑ دی گئی۔ لیکن وحیث قادیانیوں نے ۱۹۶۵ء میں شیطان بٹالین میں شامل ہر غدار کو
 ”ستمہ کشمیر“ عطا کیا۔ گویا چوروں کے سروں پر پگڑیاں باندھی گئیں اور بھارتی
 جاسوسوں کی دستار بندی ہوئی۔

ق - قادیان: : عالم فرنگی نے جہاں ملت اسلامیہ کے قلوب و اذہان سے خاتم
 النبیؐ جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نکالنے کے لیے قادیان میں جھوٹا نبی
 پیدا کیا، وہاں اس نے مکہ و مدینہ سے مسلمانوں کی توجہات ہٹانے کے لیے قادیان کو

متعارف کرایا۔ قادیان بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کی تحصیل پٹالہ کا ایک چھوٹا اور غیر معروف گاؤں تھا۔ قادیاں بی بی افرنگ مرزا قادیانی کا مولد، مسکن اور مدفن ٹھہرا۔ قادیان قادیانیوں کا مکہ و مدینہ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ قادیان ارض حرم ہے اور قادیان میں مکہ و مدینہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو دوبارہ مرزا قادیانی پر قادیان میں نازل کیا ہے اور قرآن پاک میں قادیان کا ذکر موجود ہے۔ ان کے مطابق قادیان کے سالانہ جلسے میں شمولیت ظلی حج ہے اور اس ظلی حج کا ثواب نفلی حج سے زیادہ ہے۔ وہ ایمان رکھتے ہیں کہ آج کل مکہ کرمہ کے حج سے دینی مقاصد پورے نہیں ہوتے، اس لیے اللہ نے قادیان کا حج رکھ دیا ہے۔ لوگوں کو قادیان کی طرف کھینچنے کے لیے مرزا قادیانی کہا کرتا تھا کہ جو شخص قادیان نہیں آتا، مجھے اس کے ایمان کی فکر رہتی ہے۔ قادیانی یقین رکھتے ہیں کہ وہ غریب لوگ جو مکہ کے حج کی استعداد نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ نے ان غریبوں کی سہولت کے لیے قادیان میں حج کا اہتمام کر دیا ہے۔ ان کا ایمان ہے کہ مکہ و مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔ اب اگر کوئی روحانیت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے قادیان کا رخ کرنا پڑے گا۔ قادیانی آج بھی بڑی اندھی عقیدت سے قادیان جاتے ہیں۔ ان ہواؤں کو بڑے لمبے لمبے سانس لے کر سونگھتے ہیں جہاں مرزا قادیانی اپنے منہ سے ارتداد کی ہوائیں چھوڑا کرتا تھا۔ وہ بڑی محبت کی نگاہوں سے ان فضاؤں کو تکتے ہیں جہاں ٹیپٹی ٹیپٹی، مٹھن لال، درشنی، رانی وغیرہم مرزا قادیانی کے لیے وحی لے کر آیا کرتے تھے۔ وہ ان کمروں کی دیواروں پر اپنے ہاتھ رگڑتے ہیں اور پھر وہی ہاتھ اپنے منہ پر رگڑتے ہیں جہاں مرزا قادیانی اسی پلومر کی شراب پی کر نوجوان دوشیزاؤں کے ساتھ شب عیش و نشاط گزارا کرتا تھا۔ وہ وہاں کے ۳۳۳ قادیانی درویشوں کو بڑے ادب سے کھانا کھلاتے ہیں جو قادیان میں آوارہ گدھوں کی طرح منڈلاتے رہتے ہیں اور ہر دم ان کی نظریں مردار پر ہوتی ہیں جہاں سے وہ اپنی آتش شکم کو بجھا سکیں۔ وہ ننگے پاؤں بہشتی مقبرہ میں جاتے ہیں اور وہاں کی قبروں پر موم

تہاں جلاتے ہیں جن کی قبریں گہرے غار سے زیادہ تاریک اور لوہار کی بجٹی سے زیادہ گرم ہیں۔ وہ مرزا قادیانی کی قبر پہ رو رو کے دعائیں مانگتے ہیں۔ اس وقت محل ان پہ لعنتوں کے ڈوگرے برسا رہی ہوتی ہے۔ فہم و دانش لوح خوانی کرتی ہے اور وقت انہیں حج حج کر مدامتا ہے: اے بھٹکے ہوئے انسانو! اپنی آنکھیں کھولو۔ اپنی قوت سماعت سے کام لو۔ اپنے دماغوں کے دردازے کھولو۔ اپنے دلوں کے تالے توڑو۔ اور محسوس کرو۔

وہ اک وجہ ہیں علم و آگہی کے نام پر
تیرگی پھیلا رہے ہیں روشنی کے نام پر

ک۔ کبڈی: کبڈی پنجاب کے جوانوں کا مقبول کھیل ہے۔ چاندنی راتوں میں صحت میں کبڈی بڑے اہتمام سے کھیلی جاتی ہے۔ کبڈی دو ٹیموں کے درمیان کھیلی جاتی ہے جس میں دونوں اطراف کے نوجوان بڑی مہارت سے اپنے داؤ بیچ اور قوت استعمال کرتے ہیں اور تماشائیوں سے بھرپور داد وصول کرتے ہیں۔ آج سے تقریباً ایک صدی قبل قادیان میں ایک عالمی شہرت کا حامل کبڈی کا میچ کھیلا گیا اور یہ میچ اس لحاظ سے اپنی منفرد حیثیت رکھتا تھا کہ یہ صرف دو کھلاڑیوں کے درمیان تھا۔ ایک کھلاڑی مرزا سلطان عرف سلطانہ پہلوان آف پٹی نے اپنی سنگت محمدی بیگم کو قادیان سے لے کر واپس پٹی جاتا تھا اور دوسرے کھلاڑی مرزا قادیانی عرف ماڈو پہلوان آف قادیان نے اسے راستے میں پکڑا تھا۔ مرزا سلطان عرف سلطانہ پہلوان سوہنا بھیلہ جوہن، اچھا کودتا، دھل ڈال کبڈی ڈالنے کے لیے آیا۔ ادھر مرزا قادیانی عرف ماڈو پہلوان پیشاب میں لتھڑا ہوا کچھا پینے، پنسلوں جتنے موٹے ”ڈولے“ اور ٹاہلی کے باریک باریک ڈنڈوں جیسے ”ہٹ“ نکالے چرس کا سونا لگائے، اسی پلو مرکی شراب پئے اپنی ڈیرہ آگے سے تازی لگائے حریف کا راستہ روکنے کے لیے کھڑا ہے۔

مرزا سلطان عرف سلطانہ پہلوان جب قادیان کی لائن عبور کرتا ہے تو مرزا قادیانی

عرف ماڑو پہلوان اس کا راستہ روک کر بچہ آزمائی کرنے لگتا ہے۔ ماڑو پہلوان لمبی سانس بھر کر سلطانہ پہلوان کو اچھل کر دھول مارنے لگتا ہے لیکن سلطانہ پہلوان فوراً قدم آگے بڑھا کر اس کے منہ پر ایسا طمانچہ رسید کرتا ہے کہ ماڑو پہلوان کے چہرہ طبعی روشن ہو جاتے ہیں۔ ماڑو پہلوان دوبارہ ہمت کر کے سلطانہ پہلوان کو ٹانگوں میں قہنچی لگانے کی کوشش کرتا ہے لیکن سلطانہ پہلوان قہنچی لگنے سے پہلے ہی اس کی مرل سی ٹانگیں پکڑ لیتا ہے اور اسے اس بے دردی سے زمین پر گھسیٹتا ہے جیسے کارپوریشن کا خاکوب مرے ہوئے کتے کو گھسیٹتا ہے جس سے ماڑو پہلوان کی ساری کمر لولہاں ہو جاتی ہے۔ سلطانہ پہلوان ترس کھا کے چھوڑ دیتا ہے لیکن ماڑو پہلوان خشم خشم کرتے ہوئے دوبارہ اسے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے اور لپک کر اسے جھما مار لیتا ہے۔ سلطانہ پہلوان اپنے مضبوط بازوؤں کا ہالہ بنا کر ماڑو پہلوان کو کمر سے پکڑ کر اوپر اٹھاتا ہے اور اسے زور سے زمین پر پٹختا ہے جس سے ماڑو پہلوان کی کمر ٹوٹ جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی کچے میں اس کا پیشاب نکل جاتا ہے۔ سلطانہ پہلوان اپنی منگیتر عمری بیگم کو ساتھ لیتا ہے اور بڑی پھرتی سے نعروں کی گونج میں قادیان کی لائن عبور کر جاتا ہے اور فتح کے نثارے بجاتا ہوا اپنے علاقہ ”پٹی“ واپس پہنچ جاتا ہے جبکہ ماڑو پہلوان اور اس کے ساتھی آج تک ان زخموں کو چاٹ رہے ہیں۔

گ سے ”گاماں“ کا نا : اگر فرعون، نمرو، شداد، ہامان، ابو جہل، ابولب، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، اسود حنسی، میلہ کذاب، ابن سبا، شر، راجپال اور سلمان رشدی وغیرہم کو ایک قالب میں ڈھال لیا جائے تو جو شخصیت معرض وجود میں آئے گی وہ مرزا قادیانی کی زہریلی شخصیت ہوگی۔ مرزا قادیانی ایک آنکھ سے کاٹا تھا، اس لیے اسے عرف عام میں گاماں کاٹا کہا جاتا تھا۔ اس کی کالی آنکھ اور حرامی و دجالی خصلت کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ وہ کالے دجال کی کاربن کاپی ہے۔ دجال کا بہت زیادہ ہم شکل و ہم خصلت ہونے کی وجہ سے ہم اسے لٹل دجال بھی کہہ سکتے ہیں۔

اگر کوئی مصور تھوڑی سی محنت کر کے مرزا قادیانی کی کھلی آنکھ کو اس کی جگہ سے ہٹا کر ماتھے کے درمیان میں فٹ کر دے تو ہم آنے والے دجال اکبر کی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔

گاماں کاٹا کی سر کی ایک آنکھ ابھی ہوئی لیکن وہ دل کی دونوں آنکھوں سے اندھا تھا۔ شیطان نے آنکھوں کے دونوں طاقتوں سے اپنے نوکیلے پنجوں سے ڈھیلے نوچ لیے تھے۔ اس لیے وہ ساری زندگی کفر کے خارزاروں میں بھٹکتا رہا اور قادیانی طائفے کو بھی اپنے ساتھ بھٹکتا پھٹاتا رہا اور ان کے دل و دماغ و روح کو زخمی زخمی و لہو لہو کرتا رہا۔ لیکن قادیانی گروہ کے ساتھ یہ سلوک کوئی اجنبی کی بات نہیں۔ جو اندھے کو رہنما مان لیتے ہیں ان کا انجام یہی ہوتا ہے۔ گاماں کاٹا ایک غدار اسلام و غدار وطن مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر پیدا ہوا۔ ماں کا نام کھسینی تھا، شاید اسی لیے شیطان نے اسے اتنا کھسینا کہ کھسیت کھسیت کر ایک سو ایک بیماریوں کا مرکب بنا دیا اور آخر ان تمام بیماریوں نے مسٹر ہیضہ کی زیر قیادت حملہ کر کے کھسینی کے کھسینے بیٹے کو لیڈرن میں کھسیت کھسیت کر مار دیا۔

قادیانی کتابوں میں گاماں کاٹا کی نو تاریخ ہائے پیدائش لکھی ہیں، یعنی ۱۸۳۱ء تا ۱۸۳۰ء! قادیانی جب چاہتے ہیں اسے ان میں سے کسی ایک سال میں پیدا کر لیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اسے ان میں سے کسی دوسرے سال میں پیدا کر لیتے ہیں۔ انہیں یہ مغراری صرف اس لیے کرنا پڑتی ہے کہ انہیں مرزا قادیانی کے مختلف دعووں کو سچا ثابت کرنے کے لیے اس کی عمر کو گھٹانا بڑھانا پڑتا ہے۔ وہ جب چاہتے ہیں مرزا قادیانی کو سپرنگ کی طرح کھینچ کر بڑا کر لیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں چھوٹا کر لیتے ہیں۔ گاماں کاٹا اپنی ماں کھسینی کے گھر اکیلا پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے ساتھ اس کی محترمہ بن بھی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت بی بی تھا۔ جنت بی بی تھوڑے ہی عرصہ بعد رحلت پا گئی۔ شاید اس کی غیرت نے ”جنم بی بی“ گاماں کاٹا کے ساتھ زندہ رہنا کلمہ زکریا اے تعلیم حاصل کرنے کے لیے کتب بھیجا گیا اور گھر میں بھی پڑھائی کا

انتظام کیا گیا لیکن پڑھائی میں اس کا دل بالکل نہ لگتا تھا اور وہ سارا دن قادیان کی گلیوں میں آوارہ گردی کرتا رہتا۔ والدین کو سخت تشویش ہوئی اور انہوں نے پڑھائی کے سلسلہ میں سختی برتنا شروع کی جس کی وجہ سے وہ تھوڑی بہت تعلیم حاصل کر گیا۔ جب بڑا ہوا تو ایک دوست کی معرفت سیالکوٹ کی پکیری میں بطور فشی پندرہ روپے ماہوار پر ملازم ہو گیا۔ مگر سے مسلسل باہر رہنے کی وجہ سے وہ بری سوسائٹی کا شکار ہو گیا اور اس نے شراب نوشی شروع کر دی۔ پکیری کی نوکری کے دوران اس نے عتقاری کا امتحان دیا لیکن بری طرح فیل ہو گیا۔ وہ شروع ہی سے دولت کا رسیا تھا اور اس کے حصول کے لیے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرتا تھا۔ پکیری کی نوکری میں اس نے جی بھر کر رشوت لی۔ یہ دولت ہی کی حرص تھی کہ وہ بچپن میں اپنے ابا کی پنشن مبلغ سات سو روپے محکمہ سے وصول کرنے گیا لیکن وہ پنشن گھرانے کی بجائے سات سو روپے کی خطیر رقم لے کر گھر سے بھاگ گیا اور بڑی لمبی مدت گھر نہ آیا۔ سیالکوٹ کی نوکری کے دوران ہی انگریز نے دعویٰ نبوت کے لیے اس کا انتخاب کیا۔ وہ سیالکوٹ سے نوکری چھوڑ کر اپنے گھر قادیاں چلا گیا اور جھوٹی نبوت کے کاروبار کی بنیاد رکھی۔ انگریز نے جھوٹی نبوت کے فروغ کے لیے تجویزوں کے منہ کھول دیے۔ خود ارتداد کا زہر پینے والا مرتد گماں گانا لوگوں کو زن، زر اور زمین کا لالچ دے کر مرتد بنانے لگا اور اس نے ملت اسلامیہ کے بالمقابل اپنے دین، اپنی نبوت اور اپنی امت کی بنیاد رکھی۔ یوں اس نے ملت اسلامیہ کی وحدت پر انگریزی نبوت کے کھاڑے سے کاری دار کیا۔ گماں گانا ۱۹۰۸ء کو مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر جہنم واصل ہو گیا اور قادیان کی خاک سے اٹھنے والے اس فتنہ گر کو قادیان ہی میں دفن کر دیا گیا۔

ل۔ لاہوری پارٹی : حکیم نور الدین کی موت کے بعد قادیانی جماعت دو ٹیموں میں بٹ گئی: ایک بشیر الدین الیون، دوسری مولوی محمد علی لاہوری الیون۔ پہلی ٹیم کا مرکز پہلے قادیان اور پھر ربوہ ٹھہرا اور دوسری ٹیم کا مرکز لاہور۔ بشیر الدین مرزا قادیانی

کا بیٹا اور قادیانیوں کا دوسرا خلیفہ اور محمد علی مرزا قادیانی کا انتہائی قریبی ساتھی تھا۔ محمد علی ایک جدید تعلیم یافتہ آدمی تھا اور ایم۔ اے کی ڈگری رکھتا تھا۔ لیکن ابو الفضل اور فیضی کی طرح اس کی تعلیم اسے گمراہی سے نہ بچا سکی۔ قادیانیوں کا ماہوار رسالہ ”ریویو آف ریلیجنز“ جو مرزا قادیانی کی زندگی میں جاری ہوا، اس کا پہلا ایڈیٹر تھا۔ مرزا قادیانی اور حکیم نور الدین کے ساتھ مل کر شب و روز جموٹی نبوت کے لیے کام کیا اور اپنے ایمان کا کام تمام کیا۔

دونوں ٹیپوں میں اختلاف یہ تھا کہ قادیانی جماعت مرزا قادیانی کو نبی اور رسول مانتی تھی اور لاہوری پارٹی مرزا قادیانی کو مجدد اعظم، مصلح اکبر اور مسیح موعود مانتی تھی۔ حالانکہ یہ اختلاف ایسے ہی تھا جیسے کسی گندی ٹالی میں گرے ہوئے کسی بے قیمت و بے وقت پتھر پر دو فریق جھگڑ رہے ہوں۔ ایک فریق کہتا ہو کہ یہ یا قوت ہے اور دوسرا کہتا ہو کہ یہ زمرہ ہے۔

مرزاؤں کی لاہوری اور قادیانی دونوں جماعتیں دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔
 ۳۴۴ میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے بھی ان دونوں جماعتوں کو کافر قرار دے دیا۔
 امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا ”شاہ جی !
 لاہوری اور قادیانی جماعت میں کیا فرق ہے“ تو شاہ جی نے فی البدیہہ جواب دیا کہ
 ”ایک کالا خنزیر ہے اور دوسرا سفید خنزیر!!!“

م۔ مرزا بشیر الدین: یوں تو مرزا فضل احمد کے سوا مرزا قادیانی کا ہر بیٹا کفر میں مبتلا تھا لیکن مرزا بشیر الدین ان تمام ماسٹروں کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ وہ کفر و ارتداد کی ہر جہت سے لاپرواہی تھا۔ وہ معصیت کے ہر زاویہ نگاہ سے مغفوت تھا۔ وہ کذب و افتراء میں عزم و قیاس تھا۔ دجل و فریب میں امام عصر تھا۔ اس کے سارے وجود میں برائی گت گت کر بھری ہوئی تھی۔ نیکی کا کوئی ذرہ بھی اس کے جسم کو چھو کر نہیں گزرا تھا۔ مگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا کہ شیطان اس کے پیکر میں زمین پر پھرتا رہا اور

انسانیت کی فصل کو روندنا رہا۔ مرزا بشیر الدین نے فتنہ قادیانیت کے لیے وہ کام کیا ہے جو اس کا باپ اور اس کے باپ کا موجد انگریز بھی نہ کر سکا۔ وہ تقریباً پچاس سال تک اپنے باپ کی جمہوریت کی جمہوریت کی مسند پر بیٹھا گلشن اسلام پر انگارے پھیلتا رہا۔ وہ حکیم نور الدین کی موت کے بعد دوسرا قادیانی خلیفہ بنا۔ اس کے عہد میں قادیان و ربوہ عصمتوں کے قتل بنے رہے۔ صنف نازک کی چھیں قعر خلافت میں گونجتی اور دہتی رہیں۔ وہ سر پر پگڑی پہن کر لوگوں کی پگڑیاں مسلاتا رہا۔ مذہب کا روپ دھار کر مذہب کو مصلوب کرتا رہا۔ وہ ہاتھ میں تسبیح پکڑتا لیکن تسبیح کے دانوں پر لوٹی ہوئی عصمتوں کو شمار کر کے گھوڑے کی طرح ہنساتا۔ اس نے داڑھی بھی رکھی ہوئی تھی لیکن اکثر داڑھی شراب سے آلودہ رہتی۔ وہ نوجوان قادیانی مبلغین کو بیرونی ممالک میں قادیانیت کی تبلیغ کے لیے بھیج دیتا اور پیچھے رہ جانے والی ان کی نوجوان بیویاں اس کے گھرے کی مچھلیاں بن جاتیں۔ زمانہ شاید ہے کہ اس درندہ صفت انسان کے ہاتھوں اس کی بیٹیاں بھی محفوظ نہ رہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جو عصمت رسالت پہ ہاتھ ڈالتا ہے، اللہ پاک اس کے دل و دماغ سے عزت و عصمت کا مفہوم ہی چھین لیتا ہے۔ بشیر الدین قادیان و ربوہ کا آمر مطلق تھا۔ جو زبان بھی اس پر تنقید کرنے کی جرات کرتی، وہ زبان ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاتی۔ اس نے فتنوں کی ایک جماعت تیار کر رکھی تھی جو اس کے مخالف کو اس کے اشارۂ ابو پر ایسا عتاب کرتی کہ پھر کسی آنکھ کو وہ صورت نظر نہ آتی۔ اس نے پہلے قادیانی خلیفہ حکیم نور الدین کو قابو کرنے کے لیے ایک سازش کے تحت اس کی بیٹی سے شادی رچائی اور پھر بڑھاپے میں نور الدین کی کمر توڑنے کے لیے اس کے جوان بیٹے کو قتل کروا دیا۔ بشیر الدین اپنی آخری عمر میں بڑی مسلک پیاریوں میں جکڑا رہا۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق اسے الگ کمرے میں بند رکھا جاتا۔ وہ پاخانہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنا کچھ پاخانہ کھا جاتا اور کچھ جسم پہ مل لیتا۔ اس کا سر ہر وقت یوں ہلتا رہتا جیسے گردن میں سپرنگ لگے ہوں۔ پورا جسم فالج زدہ تھا، اس لیے پٹلے پھرنے سے بھی عاری تھا۔ وہ

مہینوں نہ نہاتا۔ غلاطت کی تمہیں اس کے جسم پر جم چکی تھیں۔ سر داڑھی اور مونچھوں کے بال کئی سالوں سے نہ کٹوانے کی وجہ سے وہ بھوت دکھائی دیتا۔ وہ غصہ میں آکر نور نور سے فحش گالیاں بکتا اور مطالبہ کرتا کہ مجھے میرے باپ مرزا قادیانی کی قبر پر لے کر چلو۔ قادیانیوں نے اس کی تسلی کے لیے ایک رات، جبکہ وہ سویا ہوا تھا، چپکے سے اس کے کمرے میں مٹی کی ایک ڈھیری بنوا دی اور اسے کہا کہ یہ تیرے باپ کی قبر ہے۔ وہ قبر پر لیٹا، چیختا چلاتا اور قبر کی مٹی کبھی منہ میں ڈالتا اور کبھی سر میں۔ آخر ایک دن سر ظفر اللہ کے کہنے پر یہ بتاؤٹی قبر اٹھا دی گئی۔ بشیر الدین کے علاج پر لاکھوں روپیہ خرچ ہو گیا۔ ہر ڈاکٹر اور دوائی آزمائی گئی لیکن ذرہ برابر بھی فرق نہ پڑا۔ آخر بیرون ملک سے ایک بہت بڑے ہومیوپیتھک ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اس نے بشیر الدین کا تفصیلی معائنہ کرنے کے بعد کہا ”میں بیماری کا علاج تو کر سکتا ہوں لیکن خدائی پکڑ کا علاج میرے پاس نہیں۔“

مرزا بشیر الدین کئی سال شدید بیمار رہنے اور کئی عبرت کی داستانیں چھوڑنے کے بعد انتہائی ذلت کی موت مر گیا۔ شام کے سات بجے اس کی جان نکلی لیکن قادیانی جماعت نے رات کے دو بجے اس کی موت کا اعلان کیا۔ ربوہ کے کسی مرزائی کو کانوں کان خبر نہ تھی کہ ان کا خلیفہ مردار ہو چکا ہے۔ شام کے سات بجے سے رات دو بجے تک یعنی سات گھنٹوں میں مردہ بشیر الدین کے سر داڑھی اور مونچھوں کے بال کاٹ گئے۔ اس کے غلیظ دانتوں کو صاف کیا گیا۔ جسم کو رگڑ رگڑ کر غلاطت کی تمہیں اتاری گئیں، پھر اس کے جسم پر بہترین خوشبوئیاں چھڑکی گئیں تاکہ بدبو کا خاتمہ ہو۔ اس کے چہرے پر چمک پیدا کرنے والے کیمیکلز لگائے گئے اور پھر اس کی چارپائی کھلے والان میں رکھ دی گئی۔ ایک بڑا مرکری کا بلب اس کے سرہانے اور دوسرا اس کے پاؤں کی طرف روشن کر دیا گیا۔ چمکدار کیمیکلز لگے چہرے پر جب مرکری کے بلب کی تیز روشنی پڑتی تو مردار بشیر الدین کا منہ چمکنے لگتا۔ اس پر بڑے قادیانی نو سرباز سادہ لوح قادیانی عوام کو کہتے ”واہ، واہ، حضرت صاحب کو کیسا روپ چڑھا ہے۔“

جی ہاں! بنا سستی نبوت کی دکان پر ایسے ہی سودے جکتے ہیں۔

لیٹیروں نے جنگل میں شمع جلا دی

مسافر یہ سمجھا کہ منزل یہی ہے

ن۔ ناصر احمد مرزا: مرزا بشیر الدین کا سب سے بڑا بیٹا، مرزا قادیانی کا پوتا اور مرزا قادیانی کی دوسری بیوی نصرت جہاں بیگم کا سب سے بڑا پوتا تھا۔ اسے یہ ”اعزاز“ حاصل تھا کہ وہ مرتد ابن مرتد ابن مرتد اور زندیق ابن زندیق ابن زندیق تھا۔ دجل و فریب، کذب و افتراء اور کفر و ارتداد کی ابتدائی تعلیم گھر سے حاصل کی اور اعلیٰ درجے کا کفر و ارتداد سکھانے کے لیے اس فن کے مشہور قادیانی اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ والد مرتد کی محبت سے بھی خوب ”فیض“ حاصل کیا۔ پھر اعلیٰ انگریزی تعلیم کے لیے انگلینڈ بھیج دیا گیا، جہاں سے اس نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے بی۔ اے کیا۔ شاید انگریزی نبوت کا خلیفہ ہونے کے لیے انگریزی یونیورسٹی کی تعلیم ضروری ہے۔ ٹی۔ آئی کلج ریلوہ کا پرنسپل بھی رہا۔ اس کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ انتہائی تالائق استاد تھا۔ اس نے کسی ریٹائرڈ پروفیسر سے نوٹس لے رکھے تھے اور وہ اپنے شاگردوں کو وہی نوٹس لکھوا دیتا۔ اگر کوئی طالب علم کلاس میں سوال کرتا تو اسے جھڑک کے بٹھا دیتا۔ اپنے باپ مرزا بشیر الدین کی موت کے بعد اپنی موروثی نبوت کی ”گدھی“ پر بیٹھا اور وہ قادیانی نبوت کا تیسرا گدھی نشین تھا۔ کئی قادیانی اسے بڑا منحوس خلیفہ مانتے ہیں کیونکہ اس کے دور میں انہیں کافر قرار دیا گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کا دور حکومت تھا۔ ایئر مارشل ظفر چودھری قادیانی پاکستان فضائیہ کا سربراہ تھا۔ ریلوہ میں قادیانیوں کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا۔ مرزا ناصر اور ایئر مارشل ظفر چودھری قادیانی کی تیار کردہ سازش کے تحت دوران جلسہ پاکستان ایئر فورس کا ایک جہاز اڑتا ہوا آیا اور اس نے غوطہ لگا کر مرزا ناصر کو سلامی دی۔ پھر دوسرا جہاز آیا، اس نے بھی یہی فعل دہرایا۔ پھر تیسرا جہاز آیا، اس نے بھی یہی حرکت کی۔ جہازوں کی سلامی وصول کرنے

کے بعد سٹیج پر کھڑے تقریر کرتے مرزا ناصر نے اپنی جمہولی پھیلائی اور آسمان کی طرف منہ کر کے حاضرین کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ احمدیت کا پھل پک چکا ہے اور وہ جلد ہی میری جمہولی میں گرنے والا ہے۔ اس کا اشارہ اس طرف تھا کہ مغربی پاکستان میں قادیانیوں کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ مرزا ناصر کو پاکستان ایئر فورس کے طیاروں کی سلامی دینے پر عوامی حلقوں سے ایک زہدست شور اٹھا اور ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانیوں کے خطرناک ارادوں کو بھانپتے ہوئے پاکستان فضائیہ سے ایئر مارشل ظفر جودھری قادیانی کو چلا کیا۔ مرزا ناصر بڑے دھڑلے سے کہا کرتا تھا کہ اس کے دور میں قادیانی حکومت قائم ہو جائے گی۔ لیکن میرے اللہ کی شان کہ اس کے دور میں ہی ایک زہدست تحریک تحفظ ختم نبوت کے نتیجہ میں قادیانیوں کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے کافر قرار دے دیا۔ قومی اسمبلی میں دوران بحث مناظر اسلام سفیر ختم نبوت مولانا مفتی محمود نے وہ درگت بنائی کہ چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔ مفتی صاحب سے بحث کے دوران بار بار سوال سے ماتھے کا ہیندہ خشک کرتا اور پانی پیتا۔ کئی دفعہ بدحواسی کے عالم میں اول فول بک۔ مرزا ناصر رنگین آنکھوں سے کھینے کا بڑا شوقین تھا۔ اس رنگین و سنگین تاریخ کو اگر صفحہ قرطاس پر منتقل کیا جائے تو کئی دفاتر رقم ہو جائیں۔ ۸ اپریل ۱۹۸۲ء کو ۷۳ سال کی عمر میں ایک نو عمر دوشیزہ طاہرہ سے شادی رچائی۔ قادیانی اخبار ”الفضل“ میں کئی دن شادی کی بشارتیں اور فضائل چھپتے رہے جسے سادہ لوح قادیانی بڑے شوق سے پڑھتے۔ ۳۳ مئی کو بڑھا کھوسٹ ہنی مون منانے کے لیے اسلام آباد پہنچا۔ ۳۶ مئی کو اس کی کوٹھی کے باہر مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے جلسہ ہوا۔ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا کے گرجدار اور باطل حکم خطاب کے دوران مرزا ناصر کو دل کا دورہ پڑا۔ ۳۶ مئی کو دوسرا دورہ پڑا۔ ۸ جون کو دل کا تیسرا دورہ پڑا اور ۸ جون کی درمیانی شب کو مولانا اللہ وسایا کے خطاب کی تلب نہ لاتا ہوا موار ہو گیا۔ ابھی سیکنڈ ہینڈ دولہا کی شادی کے پھول بھی نہ مرجھائے تھے ابھی شادی کے فضائل اور بشارتوں کا سلسلہ بھی شروع نہ ہوا تھا، نو عمر

دلہن طاہرہ نے ابھی اپنے دادا کی عمر کے سرتاج کا جھریوں زدہ کھڑا بھی نہ دیکھا تھا کہ عزرائیل مرزا ناصر کو اچک کر لے گیا اور ٹھاہ کر کے جنم میں مرزا قادیانی کے پاس پھینک دیا۔ بیوہ طاہرہ جو حاملہ ہو چکی تھی، قادیانی رائل فیملی نے اس کا حمل زہدستی اس لیے ضائع کروا دیا کہ کل پیدا ہونے والا وراثت کا حقدار بن جائے گا۔ قادیانیوں کے موجودہ خلیفہ مرزا طاہر نے خوشی خوشی بڑے بھائی کا نام نہاد جنازہ پڑھایا کیونکہ اس کی موت نے اسے قادیانی خلیفہ بنا دیا تھا۔ مرزا ناصر کو ہشتی مقبرہ میں مفت دفن کر دیا گیا کیونکہ قادیانی شریعت میں ہشتی مقبرہ میں تدفین کے لیے مرزا قادیانی کی اولاد سے کوئی فیس وصول نہیں کی جاتی۔ جبکہ دیگر قادیانیوں کو ہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لیے اپنی جائیداد کا دسواں حصہ قادیانی جماعت کو دینا پڑتا ہے۔

و- ورق: ایک ورق — جس میں قادیانی نبوت کا تعارف — جس میں قادیانی نبوت کا حسن — جس میں قادیانی نبوت کا اخلاق — جس میں قادیانی نبوت کی حیا — اپنے تمام نقاب الٹے ہوئے ہے — مرزا قادیانی کے ”گمبار“ قلم اور ”رخشدہ دماغ“ سے نکلا ہوا تاریخ قادیانیت کا ایک ”سنہری ورق“ — آپ بھی دیکھئے اور دوسروں کو بھی دعوت نگارہ دیجئے — کیونکہ دیکھنے کی چیز ہے۔

مرزا قادیانی نے یہ لعنت سینہ قرطاس پر ایک ہزار دفعہ بکھیری ہے۔ یہ لعنت اس نے عالم اسلام کو تحفہ ”پیش کی ہے۔ یہ لعنت پانچ صفحات پر مشتمل ہے، ہم نے بطور نمونہ صرف ایک صفحہ پیش کیا ہے۔ مرزا قادیانی! اگر تو اپنی زہریلی فطرت کے ہاتھوں لعنت بھیجنے پر اتنا ہی مجبور تھا تو سارا دن کاغذ قلم لے کر کیوں ایک ہزار مرتبہ لعنت لعنت لکھتا رہا۔ یہ سبق کسی چوہڑے سے لے لیتا جو جب آپس میں بدکلامی پر اترتے ہیں تو فن تلخیص سے کام لیتے ہوئے یک زبان ہی کہہ دیتے ہیں ”تھہ پہ ہزار بار لعنت“۔ تو تو چوہڑوں سے بھی کم عقل تھا۔ بہر حال مرزا قادیانی یہ لعنت مسلمانوں پر نہیں بلکہ تمھ پر اور تیری امت پر پڑ رہی ہے اور جو تیری امت کے چروں پر واضح ہے!

144

سے ہذا یوم مبارک: قادیان میں ایک شخص میاں منظور محمد رہتا تھا۔ اس کی بیوی کا نام محمدی بیگم تھا۔ اس کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک کا نام حامدہ بیگم اور دوسری کا نام صالحہ بیگم تھا۔ صالحہ بیگم کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد ۱۹۰۶ء میں محمدی بیگم حاملہ ہو گئی۔ مرزا قادیانی قرب و جوار کی حاملہ عورتوں کے بارے میں خوب خبر رکھتا تھا۔ محمدی بیگم تو ویسے بھی اس کی رشتہ دار تھی۔ جب مرزا قادیانی کو اس کے حمل کا پتہ چلا تو اس نے فوراً ہینسگوئی جھاڑ دی کہ میاں منظور محمد کی اہلیہ محمدی بیگم کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا۔ پھر کہا کہ لڑکے کا نام ایک نہیں بلکہ دو ہوں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے۔

”۷ جون ۱۹۰۶ء بذریعہ الہام معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا ہوگا جس کے دو نام ہوں گے (۱) بشیر الدولہ۔ (۲) عالم کہاب“۔
(تذکرہ، طبع دوم، ص ۶۵)

پھر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ مجھے اسی دن پھر الہام ہوا ہے کہ لڑکے کے نام دو نہیں بلکہ چار ہوں گے۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

”۷ جون ۱۹۰۷ء اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس لڑکے کے دو نام اور ہیں۔ ایک شادی خان کیونکہ وہ اس جماعت کے لیے شادی کا موجب ہوگا“ دوسرے کلمہ اللہ خان کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا جو ابتداء سے مقرر تھا“ اس زمانے میں پورا ہو جائے گا اور ضرور ہے کہ خدا اس لڑکے کی والدہ کو زندہ رکھے جب تک یہ ہینسگوئی پوری ہو اور گزشتہ الہام ”اے ورڈ اینڈ ٹوگرلز“ اس الہام کو پورا کرتا ہے جس کے معنی ہیں ایک کلمہ اور دو لڑکیاں ہیں تو جب کلمہ پیدا ہوگا تب یہ بات پوری ہو جائے گی“ ایک کلمہ اور دو لڑکیاں۔“ (تذکرہ، طبع دوم، ص ۶۶)

گیارہ دن کے بعد مرزا قادیانی کو پھر الہام ہوا کہ لڑکے کے نام چار نہیں بلکہ نو

ہوں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

”۱۹ جون ۱۹۰۶ء میاں منظور محمد کے اس بیٹے کا نام جو بطور نشان ہوگا بذریعہ

الہام الہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے۔

- | | | |
|-----------------|-------------------|-------------------|
| (۱) کلمۃ العزیز | (۲) کلمۃ اللہ خاں | (۳) درو |
| (۴) بشیر الدولہ | (۵) شادی خان | (۶) عالم کباب |
| (۷) ناصر الدین | (۸) فاتح الدین | (۹) ہذا یوم مبارک |

(تذکرہ، طبع دوم، ص ۳۰)

پورے قادیان میں نو ناموں والے لڑکے کا چرچا تھا۔ ماں باپ بڑی خوشی سے لڑکے کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے کہ ”ہذا یوم مبارک“ کب آئے گا جب ”شادی خان“ ہمارے گھر تشریف لائے گا۔ لیکن مرزے کے الہام جھانسنے کے ٹھیک ستائیس دن بعد جب وضع حمل ہوا تو دیکھنے والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ محمدی بیگم کے ہاں نو ناموں والے لڑکے کی بجائے بغیر نام والی لڑکی پیدا ہوئی۔ جموٹے مرزے نے جموٹی تاویلوں کا سہارا لے کر کمال دھڑائی کا ثبوت دیا۔

کچھ عرصہ بعد لڑکی اور اس کی ماں محمدی بیگم دونوں مر گئیں۔ نو ناموں والا لڑکا نہ گیا۔ اس بیٹے کا انتظار کرتے کرتے قبر کے گڑھے میں اتر گئی۔ میاں منظور کے گھر سے دو جتارے اٹھے۔ اموات کے دن میاں منظور مرزا قادیانی سے پوچھتا ہوگا، او کہ اب کیا ہی ہے ”ہذا یوم مبارک“ ہے جس کی تو نے بیگم کی تھی۔ یہ کیسا ”ہذا یوم مبارک“ ہے کہ میری بیوی بھی مر گئی اور بیٹی بھی مر گئی۔ جس دن مرزا قادیانی نے اس سے ملاقات کی اس دن میاں منظور نور نور سے نعرے لگا کر اپنے دل کی باتیں کہہ رہا تھا۔

”ہذا یوم مبارک“

ی سے یہود: ظہور اسلام سے لے کر آج تک یہود اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ یہود کے قتلہ ساز دماغوں نے اسلام کے خلاف ہزاروں سازشوں کو جنم دیا اور سینکڑوں فتنوں کو پیدا کیا۔ حتیٰ کہ پیغمبر اسلام جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یہودی عورت نے زہر بھی دے دیا۔ یہود کی موجودہ ریاست "اسرائیل" فلسطینیوں سے ان کا وطن چھین کر عربوں کے قلب میں قائم کی گئی ہے۔ اسرائیل نے فلسطینی مسلمانوں پر ظلم و تشدد کے جو پہاڑ توڑے ہیں، وہ تاریخ انسانیت کے سیاہ ترین باب ہیں۔ اسرائیل مسلمانوں سے بیت المقدس چھین کر اس پر غاصبانہ قبضہ کر چکا ہے اور قبلہ اول کو آگ لگا کر اپنی شیطنیت کا مظاہرہ کر چکا ہے۔ اسرائیل نے عراق کی ایٹمی تنصیبات کو ایک گھناؤنی سازش کے تحت تباہ کیا اور اب پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو برباد کرنے کی کئی دفعہ دھمکیاں دے چکا ہے۔ کشمیر میں کشمیری مسلمانوں کی تحریک آزادی کو کچلنے کے لیے اسرائیلی کمانڈوز ہندوؤں کی امداد کے لیے پہنچ چکے ہیں اور وہ مسلمانوں کے خون سے اپنے ظالم ہاتھ رنگ رہے ہیں۔ باہری مسجد کو منہدم کر کے وہاں رام مندر بنانے کے لیے جب جنوبی ہندوؤں نے باہری مسجد پر حملے شروع کیے تو دشمن اسلام اسرائیل نے ہندوؤں کو رام مندر کی بنیاد رکھنے کے لیے سونے کی اینٹ تحفہ "بھجی"۔ اسلام کے ان انڈی دشمنوں کے ساتھ قادیانیوں کے بڑے پیار بھرے مراسم ہیں۔ دونوں ایک دوسرے پر مدد داری جاتے ہیں۔ پاکستان کے اسرائیل سے سفارتی تعلقات نہیں لیکن قادیانیوں کے لیے اسرائیل کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں۔ یہودی اپنے مذہب میں اتنے سخت ہیں کہ اسرائیل میں کوئی مذہبی مشن کام نہیں کر سکتا لیکن اسرائیل میں قادیانی مشن قائم ہے۔ اسرائیل کو قادیانیوں پر اس قدر اعتماد ہے کہ اسرائیل کی فوج میں چھ سو سے زائد قادیانی بھرتی ہیں اور وہ یہودیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگ رہے ہیں۔ ربوہ پاکستان میں اسرائیل کی براعظمت ہے جہاں سے وطن عزیز کے رازوں سے اسرائیل کو باخبر رکھا جاتا ہے۔ اسرائیل کے جاسوسوں کی پناہ گاہ بھی ربوہ ہے۔ لندن میں قادیانی ریاست

”اسلام آباد“ جہاں دنیا کا جدید ترین پریس کام کرتا ہے، جسے نیویارک کی تاجر برادری کے یہودی چیئرمین ڈیوڈ سلم نے مرزا قادیانی کی سالگرہ کے موقع پر ۱۹۸۵ء میں مرزا طاہر کو تحفہ ”پیش کیا“ تاکہ ان کا بھائی مرزا طاہر، اسلام کے خلاف زیادہ سے زیادہ ہرزہ سرائی کر سکے۔





بیماریوں کا
 سس الہول
 قلب
 جستریا
 سلی
 مالی ایجا
 بولسیر
 بیچش

عالمی حملے کا
 زیا بطرس
 درگدہ
 کیس ناری
 چکر
 لکنت فارما
 یو پی
 س

نبی افرنگ مرزا قادیانی کی وحشتناک و عبرتناک
 داستان حیات سے ایک ورق

ایک دن میں اپنے ایک عزیز کی عیادت کے لئے میوہپتال لاہور چلا گیا۔ ہسپتال کی فضاؤں میں خوف و افسردگی پھیلی ہوئی تھی۔ وارڈوں سے باہر پلانٹوں میں مریضوں کے عزیز و اقارب زمین پر چادریں بچھائے کھلے آسمان تلے بیٹھے تھے۔ ایسولینس گاڑیوں کے خوفناک ہارن، ماحول میں مزید خوف و ہراس پھیلا رہے تھے۔ مریضوں کو اٹھائے رہنیاں اپریشن تھیٹر کی طرف ریگ رہی تھیں۔ اپریشن تھیٹر کے باہر لوگوں کا ایک ہجوم اپنے اپنے مریضوں کی خبر سننے کے لئے گوش برآواز تھا۔ مختلف وارڈوں سے مریضوں کے کراہنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور جب کہیں کوئی مریض دم توڑ جاتا تو اس کے لواحقین کے نالہ و شینون سے ہسپتال کے درودیوار کانپ اٹھتے میں نے ہسپتال کے پودوں اور درختوں کو دیکھا ان کے چہرے بھی اداس اداس اور افسردہ افسردہ تھے گویا وہ بھی انسانوں کی تکلیف میں ان کے ساتھ کھڑے ہیں۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے میں سوچ کی وادیوں میں سرگرداں تھا کہ اے اللہ! اگر کسی کو کھانسی آ رہی ہے تو وہ ساری ساری رات جاگتا ہے اور اسے کسی کھٹ چین نصیب نہیں ہوتا۔ اگر کسی کو تیز بخار ہے تو اس کا پورا جسم انگارہ بن چکا ہے اور بخار کی حدت اس کے جسم کا انجر پنجر ہلا رہی ہے۔ اگر کسی کو دماغی خلل ہو گیا ہے تو اس کی عقل اس کو داغ مفارقت دے چکی ہے۔ اگر کسی کو خارش کا مرض لاحق ہے تو اس کا سکون غارت ہو چکا ہے۔ اگر کسی کا معدہ صبح کام نہ کرے تو اس کا کھانا وبال جال بن جاتا ہے۔ اگر حادثے میں کسی کی ایک آنکھ ضائع ہو جائے تو اس کی قدر و قیمت کوئی اس سے پوچھے۔ اگر کسی کو درد گردہ لاحق ہو تو اسے چھٹی کا دودھ یاد آ جاتا ہے۔ اگر کسی کو ذیابیطس کا مرض لگ جائے وہ زندگی کے صبح لطف سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر میں مزید گہری سوچ میں چلا گیا کہ اے اللہ! اگر صرف ایک بیماری ایک شخص کو لگ جائے تو وہ بلبلا اٹھتا ہے اور اگر تیری ساری بیماریاں کسی کو چٹ جائیں تو اس کا حشر کیا ہو گا؟ اس کی زندگی کتنی اجیرن ہو گی؟ یک لخت میری آنکھوں کے سامنے ایک شخص آ گیا۔ جسے دنیا کی تمام بیماریاں لگی ہوئی تھیں۔ اس کے خون میں ہر بیماری کے جراثیم تھے۔ ایک اچھے خاصے ہسپتال میں اتنے وارڈ نہیں ہوتے جتنی

اس کو بیماریاں لاحق تھیں۔ وہ پاؤں کے تلوؤں سے لے کر سر کے سب سے اونچے بال تک بیمار تھا۔ اس کا جسم بھی بیمار تھا۔ اس کی روح بھی بیمار تھی۔ اس کا دل بھی بیمار تھا۔ اس کا دماغ بھی بیمار تھا۔ اس کی سوچ بھی بیمار تھی۔ اس کا کردار بھی بیمار تھا۔ اس کی زبان بھی بیمار تھی۔ اس کا عقیدہ بھی بیمار تھا۔ اس کا عمل بھی بیمار تھا۔ اس کی تحریر بھی بیمار تھی۔ اس کی تقریر بھی بیمار تھی۔ اس کی عقل بھی بیمار تھی۔ اس کی شکل بھی بیمار تھی۔ اسے یہ بیماریاں اس کے کالے کرتوتوں کی وجہ سے لگی تھیں۔ قانون قدرت ہے کہ جب کوئی شخص برائی کرتا ہے تو اللہ پاک اس کے راستے میں ایک چھوٹی سی رکاوٹ کھڑی کر دیتے ہیں۔ اگر وہ باز آ جائے تو ٹھیک اور اگر وہ اس رکاوٹ کو توڑتا ہوا آگے بڑھ جائے تو پھر اس کے راستے میں اس سے بڑی رکاوٹ کھڑی کر دی جاتی ہے۔ اگر وہ اسے بھی پھلانگتا ہوا نکل جائے تو پھر اس کے راستے میں بتدریج بڑی سے بڑی رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں اور اگر وہ ساری رکاوٹوں کو پھلانگ جائے تو اسے بے لگام کر دیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا شخص ہندوستان کا جعلی نبی مرزا قادیانی تھا۔ جس کی لگام شیطان کے ہاتھ میں تھی اور وہ ساری رکاوٹیں عبور کرتا، شاہراہ کفر و ارتداد پر سرپٹ بھاگتا ہی رہا اور آخر ارتداد کے گہرے کھڈ میں اوندھے منہ جا گرا۔ اب ہم آپ کے سامنے بطور نمونہ چند بیماریاں پیش کرتے ہیں جن کے شےجے میں بنی افرنگ کسا ہوا تھا۔

ناموسی :- جب میں نے شادی کی تھی تو اس وقت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔

(خاکسار غلام احمد قادیان ۲۲ فروری ۱۸۸۷ء مکتوب احمدیہ جلد پنجم) (خط نمبر ۱۳ منقول)

(از نوشتہ غیب مولف خالد وزیر آبادی)

ایک پکا یقین تھا تو پھر شادی کیوں کی تھی؟ کس پر بھروسہ تھا؟ (ناقل)

کلی بلا :- بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے حضرت مسیح موعود (یعنی والد صاحب) کو پہلی دفعہ دوران سر اور اور ہسٹیا کا دورہ بشیر اول کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا۔ رات کو سوتے ہوئے آپ کو اٹھو آیا اور پھر اس کے بعد طبیعت خراب ہو

گئی مگر یہ دورہ خفیف تھا پھر اس کے کچھ عرصے بعد آپ ایک دفعہ نماز کے لئے باہر گئے اور جاتے ہوئے فرمانے لگے کہ آج کچھ طبیعت خراب ہے والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے بعد شیخ حامد علی نے دروازہ کھٹکھٹایا کہ جلدی پانی کی ایک گالگر گرم کر دو والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں سمجھ گئی کہ حضرت صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی ہوگی چنانچہ میں نے کسی ملازم عورت کو کہا کہ اس سے پوچھو میاں کی طبیعت کیا حال ہے۔ شیخ حامد علی نے کہا خراب ہو گئی ہے میں پردہ گرا کر مسجد میں چلی گئی تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ جب میں پاس گئی تو فرمایا میری طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی لیکن اب افادہ ہے۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی اور آسمان تک چلی گئی پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت ہو گئی۔

(سیرت المہدی حصہ اول ص ۳۳ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی)

(تمہارا یار شیطان ہی تو تھا۔ ایسے ہی ڈر گئے۔ ناقل)

دورے پر دورہ :- والدہ صاحبہ فرماتی ہیں اس کے بعد آپ کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ خاکسار نے پوچھا دوروں میں کیا ہوتا تھا۔ والدہ صاحبہ نے کہا ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے اور بدن کے پٹھے کھینچ جاتے تھے خصوصاً گردن کے پٹھے اور سر میں چکر ہوتا تھا۔

(سیرت المہدی حصہ اول ص ۳۳ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

خونی قے :- پھر یک لخت بولتے بولتے آپ کو ابکائی آئی اور ساتھ ہی قے ہوئی۔ جو خالص خون کی تھی جس میں کچھ خون جما ہوا تھا اور کچھ ہنسنے والا تھا۔ حضرت نے قے سے سر اٹھا کر رومال سے اپنا منہ پونچھا اور آنکھیں بھی پونچھیں جو قے کی وجہ سے پانی لے آئی تھیں۔

(سیرت المہدی حصہ اول ص ۸۰ مولفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

مراق :- مراق کا مرض حضرت مرزا صاحب کو موروثی نہ تھا بلکہ یہ خارجی اسباب

کے ماتحت پیدا ہوا تھا اور اس کا باعث سخت دماغی محنت، تفکرات، غم اور سوئے ہضم تھا۔ جس کا نتیجہ دماغی ضعف تھا اور جس کا اظہار مراق اور دیگر ضعف کی علامات مثلاً دوران سر کے ذریعہ ہوتا تھا۔ (رسالہ ریویو قادیان ص ۱۰ بابت اگست ۱۹۳۶ء)

ہسٹریا :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹریا ہے بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن دراصل بات یہ ہے کہ آپ کو دماغی محنت اور شبانہ روز تعصیف کی مشقت کی وجہ سے بعض ایسی عصبی علامات پیدا ہو جایا کرتی تھیں جو ہسٹریا کے مریضوں میں بھی عموماً دیکھی جاتی ہیں۔ مثلاً کام کرتے کرتے یک دم ضعف ہو جانا، چکروں کا آنا، ہاتھ پاؤں کا سرد ہو جانا، گھبراہٹ کا دورہ ہو جانا، ایسا معلوم ہوتا کہ ابھی دم لگا ہے یا کسی تنگ جگہ یا بعض اوقات زیادہ آدمیوں میں گھر کر بیٹھنے سے دل کا سخت پریشان ہونے لگنا وغیرہ ذالک۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۵۵ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

وق :- حضرت اقدس نے اپنی بیماری وق کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ بیماری آپ کو حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم کی زندگی میں ہو گئی تھی اور آپ قریباً چھ ماہ تک بیمار رہے حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب آپ کا علاج خود کرتے تھے اور آپ کو بکرے کے پائے کا شوربہ کھلایا کرتے تھے اس بیماری میں آپ کی حالت بہت نازک ہو گئی تھی۔

(حیات احمد جلد دوم نمبر اول ص ۷۹ مولفہ یعقوب علی صاحب قادیانی)

سل :- بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے ایک دفعہ تمہارے دادا کی زندگی میں حضرت مرزا صاحب کو سل ہو گئی۔ حتیٰ کہ زندگی سے ناامیدی ہو گئی۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تمہارے دادا خود حضرت صاحب کا علاج کرتے تھے اور برابر چھ ماہ تک انہوں نے آپ کو بکرے کے پائے کا شوربہ کھلایا تھا۔ (سیرت المہدی حصہ اول ص ۴۲ مولفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

زیا بیٹس اور پیشاب کی زیادتی :- اور دوسری بیماری بدن کے نیچے کے حصہ میں ہے جو مجھے کثرت پیشاب کی مرض ہے جس کو زیا بیٹس کہتے ہیں اور معمولی طور پر مجھے ہر روز پیشاب کثرت سے آتا ہے اور اس سے ضعف بہت ہو جاتا ہے۔
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۶۱ منقول از اخبار پیغام صلح)
(لاہور جلد نمبر ۳۶ نمبر ۷۷ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۸ء)

دائمی مریض :- میں ایک دائم المرض آدمی ہوں۔ ہمیشہ درد سر اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے بیماری زیا بیٹس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے۔ اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔

(ضمیمہ اربعین نمبر ۳، ص ۴۲ مصنفہ مرزا قادیانی)
مرزا قادیانی! تیرا سارا دن تو پیشاب میں صرف ہو جاتا تھا۔ ٹپٹی ٹپٹی وحی کس وقت لیکر آتا تھا؟ (ناقل)

ادھ کھلی آنکھیں :- مولوی شیر علی صاحب نے بیان کیا کہ باہر مردوں میں بھی حضرت (مرزا) صاحب کی یہ عادت تھی کہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ نیم بند رہتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب مع چند خدام کے فوٹو کھنچوانے لگے تو فوٹو گرافر آپ سے عرض کرتا تھا کہ حضور آنکھیں کھول کر رکھیں ورنہ تصویر اچھی نہیں آئے گی اور آپ نے اس کے کہنے پر ایک دفعہ تکلیف کے ساتھ آنکھوں کو کچھ زیادہ کھولا بھی مگر وہ پھر اسی طرح نیم بند ہو گئیں۔

(سیرت المہدی حصہ دوم ص ۷۷ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

سرعت پیشاب :- اور والدہ صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود عموماً ریشمی ازار بند استعمال فرماتے تھے کیونکہ آپ کو پیشاب جلدی جلدی آتا تھا۔ اس لئے ریشمی ازار بند رکھتے تھے تاکہ کھلنے میں آسانی ہو اور گرہ بھی پڑ جاوے تو کھولنے

میں دقت نہ ہو۔ سوتی ازار بند میں آپ سے بعض اوقات گرہ پڑ جاتی تھی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔

ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ (ناقل)

کچھڑ:- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد نے بواسطہ مولوی رحیم بخش ایم اے کے ایک مرتبہ والد صاحب سخت بیمار ہو گئے اور حالت نازک ہو گئی اور حکیموں نے ناامیدی کا اظہار کر دیا اور نبض بھی بند ہو گئی مگر زبان جاری رہی۔ والد صاحب نے کہا کہ کچھڑ لا کر میرے اوپر اور نیچے رکھو چنانچہ ایسا کیا گیا اور اس سے حالت روبہ اصلاح ہو گئی۔ (سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۲۱)

جیسی روح دیا علاج (ناقل)

سفید بال:- خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرمایا کرتے تھے کہ ابھی ہماری عمر تیس سال کی ہی تھی کہ بال سفید ہونے شروع ہو گئے تھے اور میرا خیال ہے کہ ۵۵ سال کی عمر تک آپ کے سارے بال سفید ہو چکے ہوں گے۔ (سیرت المہدی ص ۱۱ حصہ دوم)

لکنت:- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان میں کسی قدر لکنت تھی اور آپ پر نالے کو پناہ فرمایا کرتے تھے (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۲۵)

جھوٹی نبوت میں علمی معیار یہی ہوتا ہے (ناقل)

چشم نیم باز:- آپ کی آنکھیں ہمیشہ نیم بند رہتی تھی اور ادھر ادھر آنکھیں اٹھا کر دیکھنے کی آپ کو عادت نہ تھی بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ سیر میں جاتے ہوئے آپ کسی خادم کا ذکر غائب کے صیغہ میں فرماتے تھے حالانکہ وہ آپ کے ساتھ ساتھ جا رہا ہوتا تھا اور پھر کسی کے بتلانے پر آپ کو پتہ چلتا تھا کہ وہ شخص آپ کے ساتھ ہے۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۷۷)

اب سمجھ آئی کہ بال سفید کیوں ہوئے تھے (ناقل)

داڑھوں کا کیرا:- دندان مبارک آپ کے آخری عمر میں کچھ خراب ہو گئے تھے

یعنی کیزا بعض داڑھوں کو لگ گیا تھا جس سے کبھی کبھی تکلیف ہو جاتی تھی چنانچہ ایک دفعہ ایک داڑھ کا سرا ایا نوکدار ہو گیا تھا کہ اس سے زبان میں زخم پڑ گیا تو ریتی کے ساتھ اس کو گھسا کر برابر بھی کرایا تھا۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۴۵)

پھٹی ہوئی ایڑیاں :- ہر کی ایڑیاں آپ کی بعض دفعہ گرمیوں کے موسم میں پھٹ جایا کرتی تھیں۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۴۵)

ایڑیاں پھٹنے کا تو تمہیں بہت افسوس ہے۔ لیکن مرزا کے منہ پھٹ ہونے کا کوئی رنج نہیں (ناقل)

سردی گرمی :- گرم کپڑے سردی گرمی برابر پہنتے تھے (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۴۵)

عقل جو ماری گئی تھی (ناقل)

انگوٹھے کا درد :- حضرت صاحب کو کبھی کبھی پاؤں کے انگوٹھے کے فقرص کا درد ہو جایا کرتا تھا ایک دفعہ شروع میں گھٹنے کے جوڑ میں بھی درد ہوا ماسطوم وہ کیا تھا مگر دو تین دن زیادہ تکلیف رہی پھر جو نکلیں لگانے سے آرام آیا۔

جن جو نکلوں نے مرزا قادیانی کا خون پیا ہو گا وہ تو بیچاری مرگئی ہوگی (ناقل)

انگوٹھے کی سوجن :- خاکسار عرض کرتا ہے کہ فقرص کے درد میں آپ کا انگوٹھا سوج جایا کرتا تھا اور سرخ بھی ہو جاتا تھا اور بہت درد ہوتی تھی۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۲۸)

ٹخنے کا پھوڑا :- ایک دفعہ حضرت صاحب کے ٹخنے کے پاس پھوڑا ہو گیا تھا جس پر حضرت صاحب نے اس پر سکے یعنی سیسہ کی نکلیا بندھوائی تھی جس سے آرام آگیا۔ (سیرت المہدی حصہ سوم ص ۲۸)

دل و دماغ پر تو سیسہ کی نکلیا مستقل بندھوالی تھی (ناقل)

لتاڑا :- ایک دفعہ بمقام گورداسپور ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعود کو بخار تھا آپ نے

خاکسار سے فرمایا کہ کسی جسیم آدمی کو بلاؤ جو ہمارے جسم پر پھرے خاکسار جناب خواجہ کمال الدین وکیل لاہور کو لایا جو چند دقیقہ پھرے مگر حضرت اقدس نے فرمایا کہ ان کا وجود چنداں بوجھل نہیں کسی دوسرے شخص کو لائیں شاید حضور نے ڈاکٹر محمد اسماعیل خاں دہلوی کا نام لیا۔ خاکسار ان کو بلا لایا جسم پر پھرنے سے حضرت اقدس کو آرام محسوس ہوا۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم ص ۴۹)

کاش ڈاکٹر اسماعیل ایک پاؤں گردن پر بھی رکھ دیتا اور قصہ تمام جاتا اور یہ فتنہ اپنی موت مر جاتا (ناقل)

خارش :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو غالباً ۱۸۹۳ء میں ایک دفعہ خارش کی تکلیف بھی ہوئی تھی۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم ص ۵۳)

زبان اور قلم کی خارش تو تمام عمر جاری رہی (ناقل)

سردی اور متلی :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب معتدل موسم میں بھی کئی مرتبہ پچھلی رات کو اٹھ کر اندر کمرہ میں جا کر سو جایا کرتے تھے اور کبھی کبھی فرماتے تھے کہ ہمیں سردی سے خنکی ہونے لگی ہے بعض دفعہ تو اٹھ کر پہلے کوئی دوا مثلاً مشک وغیرہ کھا لیتے تھے اور پھر لحاف یا رضائی اوڑھ کر اندر جا لیٹے تھے غرض کہ سردی سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی اور اس کے اثر سے خاص طور پر اپنی حالت کرتے تھے چنانچہ پچھلی عمر میں بارہ مہینے گرم کپڑے پہنا کرتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم صفحہ ۶۱)

کاش اپنے ایمان کی بھی ایسے ہی حالت کرتا (ناقل)

گرمیوں میں جراثیم :- خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب بالعموم گرمی میں بھی جرب پنا کرتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم صفحہ ۶۷)

بھی گرمی دماغ کو چڑھتی تو حنیان بکاتا تھا (ناقل)

کٹائی :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت

صاحب کو سخت کھانسی ہوئی ایسی کہ دم نہ آتا تھا البتہ منہ میں پان رکھ کر قدرے آرام معلوم ہوتا تھا اس وقت آپ نے اس حالت میں پان منہ میں رکھے رکھے نماز پڑھی۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم صفحہ ۱۰۳)

مائی اویا :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کی آنکھوں میں مائی اویا تھا اس وجہ سے پہلی رات کا چاند نہ دیکھ سکتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم صفحہ ۱۱۹)

بھانوتو رات کو بھی نظر آ جاتی تھی (ناقل)

چکر :- میں نے حضرت ام المومنین سے پوچھا تو انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ حضرت صاحب نے مجھ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ مجھے بعض اوقات کھڑے ہو کر چکر آ جایا کرتا ہے اس لئے تم میرے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیا کرو۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم صفحہ ۱۳۱)

چکر باز کو چکر؟ (ناقل)

دل گھٹنے کا دورہ :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا کہ دل گھٹنے کا دورہ ہوا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ اس وقت غروب آفتاب کا وقت بہت قریب تھا مگر آپ نے روزہ توڑ دیا (سیرت المہدی حصہ سوئم صفحہ ۱۳۱)

پیش :- ایک دن حضور کو پیش کی شکایت ہو گئی بار بار قضاے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تھے حضور نے ہمیں سوئے رہنے کے لئے فرمایا جب حضور رفع حاجت کے لئے اٹھتے تو خاکسار اسی وقت اٹھ کر پانی کا لوٹا لیکر حضور کے ساتھ جاتا۔ تمام رات ایسا ہی ہوتا رہا۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم صفحہ ۱۳۳)

اور آخر ایک دن اسی چکر میں جنم رسید ہو گیا (ناقل)

گرمی دانے :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ بعض اوقات گرمی میں

حضرت مسیح علیہ السلام کی پشت پر گرمی دانے نکل آتے تھے تو سہلانے سے ان کو آرام آتا تھا بعض اوقات فرمایا کرتے کہ میاں جلون کرو جس سے مراد یہ ہوتی تھی کہ انگلیوں کے پونے بالکل آہستہ آہستہ اور نرمی سے پشت پر پھیرو۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم ص ۱۹۵)

ہاتھوں میں ایسی جلون ہوئی کہ قرآن میں بھی تحریف کر ڈالی (ناقل)

درد گردہ :- ایک دفعہ حضرت صاحب کو بہت سخت درد گردہ ہوا۔ جو کئی دن تک رہا۔ اس کی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف رہتی اور رات دن خدام باہر کے کمرہ میں جمع رہتے۔ (ذکر حبیب ص ۲۹ از مفتی محمد صادق قادریانی)

دوران سر :- خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کو کبھی کبھی دوران سر کی تکلیف ہو جاتی تھی۔ جو بعض اوقات اچانک پیدا ہو جاتی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب گھر میں ایک چارپائی کو کھینچ کر ایک طرف کرنے لگے تو اس وقت اچانک چکر آگیا۔ اور لڑکھڑا کر گرنے کے قریب ہو گئے۔ مگر پھر سنبھل گئے۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم ص ۲۳۳ از مرزا احمد قادریانی)

مگردادی ارتداد میں گر کر سنبھل نہ سکا (ناقل)

پشت پر پھنسی :- ایک دن آپ کی پشت پر ایک پھنسی نمودار ہوئی۔ جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔ خاکسار کو بلایا اور دکھایا اور بار بار پوچھا کہ یہ کار بکل تو نہیں۔ چونکہ فیا بلس کی بیماری ہے۔ میں نے دیکھ کر عرض کیا کہ یہ بال توڑ یا معمولی پھنسی ہے۔ کار بکل نہیں ہے۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم ص ۳۲۷ مرزا بشیر احمد ہکدانی)

مغز میں تو واقعی کار بکل تھا (ناقل)

مراقب :- سینہ غلام نبی نے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ الاول نے حضرت مسیح موعود سے فرمایا کہ حضور غلام نبی کو مراقب ہے تو حصہ نے فرمایا۔ ایک رنگ میں سب نبیوں کو مراقب ہوتا ہے اور مجھ کو بھی ہے

(سیرت المہدی حصہ سوئم ص ۳۰۴)

جی ہاں ہر جھوٹے نبی کو مراق ہوتا ہو گا۔ (ناقل)

دانت درد :- ایک دفعہ مجھے دانت میں سخت درد ہوئی۔ ایک دم قرار نہ تھا کسی شخص سے میں نے دریافت کیا کہ اس کا کوئی علاج بھی ہے اس نے کہا کہ علاج دندان اخراج دندان اور دانت نکالنے سے میرا دل ڈرا۔ (حقیقتہ الوحی ص ۲۳۵ مصنفہ مرزا قادیانی)

دانت نکلوانے سے تو ڈرا مگر اللہ سے نہ ڈرا (ناقل)

پیر جھسوانا اور بدن دیوانا :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود سر کے دورہ میں پیر بہت جھسواتے تھے۔ اور بدن زور سے دواتے تھے۔ اس سے آپ کو آرام محسوس ہوتا تھا۔ (سیرت المہدی حصہ سوئم صفحہ ۲۸۷)

دورہ دوران سر :- میں چند روز سے سخت بیمار ہوں۔ بعض اوقات جب دورہ دوران سر شدت سے ہوتا ہے تو خاتمہ زندگی محسوس ہوتا ہے۔ ساتھ ہی سر درد بھی ہے۔ ایسی حالت میں روغن بادام سر اور پیروں کی ہتھیلیوں پر ملنا اور پینا فائدہ مند محسوس ہوتا ہے۔ (مرزا قادیانی کا خط حکیم محمد حسین قریشی کے نام۔ خطوط امام بنام غلام ص ۵)

نمرود کی طرح سر پر چھتر لگواتا تو زیادہ فائدہ ہوتا (ناقل)

پاخانے کی مصیبت :- ایک انگریزی وضع کا پاخانہ جو ایک چوکی ہوتی ہے اور اس میں ایک برتن ہوتا ہے۔ اس کی قیمت معلوم نہیں۔ آپ ساتھ لاویں۔ قیمت یہاں سے دیجاو گی۔ مجھے دوران سر کی بہت شدت سے مرض ہو گئی ہے۔ پیروں پر بوجھ دیکر پاخانہ پھرنے سے مجھے سر کو چکر آتا ہے۔ اس لئے ایسے پاخانہ کی ضرورت پڑی۔ اگر شیخ صاحب کی دوکان پر ایسا پاخانہ ہو تو وہ دے دیں گے مگر ضرور لانا چاہئے۔ (مرزا قادیانی کا خط حکیم محمد حسین قریشی کے نام۔ خطوط امام بنام غلام۔ ص ۶)

انگریز کے خود کاشتہ پودے کو انگریزی پاخانہ کے بغیر کہاں آرام آ سکتا تھا (ناقل)

دم الٹ دینے والی کھانسی :- میری طبیعت بیمار ہے۔ کھانسی سے دم الٹ جاتا ہے۔ (مرزا قادیانی کا خط مفتی محمد صادق کے نام --- ذکر حبیب ص ۳۶۳)
دم تو پاخانے میں الٹا اور عقل ہمیشہ ہی الٹی رہی (ناقل)

پاؤں کی سردی :- جوڑہ جراب خواہ سیاہ رنگ ہو یا کوئی اور رنگ ہو۔ مضائقہ نہیں۔ اس قدر پاؤں کو سردی ہے کہ اٹھنا مشکل ہے۔ (مرزا قادیانی کا خط حکیم محمد حسین قریشی کے نام --- خطوط امام بنام غلام ص ۷)

کھانسی اور جوشاندہ :- ایک دفعہ حضرت صاحب کو کھانسی تھی۔ حضور نے خرفہ ۲ ماشہ - الی ایک ماشہ کا جوشاندہ بنا کر پیا۔ (ذکر حبیب ص ۲۱۷ از مفتی محمد صادق)
کھانسی

کھانسی اور گرم گرم گنا :- سفر گورداسپور میں ۱۹۰۳ء میں ایک دفعہ حضرت صاحب کو کھانسی کی شکایت تھی۔ میں نے عرض کی کہ میرے والد مرحوم اس کا علاج گرم کیا ہوا گنا بتلایا کرتے تھے۔ تب حضور کے فرمانے سے ایک گنا چند پوریاں لیکر آگ پر گرم کیا گیا اور اس کی گندیریاں بنا کر حضور کو دی گئیں اور حضور نے چوسیں۔ (ذکر حبیب ص ۱۱۱ از مفتی محمد صادق قادیانی) دنیا میں گرم گرم گنا اور آخرت میں گرم گرم گرز۔ کیا عجب ملاپ ہے۔ (ناقل)

سر کے بالوں کی بیماری :- آخری عمر میں حضور کے سر کے بال بہت پتلے اور ہلکے ہو گئے تھے۔ چونکہ یہ عاجز ولایت سے ادویہ وغیرہ کے نمونے منگوایا کرتا تھا غالباً اس واسطے مجھے ایک دفعہ فرمایا۔

”مفتی صاحب سر کے بالوں کے اگلنے اور بڑھانے کے واسطے کوئی دوائی منگوائیں“
(ذکر حبیب ص ۱۷۳ از مفتی محمد صادق)

۵ تخم ٹھنڈی کرا کر کسی طاقتور مرید سے سرسوں کے تیل سے رگڑ دار مالش کروا لیتے۔
(ناقل)

گنجاپن :- دوا پہنچ گئی۔ ایک اشتہار بالوں کی کثرت کا شاید لندن میں کسی نے دیا ہے اور مفت دوا بھیجتا ہے۔ آپ وہ دوا بھی منگوا لیں تاکہ آزمائی جائے۔ لکھتا ہے کہ اس سے کنبے بھی شفا پاتے ہیں۔ (مرزا قادیانی کا خط مفتی محمد صادق قادیانی کے نام --- ذکر حبیب ص ۳۶۰)

لگتا ہے محمدی بیگم سے شادی کا شوق اس بدعاپے میں سب کچھ کھو رہا ہے۔ (ناقل)

سخت دورہ اور ٹانگیں باندھنا :- بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ اوائل میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت دورہ پڑا۔ کسی نے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد کو بھی اطلاع دے دی اور وہ دونوں آگئے۔ پھر ان کے سامنے بھی حضرت (مرزا) صاحب کو دورہ پڑا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں اس وقت میں نے دیکھا کہ مرزا سلطان احمد تو آپ کی چارپائی کے پاس خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہے۔ مگر مرزا فضل احمد کے چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا۔ اور وہ کبھی ادھر بھاگتا تھا اور کبھی ادھر۔ کبھی اپنی پگڑی اتار کر حضرت صاحب کی ٹانگوں کو باندھتا تھا اور کبھی پاؤں دبائے لگ جاتا تھا اور گھبراہٹ میں اس کے ہاتھ کانپتے تھے۔

(سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۲ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

پرانا جوتا سونگھاتے تو یقیناً فرق پڑ جاتا (ناقل)

اوپر اور نیچے والے امراض :- دو مرض میرے لاحق حال ہیں۔ ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں اور دوسرا بدن کے نیچے کے حصہ میں۔ اوپر کے حصہ میں دوران سر ہے اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب ہے اور یہ دونوں مرضیں اس زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے۔ (مرزا قادیانی کی تالیف حقیقت الوحی ص ۲۰۶، ۲۰۷ منقول از اخبار پیغام صلح لاہور جلد ۳۶ نمبر ۷ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۴۸ء)

دیکھا دعویٰ کرنے کا مزہ (ناقل)

پرانی اور دائمی بیماریاں :- مجھے دو مرض دامن گیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے

حصہ میں کہ سردرد اور دوران سر اور دوران خون کم ہو کر ہاتھ پیر سرد ہو جانا۔ نبض کم ہو جانا اور دوسرے جسم کے نیچے کے حصہ میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔ یہ دونوں بیماریاں قریب تیس برس سے ہیں۔ (نسیم دعوت ص ۶۸ مصنفہ مرزا قادیانی)

اعصابی کمزوری :- حضرت (مرزا) صاحب کی تمام تکالیف مثلاً دوران سر، درد سر، کمی خواب، تشنگی دل، بد ہضمی، اسہال، کثرت پیشاب اور مراق وغیرہ کا صرف ایک ہی باعث تھا اور وہ عصبی کمزوری تھا۔ (رسالہ ریویو قادیان بابت مئی ۱۹۳۷ء)

حافظہ کا ستیا ناس :- مکرمی اخو یکم سلمہ میرا حافظہ بہت خراب ہے۔ اگر کئی دفعہ کسی کی ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا ہوں یاد دہانی عمدہ طریقہ ہے۔ حافظہ کی یہ ابتری ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔

خاکسار غلام احمد از صدر انبالہ احاطہ ناگ پھنی)
(مکتوب احمدیہ پنجم نمبر ۳ ص ۳۱ مجموعہ مکتوبات مرزا قادیانی)
نئی بننا تو خوب یاد رہا (ناقل)

پاخانوں کی یلغار :- باوجودیکہ مجھے اسہال کی بیماری ہے اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں۔ مگر جس وقت بھی پاخانے کی حاجت ہوتی ہے تو مجھے افسوس ہی ہوتا ہے کہ ابھی کیوں حاجت ہوئی۔ اسی طرح جب روٹی کھانے کے لئے کئی مرتبہ کہتے ہیں تو بڑا جبر کر کے جلد جلد چند لقمے کھا لیتا ہوں۔ بظاہر تو میں روٹی کھاتا ہوا دکھائی دیتا ہوں مگر میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جاتی ہے اور کیا کھا رہا ہوں۔ میری توجہ اور خیال اسی طرف لگا ہوتا ہے۔

(ارشاد مرزا قادیانی مندرجہ اخبار الحکم قادیان جلد ۵ نمبر ۴۰ منقول از کتاب منظور الہی ص ۳۴۹ مولفہ محمد منظور الہی قادیانی)

بے ہوشی :- پہلے بھی کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جب حضور سخت جسمانی محنت کیا کرتے تو **بے ہوشی** کے ملغ پر ایک کمزوری کا حملہ ہوتا اور بے ہوش ہو جاتے۔

(منظر وصال از مفتی محمد صادق قادری مندرجہ اخبار الحکم قادیان خاص نمبر مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۳۳ء)

مقعد سے خون :- ایک مرتبہ میں قونج زہری سے سخت بیمار ہوا اور سولہ دن تک پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا اور سخت درد تھا جو بیان سے باہر ہے۔ (حقیقتہ الوحی ص ۳۳۳ مصنفہ مرزا قادیانی)

انتہائی کمزوری و لاچاری :- مخدوی کمری حضرت مولوی صاحب اسلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ اور اس عاجز کی طبیعت آج بہت علیل ہو رہی ہے۔ ہاتھ پاؤں بھاری اور زبان بھی بھاری ہو رہی ہے۔ مرض کے غلبے سے نہایت لاچاری ہے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ ص ۳۱ مجموعہ مکتوبات مرزا قادیانی)
کسی مرید کا منی آرڈر آتا تو ہاتھ پاؤں ٹھیک ہو جاتے (ناقل)

سستی نبض اور گھبراہٹ :- کل سے میری طبیعت علیل ہو گئی ہے۔ کل شام کے وقت مسجد میں اپنے تمام دوستوں کے رویہ جو حاضر تھے۔ سخت درجہ کے عارضہ لاحق ہوا اور ایک دفعہ تمام بدن سرد اور نبض کمزور اور طبیعت میں سخت گھبراہٹ شروع ہوئی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا زندگی میں ایک دو دم باقی ہیں۔ بہت نازک حالت ہو کر پھر صحت کی طرف عود ہوا۔ مگر اب تک کلی اطمینان نہیں۔ کچھ کچھ اثرات عود مرض کے ہیں۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول ص ۲۸ مجموعہ مکتوبات مرزا قادیانی)

ضعف دماغ :- میری طبیعت آپ کے بعد پھر بیمار ہو گئی۔ ابھی ریش کا نہایت زور ہے۔ دماغ بہت ضعف ہو گیا ہے۔ آپ کے دوست ٹھاکر رام کے لئے ایک دن بھی توجہ کرنے کے لئے مجھے نہیں ملا۔ صحت کا ٹھہر ہوں۔
جو کبھی نہ ہوئی (ناقل)

(خاکسار غلام احمد مورخہ یکم جنوری ۱۸۹۰ء)

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ مولفہ یعقوب علی عرفانی قادیانی)

مرض الموت ”ہیضہ“ :- والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا مگر اس کے بعد تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور میں بھی سو گئی لیکن کچھ دیر بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک دو دفعہ حاجت کے لئے پاخانہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف محسوس کیا تو آپ نے ہاتھ سے مجھے جگایا۔ میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دبانے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے فرمایا تم اب سو جاؤ۔ میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ میں نہ جاسکتے تھے۔ اس لئے چارپائی کے پاس ہی بیٹھ کر آپ فارغ ہوئے اور پھر اٹھ کر لیٹ گئے اور میں دباتی رہی مگر ضعف بہت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکٹری سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ اس پر میں نے گھبرا کر کہا ”اللہ یہ کیا ہونے لگا“ تو آپ نے کہا یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ کیا آپ سمجھ گئیں تھیں کہ حضرت صاحب کا کیا منشاء ہے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا ہیں ”(سیرت المہدی ص ۹ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

اس سے چند ساعتیں بعد مرزا قادیانی اپنی چارپائی کے قریب اپنی پھیلائی ہوئی غلاطت پر چکر کر گرا اور غلاطت سے لت پت ہو گیا اور اسی حالت میں فرشتہ اجل نے غلیظ جسم سے غلیظ روح نکال لی اور مرزا قادیانی پھر کر کے جہنم پہنچ گیا (ناقل)

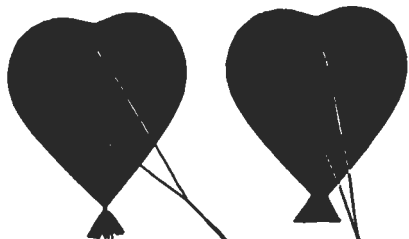
تپ نے ملاحظہ کیا کہ ملک بیماریاں کس طرح عذاب الہی بن کر بنی افرنگ کے بدن پر برس رہی ہیں کس کھانسی کا حملہ ہے۔ کس پیشاب کی یلغار ہے۔ کس زیا بیطس کا شب خون ہے۔ کس خارش کی اٹکیلیں ہیں۔ کس درد گردہ کی پٹیاں ہیں کس

جو نکلیں ہم آغوش میں کہیں سل و دق گلے کا ہار بنی بیٹھی ہیں کہیں خونی قے کی طوقانی آمد ہے۔ کہیں مراق و ہسٹیا کے تیروں کی بوچھاڑ ہے۔ کہیں دانت درد کی دھما چوکڑی ہے۔ کہیں عارضہ دل کی جھپٹ ہے۔ کہیں ہیضہ کے کھلاڑے سر پر برس رہے ہیں۔ کہیں دورہ ختم کرنے کے لئے انگریزی نبوت کی ٹانگیں باندھی جا رہی ہیں، کہیں بناسپتی نبی کے جسم پر کیچڑ ملا جا رہا ہے۔ اور کہیں کالی بلا دیکھ کر بے ہوشی کے دورے پڑ رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام بیماریاں جھوٹے نبی کو مل کر یوں گھسیٹ رہی ہیں جیسے مری ہوئی چھپکلی کو بہت سی چونٹیاں گھسیٹ کر لے جا رہی ہوں۔ یا مرے ہوئے کتے کو بہت سی گدھیں کھا رہی ہوں۔

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے صرف وہ بیماریاں رقم کی ہیں جو قادیانی کتابوں میں موجود ہیں۔ لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزا قادیانی کو اس کے علاوہ سینکڑوں بیماریاں لاحق تھیں جن کی اس وقت تشخیص نہ ہو سکی۔ اگر مرزا قادیانی آج کے تشخیصی دور میں ہوتا اور اس کا مکمل میڈیکل چیک اپ ہوتا تو اس کے جسم سے سینکڑوں بیماریاں دریافت ہوتیں۔ جن میں سے ایڈز سرفرست ہوتی۔ یہ فحش پوری دنیا کے ڈاکٹروں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا۔ دنیا جان کے ڈاکٹر اسے دیکھنے کے لئے آتے۔ ڈاکٹروں میں لڑائی چھڑ جاتی۔ ماہرین دل کہتے یہ ہمارا مریض ہے۔ ماہرین جلد کہتے یہ ہمارا مریض ہے۔ ماہرین ناک، کان، گلا کہتے کہ یہ ہمارا مریض ہے۔ ماہرین معدہ و جگر کہتے یہ ہمارا مریض ہے۔ ماہرین ذیابیطس کہتے یہ ہمارا مریض ہے۔ ماہرین نفسیات کہتے یہ ہمارا مریض ہے۔ مرزے کا ٹوٹا ہوا بازو دیکھ کر آرٹھروپڈک سرجن کہتے یہ ہمارا مریض ہے اور مرزا قادیانی کے حمل کا قصہ پڑھ کر ماہرین زچہ و بچہ کہتے یہ ہماری مریضہ ہے۔ غرضیکہ ڈاکٹروں میں ایک بحث و تکرار چھڑ جاتی اور چھینا جھپی شروع ہو جاتی۔ میڈیکل کے طلباء کہتے اسے ہمارے حوالے کرو ہم نے اس پر ریسرچ کرنی ہے۔ کوئی محقق کہتا کہ اسے میرے حوالے کرو میں نے اس پر پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھا ہے۔ عجائب گھر والے کہتے اسے ہمیں دے دو۔ ہم اس پر کلکٹ لگائیں گے اور کروڑوں روپے کما کر قومی آمدنی میں اضافہ کریں گے۔ جس سے کمر توڑ منگائی کا توڑ ہو گا۔ دنیا بھر کے صحافی

اسے دیکھنے کے لئے آتے اور ساری دنیا کی اخباروں میں اس کے انٹرویو چھپتے اور فوٹو شائع ہوتے۔ گنز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں اس کا نام آتا۔ معاملہ عدالتوں تک جا پہنچتا۔ حکومت برطانیہ عدالت میں دعویٰ کرتی کہ مرزا قادیانی ہماری تخلیق ہے۔ اسے نبی ہم نے بنایا تھا اور نبی بننے کے جرم کی پاداش میں اللہ کی طرف اسے اس پر لعنتوں اور بیماریوں کی بوچھاڑ ہوئی۔ کیونکہ اسے نبی ہم نے بنایا تھا اور ہماری ہی وجہ سے اس کو اتنی بیماریاں لگیں۔ لہذا ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم اس کا علاج معالجہ کرائیں۔ عدالت انگریز کے موقف کو درست تسلیم کرتے ہوئے مرزا قادیانی کو انگریز کے حوالے کر دیتی اور بیماریوں کا عالمی چیپٹن مرزا قادیانی اپنی تمام لعنتوں، نحوستوں اور بیماریوں کے ساتھ برطانیہ روانہ ہو جاتا۔ اور ہم کہتے۔

۔ پنچھی وہیں پہ خاک جہاں کا خیر تھا



مرزا قاضی

کی

اکھٹے کی

شاری

تقریباً ایک صدی ہتی، مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور میں ایک نہر کی کھدائی کا کام شروع ہوا۔ اس نہر کو قادیان سے دو اڑھائی میل مغرب کی جانب سے بھی گزرتا تھا۔ قادیان کے قریب جب اس نہر کی کھدائی شروع ہوئی تو محکمہ نہر کے ایک ملازم میر ناصر نواب کی ڈیوٹی اس نہر پر لگی۔ میر ناصر نواب دہلی کا رہنے والا تھا اور ملازمت کے سلسلہ میں بمعہ اہل و عیال یہاں آیا تھا اور قادیان کے قریب ایک گاؤں ”حتہ“ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ قادیان میں اس کی ملاقات ایک شخص مرزا غلام قادر سے ہوئی تھی اور تھوڑی ہی مدت بعد یہ ملاقات ایک گہری دوستی میں بدل جاتی ہے۔ ایک دن میر ناصر نواب کی اہلیہ بیمار ہو جاتی ہے۔ پردیس میں آیا ہوا میر ناصر نواب بیماری سے پریشان ہو جاتا ہے اور وہ اپنی اس پریشانی کا اظہار اپنے دوست مرزا غلام قادر سے کرتا ہے، مرزا غلام قادر اسے کہتا ہے کہ تم فکر نہ کرو میرا باپ ایک ماہر طبیب ہے۔ تم بیوی کو لے کر میرے گھر آ جانا، میں والد صاحب سے اس کا علاج کروا دوں گا۔ میر ناصر نواب بیوی کو لے کر قادیان پہنچتا ہے۔ اس کے دوست مرزا غلام قادر کا باپ مرزا غلام مرتضیٰ مریشہ کی نبض دیکھتا ہے اور ایک نسخہ لکھ دیتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد دونوں کی دوستی اور پکی ہو جاتی ہے۔ اس واقعہ کے کچھ مدت بعد غلام قادر کا باپ مرزا غلام مرتضیٰ فوت ہو جاتا ہے۔ مرزا غلام قادر میر ناصر نواب سے کہتا ہے کہ آپ گاؤں ”حتہ“ میں رہتے ہیں۔ وہ گاؤں بد معاشوں کا گاؤں ہے اور آپ پردیسوں کا وہاں رہنا مناسب نہیں۔ میں گورداسپور میں رہتا ہوں اور ہمارا قادیان والا مکان خالی پڑا ہے۔ میرا چھوٹا بھائی مرزا غلام احمد اس مکان کے ایک حصہ میں رہتا ہے اور وہ بھی کبھی کبھی گھر آتا ہے ورنہ اس کا زیادہ وقت باہر ہی گزرتا ہے۔ اس لئے آپ کو پردہ وغیرہ کی ضرورت بھی پیش نہیں آئے گی۔ میر ناصر نواب مرزا غلام قادر کی پیشکش کو قبول کر لیتا ہے اور اپنی فیملی کو لے کر قادیان میں منتقل ہو جاتا ہے۔ یہاں پہنچتے ہی مرزا غلام احمد اور میر ناصر نواب کی بیوی کے محبت بھرے تعلقات استوار ہو جاتے ہیں۔ طائر محبت آسمان سے باتیں کرنے لگتا ہے اور دونوں ایک دوسرے پر دل نثار کرنے لگتے ہیں۔ دونوں اطراف سے تحائف کا تبادلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جب ان

محبت بھرے خفیہ تعلقات کا پتہ مرزا غلام قادر کی بیوی یعنی مرزا غلام احمد کی بڑی بھانج کو چلتا ہے تو وہ ان ناجائز تعلقات کا سختی سے نوٹس لیتی ہے۔ جس سے محبت بھرے جوڑے اور غلام قادر کی بیوی میں ٹھن جاتی ہے اس ساری صورت حال کو مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد اپنی کتاب سیرت المہدی میں میر ناصر نواب کی بیوی اور اپنی ثانی کی زبان سے یوں بیان کرتا ہے۔

بیان کو ذرا پوری توجہ سے پڑھئے

”ان دنوں جب بھی تمہارے تایا (مرزا غلام قادر) گورداسپور سے قادیان آتے تھے تو ہمارے لئے پان لایا کرتے تھے اور میں ان کے واسطے کوئی اچھا سا کھانا تیار کر کے بھیجا کرتی تھی۔ ایک دفعہ جو میں نے شامی کباب ان کے لئے تیار کئے اور بھیجے مگر تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ گورداسپور واپس چلے گئے ہیں۔ جس پر مجھے خیال آیا کہ کباب تو تیار ہی ہیں میں ان کے چھوٹے بھائی (مرزا غلام احمد) کو بجھوا دیتی ہوں۔ چنانچہ میں نے ٹائن کے ہاتھ تمہارے ابا کو کباب بجھوا دیئے اور ٹائن نے مجھے آکر کہا کہ وہ بہت ہی شکر گزار ہوئے تھے۔ اور انہوں نے بڑی خوشی سے کباب کھائے اور اس دن انہوں نے اپنے گھر سے آیا ہوا کھانا نہیں کھایا۔ اس کے بعد میں ہر دوسرے تیسرے دن ان کو کچھ کھانا بنا کر بجھوا دیا کرتی تھی۔ اور وہ بڑی خوشی سے کھاتے تھے۔ لیکن جب اس بات کی اطلاع تمہاری تائی کو ہوئی تو انہوں نے بہت برا منایا کہ میں کیوں ان کو کھانا بھیجتی ہوں۔ کیونکہ وہ اس زمانہ میں تمہارے ابا کے سخت مخالف تھیں اور چونکہ گھر کا سارا انتظام ان کے ہاتھ میں تھا۔ وہ ہر بات میں انہیں تکلیف پہنچاتی تھیں مگر تمہارے ابا صبر کے ساتھ ہر بات کو برداشت کرتے تھے۔“ یعنی بہت ڈھیٹ تھے۔ (ناقل)

(سیرت المہدی حصہ دوم ص ۱۰۰ مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

مرزا غلام احمد نے جہاں اپنے شیطانی جال میں میر ناصر نواب کی بیوی کو جکڑ رکھا تھا۔ وہاں اس نے میر ناصر نواب کی نو خیز بیٹی نصرت جہاں بیگم پر بھی اپنی حریص آنکھ رکھی ہوئی تھی اور لڑکی کو بھی اس نے رام کر لیا تھا اور وہ بڑھا کھوسٹ اس سے شادی

رچانا چاہتا تھا۔ مرزا قادیانی کے پاس ماں بیٹی سے ملنے کے کھلے مواقع تھے اور وہ جی بھر کر ان سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ مرزائی بھی اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی اپنی کتابیں مرزا قادیانی کی خباثت پر گواہی دے رہی ہیں۔

”بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ (زوجہ مرزا قادیانی) نے کہ جب میں چھوٹی لڑکی تھی۔ تو میر صاحب (یعنی خاکسار کے نانا جان) کی تبدیلی ایک دفعہ یہاں قادیان بھی ہوئی تھی اور ہم چھ سات ماہ یہاں ٹھہرے تھے۔ پھر یہاں سے دوسری جگہ میر صاحب کی تبدیلی ہوئی۔ تو وہ تمہارے تایا سے بات کر کے ہم کو تمہارے تایا کے مکان میں چھوڑ گئے تھے اور پھر ایک مہینہ کے بعد آکر لے گئے۔ اس وقت تمہارے تایا قادیان سے باہر رہتے تھے اور آٹھ روز کے بعد یہاں آیا کرتے تھے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ان کو دیکھا ہے۔ خاکسار نے پوچھا کہ حضرت صاحب کو بھی ان دنوں میں آپ نے دیکھا تھا یا نہیں؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب رہتے تو اس مکان میں تھے مگر میں نے آپ کو نہیں دیکھا اور والدہ صاحبہ نے مجھے وہ کمرہ دکھایا جس میں ان دنوں حضرت صاحب رہتے تھے۔“

(سیرت الہدی حصہ اول ص ۵۷-۵۶۔ مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی) قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ میر ناصر نواب پورا ایک مہینہ گھر پر نہیں۔ مرزا قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر ہفتہ کے بعد صرف تھوڑی دیر کے لئے قادیان آتا ہے۔ گھر میں میر ناصر نواب کے اہل خانہ کے ساتھ مرزا قادیانی گھسا ہوا ہے اور اپنی شنیع حرکات میں مصروف ہے۔

۔ صلائے عام ہے یا ران نکتہ داں کے لئے

بیٹا ماں سے پوچھ رہا ہے کہ کیا آپ نے شادی سے پہلے مرزا قادیانی کو دیکھا تھا۔ جس کے جواب میں نصرت جہاں بیگم کمال سادگی سے کہہ رہی ہے کہ انہیں تو نہیں دیکھا تھا مگر ان کا کمرہ دیکھا تھا۔ یعنی مکان دیکھا ہے۔ کیس نہیں دیکھا۔

ہائے اس سادگی پہ کون نہ مرجائے

مرزا قادیانی نے نصرت جہاں بیگم سے شادی کے لئے اس کی ماں سے اصرار کیا تو اس

کی ماں نے اسے جواب دیا۔ تھوڑی دیر مبر کو میں تمہارے لئے راستہ بتاتی ہوں تاکہ ہماری عزت بھی لوگوں کی نگاہوں میں محفوظ رہے اور تمہارا کام بھی بن جائے۔ نصرت جہاں بیگم کے لئے جو بھی ہشتہ آئے گا۔ میں اس کے باپ سے اس رشتہ کے بارے میں انکار کر دیا کروں گی اور پھر جب پانچ سات رشتوں کو ٹھکرا دوں گی تو اس کے ساتھ ہی تمہارے لئے راستہ ہموار کر دوں گی۔ میرا ناصر نواب قادیان سے دفتری رخصت لیکر اپنے شہر دہلی واپس چلا جاتا ہے۔ وہاں پہنچ کر میرا ناصر نواب کی بیوی اس سے کہتی ہے کہ اب نصرت جہاں بیگم اٹھارہ سالہ جوان ہو چکی ہے، ہمیں اس کی شادی کا سوچنا چاہئے اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے خوند سے کہتی ہے کہ اس سلسلہ میں ہمیں مرزا غلام احمد کی ضرور مدد لینی چاہئے کیونکہ وہ بااثر اور تعلقات رکھنے والا آدمی ہے۔ میرا ناصر نواب کی بیوی اسے شیشے میں اتار لیتی ہے۔ اور میرا ناصر نواب فوراً مرزا قادیانی کو اس بارے میں خط لکھتا ہے اب اس کہانی کی صورت حال مرزا بشیر احمد سے سنئے۔ جسے وہ اپنی نانی کی زبانی بیان کر رہا ہے۔

”اس کے بعد ہم رخصت پر دہلی گئے اور چونکہ تمہاری اماں اس وقت جوان ہو چکی تھی۔ ہمیں ان کی شادی کا فکر پیدا ہوا اور میرا صاحب نے ایک خط تمہارے ابا (مرزا قادیانی) کے نام لکھا کہ مجھے اپنی لڑکی کے واسطے بہت فکر ہے آپ دعا کریں کہ خدا کسی نیک آدمی کے ساتھ تعلق کی صورت پیدا کر دے۔ تمہارے ابا نے جواب میں لکھا کہ اگر آپ پسند کریں تو میں خود شادی کرنا چاہتا ہوں اور آپ کو معلوم ہے کہ گو میری پہلی بیوی موجود ہے اور بچے بھی ہیں مگر آجکل میں عملاً معبود ہی ہوں۔ وغیرہ ذلک۔ کتنی بے تکلفی تھی ساس اور داماد میں۔ یہیں سے دال میں کالا کالا مرزا قادیانی پکڑا جاتا ہے۔ (ناقل)

میرا صاحب نے اس ڈر کی وجہ سے کہ میں اسے برا مانوں گی مجھ سے اس خط کا ذکر نہیں کیا (اس بدھو کو کیا پتہ تھا کہ سارا کھیل ہی تیرا بنایا ہوا ہے۔) اور اس عرصہ میں اور بھی کئی جگہ سے تمہاری اماں کے لئے پیغام آئے۔ لیکن میری کسی جگہ تسلی نہ ہوئی۔ حالانکہ پیغام دینے والوں میں سے بعض اچھے اچھے متمول آدمی بھی تھے اور

بہت اصرار کے ساتھ درخواست کرتے تھے۔

بالآخر ایک دن میر صاحب نے ایک لدھیانہ کے باشندے کے متعلق کہا کہ اس کی طرف سے بہت اصرار کی درخواست ہے اور ہے بھی وہ اچھا آدمی اسے رشتہ دے دو۔ میں نے اس کی ذات وغیرہ دریافت کی تو مجھے شرح صدر نہ ہوا اور میں نے انکار کیا۔ جس پر میر صاحب نے کچھ ناراض ہو کر کہا کہ لڑکی اٹھارہ سال کی ہو گئی ہے کیا ساری عمر اسے یونہی بٹھا چھوڑ دو گی۔ میں نے جواب دیا کہ ان لوگوں سے تو پھر غلام احمد ہی ہزار درجہ اچھا ہے۔ (تیر چلا دیا۔ ناقل) میر صاحب نے جھٹ ایک خط نکال کر میرے سامنے رکھ دیا کہ لو پھر مرزا غلام احمد کا خط بھی آیا ہوا ہے۔ (کسی ذریعہ سے مرزا قادیانی کو خط بھیجنے کا پیغام بکھوا دیا ہو گا) جو کچھ ہو ہمیں اب جلد فیصلہ کرنا چاہئے۔ میں نے کہا اچھا غلام احمد کو لکھ دو۔ چنانچہ ہمارے نانا جان نے اسی وقت قلم دوات لیکر خط لکھ دیا (تیر نشانے پر لگا۔ مبارک ہو۔ ناقل) اور اس کے آٹھ دن بعد ہمارے ابا دہلی پہنچ گئے۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۱۰۰ - مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

میر ناصر نواب کے دہلی جانے کے وقت سے لیکر شادی کی ہاں ہونے تک کے درمیانی وقت میں مرزا قادیانی کے دل پر غم فراق کے آرے چلتے رہے۔ اس کی آنکھیں نصرت جہاں کو دیکھنے کے لئے تڑپتی رہیں اور تپ بھر میں اس کا وماغ ابلتا رہا۔ اس کے دن انگاروں پر اور راتیں کائناتوں پر بسر ہوتی رہیں۔ وہ کس کرب، درد و سوز کے ساتھ چلاتا تھا۔ اس کیفیت کا پتہ ہمیں خود قادیانی ہی بتاتے ہیں، حوالہ پیش خدمت ہے۔

”خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح (مرزا قادیانی) موعود کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے۔ جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے۔ جسے میں پہچانتا ہوں۔ بعض بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اسکی دوا ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا میرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں مزا ہوتا ہے

ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اس کے جانے سے صبر دل سے گیا ہوش بھی ورطہ عدم میں پڑے

سبب کوئی خداوند بنا دے کسی صورت سے وہ صورت دیکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی بہت روئے ہیں اب ان کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر دلا اک بار شور و غل مچا دے

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پاکی سمجھو ایسی ہوئی قدرت خدا کی
میرے بت اب سے پردہ میں رہو تم کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

نہیں منظور تھی مگر تم کو الفت تو یہ مجھ کو بھی جتلیا تو ہوتا
میری دلسوزیوں سے بے خبر ہو میرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا
(سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۳۲ - ۲۳۳ مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

بچپن سالہ دولہا اٹھارہ سالہ دولہن کو لینے کے لئے دہلی پہنچ گیا۔ بارات میں مرزا قادیانی کے قریبی ہندو دوست بھی شامل تھے۔ نکاح ہوا مرزا قادیانی اٹھارہ سالہ دولہن کو چمک چمک کرتی گاڑی میں بٹھا کر قادیان لے آیا۔ والدین نے بیٹی کے ساتھ ایک عورت کو بھی ساتھ بھیجا۔ قادیان پہنچ کر نصرت جہاں بیگم اداس اداس اور گھبرائی رہنے لگی۔ وہ دیدے کھول کھول کر فضاؤں میں گھورتی رہتی اور کبھی کبھی ان اداس دیدوں سے موٹے موٹے اور گرم گرم آنسو گر کر اس کے کپڑوں پر پھیل جاتے۔ وہ آنسو بھری سرخ آنکھیں پونچھ کر پھر فضاؤں میں گھورنے لگتی گویا اڑ کر دہلی جانا چاہتی ہو۔ دل کا غم قلم کے ذریعے کاغذ پر پھیل گیا یعنی نصرت جہاں بیگم نے اپنے والدین کو اپنی دلی

کیفیات بیان کرتے ہوئے خطوط لکھے۔ جس کی گواہی اس کی ماں ان الفاظ میں دیتی ہے۔

”جب تمہاری اماں قادیان آئیں تو یہاں سے ان کے خط گئے کہ میں سخت گھبرائی ہوئی ہوں اور شاید میں اس غم اور گھبراہٹ سے مر جاؤں گی۔ چنانچہ ان خطوں کی وجہ سے ہمارے خاندان کے لوگوں کو اور بھی اعتراض کا موقع مل گیا اور بعض نے کہا کہ اگر آدمی نیک تھا تو اس نیکی کی وجہ سے لڑکی کی عمر کیوں خراب کی۔ اس پر ہم لوگ بھی کچھ گھبرائے اور رخصتانہ کے ایک مہینہ کے بعد میر صاحب قادیان آ کر تمہاری اماں کو لے گئے۔ جب وہ دہلی پہنچیں تو میں نے اس عورت سے پوچھا جس کو میں نے دلی سے ساتھ بھیجا تھا کہ لڑکی کیسی رہی؟ اس عورت نے تمہارے ابا کی بہت تعریف کی اور کہا لڑکی یونہی شروع شروع میں اجنبیت کی وجہ سے گھبرا گئی ہو گی ورنہ مرزا صاحب نے تو ان کو بہت ہی اچھی طرح سے رکھا ہے اور وہ بہت اچھے آدمی ہیں اور تمہاری اماں نے بھی کہا کہ مجھے انہوں نے بڑے آرام کے ساتھ رکھا مگر میں یونہی گھبرا گئی تھی۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد واپس ہمارے پاس آ گئیں (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۱۱۱ - ۱۱۲ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)

اس مندرجہ بالا بیان کو پڑھ کر ذہن میں بہت سے سوال ابھرتے ہیں۔

نصرت جہاں بیگم کیوں اداس اداس اور پریشان پریشان رہی؟

نصرت جہاں بیگم کیوں گھبراہٹ سے مری جا رہی تھی؟

تھوڑے دنوں کے بعد نصرت جہاں بیگم کا گھبرایا گھبرایا دل کیسے خوشی سے جھوم اٹھا؟

جب ہم ذہنوں پر زور دے کر اس سوالوں کے جوابات تلاش کرتے ہیں تو خود مرزا

قادیانی ہی ہمیں ان تمام سوالوں کا جواب دے دیتا ہے۔ حوالہ پیش خدمت ہے۔

”اس شادی کے وقت مجھے یہ ابتلاء پیش آیا کہ باعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ

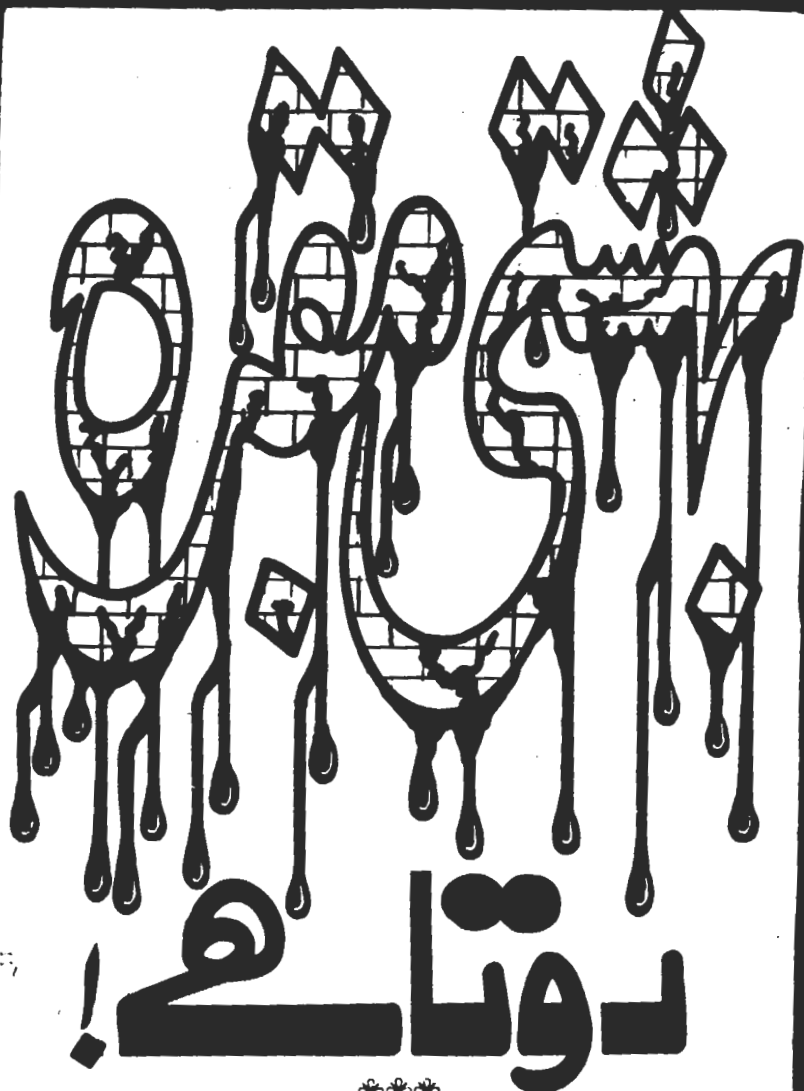
سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس

اور درد سر مع دوران سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں جن کے ساتھ بعض

اوقات مجھے تشنج قلب بھی ہوتا تھا۔ اس لئے میری حالت مروی کا عدم تھی (دہلی کیا

لینے گئے تھے؟ ناقل)

اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ غرض اس ابتلاء کے وقت میں نے جناب الہی سے دعا کی اور مجھے اس نے دفع مرض کے لئے الہام سے دو آیتیں بتائیں اور میں نے کشفی طور پر یہ دیکھا کہ ایک فرشتہ (حکیم نور الدین - ناقل) وہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے۔ چنانچہ وہ دوا میں نے تیار کی اور اس میں خدا تعالیٰ نے اتنی برکت ڈال دی کہ میں نے ولی یقین سے معلوم کیا کہ وہ پر صحت طاقت جو ایک پورے تندرست انسان کو دنیا میں مل سکتی ہے وہ بھی دی گئی..... میں اس زمانہ میں اپنی کمزوری کی وجہ سے ایک بچہ کی طرح تھا اور اپنے آپ کو خدا داد طاقت میں پچاس مردوں کے قائم مقام پایا (تریاق القلوب ص ۶۸ - ۶۷ مصنفہ مرزا قادیانی) واہ رے بھگتو! بیوی تو اس راز کو چھپاتی رہی اور تو نے ہنڈیا چوراہے میں پھوڑ دی۔ دوائیوں کے سارے اور دوستوں کے تعاون سے مرزا قادیانی کا گھر پرانی سائیکل کی طرح چوں چوں اور کھڑکھڑ کرتا چل تو پڑا لیکن نصرت جہاں بیگم نے گھر کے ہر میدان میں مرزا قادیانی کو شکست فاش دیتے ہوئے نصرت کے ایسے جھنڈے گاڑے کہ گھر میں مرزا قادیانی کی حالت اس تانگے کے مرل گھوڑے کی طرح تھی جس پر آٹھ سواریاں لدی ہوں اور وہ سخت گرمی میں پسینے میں شرابور، چابک کھاتا اور منہ سے جھاگ نکالتا ہوا کھڈے دار سڑک پر بنالہ سے قادیان جا رہا ہو۔



قاریانِ قبرستانِ کِ شرمناک ہو لٹاک داستانِ جہانِ جنت کے نامِ چہنبر کی
 ”ایڈوانس بلنگ“ ہوتی ہے!

یاد ماضی عذاب ہے یارب چھین لے مجھ سے حافظ میرا

وہ وقت کتنا حسین تھا، وہ دن اپنے دامن میں کتنی بہاریں لئے ہوئے تھے۔ وہ لمحے کتنے پر مسرت اور فرحت بخش تھے، جب میں چنیوٹ سے سرگودھا جانے والی سڑک کے کنارے دریائے چناب کے پل سے تھوڑی دور واقع ایک وسیع و عریض میدان تھا، دریائے چناب میرے پڑوس سے گزرتا، میں اس کی ہنسی کھیلتی اچھلتی کودتی لہروں کی شوخیاں اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور کبھی پانی کی مست خراں کی نغمگی کو سن کر جھوم جھوم جاتا۔ مشرق سے طلوع ہوتے سورج کی روشن روشن کرنیں مجھ پر پڑتیں۔ اور ہر روز مجھے ایک نئی روشنی اور جوانی عطا کرتیں۔ نسیم سحر مجھ سے لپٹ لپٹ کر جاتی، شبنم میرا منہ دھوتی، موسلا دھار بارشیں مجھے نہلاتیں۔ شفق کی سرخی مجھے رعنائیاں عطا کرتی، کالی گھٹائیں میری آنکھوں میں کاجل لگاتیں، صبح مشرق کی کوکھ سے طلوع ہونے والا سورج سارا دن روشنی کی بزم سجا کر اپنے اجالوں سمیت مغرب کی گود میں سو جاتا تو رات کو چاند کی خنک چاندنی میرے قلب و جگر کو ٹھنڈک پہنچاتی، میں چرخ نیلو فری پر چمکتے ستاروں سے جی بھر کر باتیں کرتا اور پھر رات کو چلنے والی ٹھنڈی میٹھی ہوائیں اپنی ریلی آواز میں مجھے لوریاں دیتیں اور تھپک تھپک کر سلا دیتیں۔ میں ایک شہزادے کی زندگی گزار رہا تھا۔ جس کی خدمت کے لئے درجنوں خادم ہر وقت دست بستہ کھڑے ہوں۔

وقت اپنے متحرک پہیوں سے اپنی منزل کی جانب دوڑتا رہا، زمانہ کروٹیں بدلتا رہا۔ ماہ و سال کی گردش جاری رہی، لیل و نہار آتے جاتے رہے، ایک دن میرے کانوں نے خوشخبری سنی کہ ہندوستان آزاد ہو رہا ہے۔ اور میرا وجود پاکستان میں شامل ہو رہا ہے۔ خوشی سے مجھ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور میرا ذرہ ذرہ اللہ کی حمد میں مصروف ہو گیا۔ ہزاروں آرزوئیں اور تمنائیں میرے دل میں مچلنے لگیں، میں وطن آنے والے قافلوں کے مسافروں کے پاؤں چومنے کے لئے تڑپنے لگا میں آرزوئیں کرنے لگا کہ آزادی وطن کا کوئی مجاہد میرے کسی حصہ کو اپنا مسکن بنا لے سب کچھ لٹا کر آگ و خون کا دریا عبور کر کے آنے والے مجھ پر اپنی بستی بسالیں،

لیکن میری حسین آرزوئیں اس وقت راکھ کا ڈھیر بن گئیں۔ جب میرے کانوں میں یہ روح فرسا خبر پڑی کہ کائنات کی بدترین جماعت یعنی قادیانی جماعت جس نے ہندوستان میں جعلی نبوت کا ڈرامہ رچایا، میرے پڑوس میں ڈیرے ڈال رہی ہے۔ اور ایک خطرناک منصوبے کے تحت انہوں نے مجھ پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ اس دن میں چیخیں مار مار کر رویا، گریہ و زاری کرتے کرتے میری آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اور میرا دامن آنسوؤں سے بھیگ گیا۔ ابھی سنبھلنے نہ پایا تھا کہ ایک دن مجھے پتہ چلا کہ قادیانیوں نے مجھے اپنا قبرستان بنا لیا ہے اور میرا نام بہشتی مقبرہ رکھ دیا ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے دو دھاری خنجر سے میرا سینہ چاک کر کے اس میں مرچیں بھر دی ہیں۔ میں حیران و پریشان تھا کہ ان کے گرو گھنٹال مرتد اعظم مرزا قادیانی نے تو قادیان میں ایک قبرستان بنایا تھا۔ جس میں وہ اپنے مرتدوں کی میتیں دفن کرتا تھا۔ اور اس نے اس قبرستان کا نام بہشتی مقبرہ رکھا تھا۔ اب قادیانیوں کی قادیان سے یہاں منتقلی سے بہشتی مقبرہ کیسے منتقل ہو گیا۔ یہ کتنا بڑا جھوٹ اور کتنا بڑا فراڈ ہے۔ لیکن جلد ہی ذہن مطمئن ہو گیا کہ جھوٹی نبوت میں ہر جھوٹ جائز ہے۔ قادیانی گروہ در گروہ آنے لگے میرے پڑوس میں انہوں نے ایک شہر آباد کیا۔ جس کا نام ربوہ رکھا۔ میں قادیانیوں کی منحوس اور پھنکار شدہ صورتیں دیکھتا تو مجھے متلی ہونے لگتی۔ سادہ لوح اور غریب مسلمانوں کو مفت زمین کا لالچ دے کر انہیں ربوہ لایا جانے لگا اور یوں مرتدوں نے پاکستان میں مرتد سازی کی مہم شروع کر دی۔ پھر میں ان کی زبانوں سے ملک و ملت کے خلاف خوف ناک باتیں سننے لگا۔ پاکستان پر حکومت کرنے کے منصوبے بننے لگے اور وطن عزیز کے خلاف سازشوں کے جال تیار ہونے لگے۔ ملک دشمن عناصر اور دشمن ممالک کے جاسوسوں کی ربوہ میں آمدورفت شروع ہو گئی۔ ایک دن مجھے خبر ملی کہ ایک قادیانی مرتد مر گیا ہے۔ اور اسے مجھ میں دفن کرنے کے لئے لایا جا رہا ہے۔ مارے خوف کے میں لرز لرز گیا اور بے اختیار فضا میں میری چیخیں پھیلنے لگیں۔ میت کو قبرستان لایا گیا۔ پچاس ساٹھ آدمی جنازے کے ساتھ آئے، ایک آدمی رجسٹر لے کر آیا اس نے رجسٹر سے مرنے والے کا نام تلاش کیا اور دیکھا کہ آیا مرنے والے نے

اپنی کل جائیداد کا دسواں حصہ قادیانی جماعت کو ادا کیا ہے یا نہیں۔ حساب ٹھیک نکلا، 'مردے کو کلیئرس سرٹیفکیٹ NOC دے دیا گیا۔ میرے سینے پر اس مردے کی قبر کھدنے لگی، کسی اور کدال کی ضربوں سے میرا جسم ٹوٹنے لگا۔ قبر تیار ہو گئی، مردے کو قبر میں لٹا دیا گیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے ایک نظر مردے پر ڈالی۔ مردہ کیا تھا بلیٹے سے نکلا ہوا گنا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ موت کے فرشتوں نے خوب چھترول کر کے روح نکالی ہے۔ میت سے اس قدر بدبو کے طوفان اٹھ رہے تھے کہ میرا دماغ ابلنے لگا۔ میرا سانس گھٹنے لگا، جلد ہی میں نے دیکھا کہ اللہ کے فرشتے ہاتھوں میں لمبے لمبے گرز لئے بجلی کی سرعت سے آ پہنچے۔ مردے سے سوال و جواب ہونے لگے۔ لیکن مردہ ہر سوال کے جواب میں اول فول بلکا۔ پھر مردے کا ریمانڈ شروع ہو گیا، قبر میں آگ لگ گئی۔ اوپر سے گرزوں کی بارش شروع ہو گئی۔ سانپوں بچھوڑوں اور دیگر خطرناک حشرات الارض نے مردے کی چیر بھاڑ شروع کر دی۔ مردہ اتنی زور سے چیخا کہ میرے پورے وجود میں ارتعاش پیدا ہو جاتا۔ اسی اثناء میں میں نے باہر دیکھا تو مین گیٹ کے پاس ہشتی مقبرے کا مینجر مردے کی وصول ہونے والی رقم کے نوٹ مسکرا مسکرا کر گن رہا تھا۔ پھر ایک دن دو سرا مردہ آیا اس مرتد کے ساتھ بھی یہی میزبانی برتی گئی۔ پھر مردے آنے کی رفتار تیز ہوتی گئی۔ اور میرا نازوں سے پلا جسم داغدار ہوتا چلا گیا۔ پھر ایک دن مجھے خبر ملی کہ صوبہ سندھ سے ایک مردہ تدفین کے لئے لایا جا رہا ہے۔ اس دن میں رویا بھی اور ہنس بھی۔ رویا اس بات پر کہ پہلے میں سمجھتا تھا کہ صرف ربوہ کی غلاطت ہی میرے اندر دفن ہو گی اور میرا حلقہ مرتداں صرف ربوے تک محدود ہے، لیکن اس دن پتہ چلا کہ میرا حلقہ مرتداں پوری دنیا ہے۔ پوری دنیا سے کوئی بھی قادیانی اپنی جائیداد کا دسواں حصہ دے کر مجھ میں دفن ہو سکتا ہے۔ اور ہنسی آئی سندھ سے آنے والے مردے پر کہ پیارے تمہاری چھترول کا کوئہ تو متعین ہے۔ وہیں اپنا کوئہ وصول کر لیتے اتنا سفر طے کرنے کا کیا فائدہ۔ ایک دن خبر ملی کہ مرزا قادیانی کی لاڈلی بیوی نصرت جہاں بیگم مجھ میں دفن ہونے کے لئے تشریف لا رہی ہے۔ اس دن چھترول کا پروگرام ڈبل اور سیشل تھا۔ نصرت جہاں بیگم

بغیر چندے کے دفن ہوئی کیونکہ مرزا قادیانی نے بہشتی مقبرہ کے بارے میں کہا ہے کہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے کل جائیداد کا دسواں حصہ دینا شرط ہے لیکن میرے اہل خانہ اور میری اولاد اس چندہ سے مستثنیٰ ہوگی۔ قادیانی مردے آتے رہے، میری آبادی بڑھتی رہی۔ گرز برستے رہے۔ آگ کے شعلے بھڑکتے رہے۔ دھواں اٹھتا رہا۔ سانپ پھنکارتے رہے۔ بچھو ڈستے رہے۔ مردے تڑپتے رہے۔ کان پھاڑ دینے والی چیخیں بلند ہوتی رہیں اور بہشتی مقبرے کا جنرل مینجر دولت کے انبار لگاتا رہا۔ یوں تو بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے ہر قادیانی کی داستان بڑی ہی عبرتناک ہے۔ لیکن کچھ موقعوں پر ایسی ہولناک مار پیٹ اور خوف ناک چیر پھاڑ ہوئی کہ میں انہیں قیامت تک فراموش نہ کر سکوں گا۔

جب بہشتی مقبرے کا افتتاح یعنی پہلا مردہ دفن ہوا۔

جب مرزا قادیانی کی بیوی نصرت جہاں بیگم کی آمد ہوئی۔

جب مرزا قادیانی کا بیٹا بشیر الدین محمود آیا۔

جب مرزے کی بیٹی امتہ الحفیظہ کی ار تھی آئی۔

جب جلال الدین شمس مردود ہوا۔

جب جنرل اختر ملک زندان قبر میں پہنچا۔

جب مرزا ناصر مردار ہوا۔

جب ظفر اللہ خاں کو لایا گیا۔

جب شیزان فیکٹری کا مالک شاہنواز قبر میں گاڑا گیا۔

بہشتی مقبرے کے چاروں طرف دیواریں کی ہوئی ہیں۔ احاطہ کے اندر قبریں بڑے اہتمام سے بالکل سیدھی قطاروں میں بنائی گئی ہیں۔ قبروں کو سنگ مرمر، چینی ٹائلوں اور رنگین چپس کے فرشوں سے سجایا گیا ہے۔ قبروں پر مردوں کے سرھانے ان کا تعارف اور وصیت نمبر (قیدی نمبر) تحریر ہیں۔ قبروں کے درمیان راستے میں پھول دار پودے بھی لگائے گئے ہیں۔ رات کو ٹیوب لائٹس اور مرکزی کے قلمیے روشن کئے جاتے ہیں۔ جس سے رنگین پتھریلی قبریں چمکنے لگتی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر

قادیانی بڑے خوش ہوتے ہیں۔ لیکن میرا یہ سارا میک اپ طوائف کا سنگھار ہے۔ میں قادیانی رائل فیملی کے لئے سب سے منافع بخش ایجنسی ہوں۔ میری ایک ایک فٹ جگہ ہزاروں روپے میں فروخت ہوتی ہے۔ لندن فرار ہونے سے قبل مرزا طاہر اکثر میرا معائنہ کرنے کے لئے آیا کرتا تھا۔ وہ چاروں طرف نظریں سمھاسمھا کر اور مسکرا کر مجھے یوں دیکھتا جیسے کوئی بہت بڑا جاگیردار اپنی جاگیر کو دیکھنے آیا ہو۔ یا کوئی صنعت کار اپنے کارخانے کا دورہ کر رہا ہو۔

اے رب ذوالجلال! بہشتی مقبرے کے نام پر دنیا کا سب سے بڑا فراڈ ہو رہا ہے۔ جہاں جنت کے نام پر جہنم کی ایڈوانس بکنگ ہو رہی ہے۔ قادیانی رائل فیملی قبر فروشی کا دھندہ کر کے کھمبے اڑا رہی ہے۔ اے میرے مالک! میرا نام بہشتی مقبرہ ایسے ہی ہے۔ جیسے سانپ کا نام حیات بخش، بچھو کا نام روح افزاء اور انگاروں کا نام پھول رکھ دیا جائے اور میرا بہشت سے وہی تعلق ہے جو مرزا قادیانی کا جنت سے۔ اے خداوند! میرا وجود گالی بن چکا ہے۔ میں اطراف عالم میں رسوا ہو چکا ہوں۔ بسوں، کاروں، وگینوں میں سوار مسافر جب سڑک پر میرے قریب سے گزرتے ہیں۔ تو میرا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور میری طرف منہ کر تھوکتے ہیں۔ میرا معاشرے میں وہی مقام ہے۔ جو فلتھ ڈپو کا! جس طرح سارے علاقے کی غلامیتیں اکٹھی کر کے فلتھ ڈپو میں پھینک دی جاتی ہے۔ اسی طرح ربوہ اور سارے پاکستان سے قادیانی مرتد زندیق، گستاخان رسول اور عذاران وطن مجھ میں پھینک دیئے جاتے ہیں۔ اے سمج و بصیر! میں بڑی حسرت کی نگاہ سے دیگر قبرستانوں کو دیکھتا ہوں۔ تو اپنی قسمت پر ماتم کرتا ہوں اور روتے روتے میری ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔ وہ بھی تو قبرستان ہیں، جہاں شہید آرام فرما ہیں۔ جہاں تیرے دین کے لئے لڑنے والے غازی محواستراحت ہیں۔ جہاں شیوخ القرآن جنت کی ہماریں لوٹ رہے ہیں۔ جہاں شیوخ الہدٰی ابدی نیند سو رہے ہیں۔ جہاں حفاظ قرآن کی منور قبریں ہیں۔ جہاں مفسرین و محدثین جنت کی رحمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اور اک بختوں کا مارا میں، ہوں جہاں صرف مرتد، زندیق گستاخ رسول، آلہ کاران یہود و نصاریٰ اور عذاران ملک و ملت دفن ہیں۔

میرے مولا! میرے اعصاب شل ہو چکے ہیں۔ میری روح کچلی جا چکی ہے۔ میرے انگ انگ سے ٹیسس اٹھتی ہیں، میرا دماغ ہنڈیا کی طرح ابل رہا ہے۔ میرا جگر عرق غم بن کر آنکھوں کے راستے بہ گیا ہے۔ میرا وجود کانٹوں پر لٹائی لاش ہے۔ میرا دل دکھتا ہوا آتش فشاں ہے۔ میرے جذبات اکلوتے بیٹے کی موت پر ماں کے بن ہیں، میرے احساسات لق و دق صحرا میں دم توڑتے پیا سے کی موت کی ہچکیاں ہیں۔ میرے خیالات میرے جھلسے ہوئے وجود کا دھواں ہیں میرا ماضی بیوہ کا لٹا ہوا سہاگ ہے۔ میرا حال پھانسی چڑھے جواں کے جسم کی تڑپ اور مستقبل شکاری کتوں کے نرغے میں پھنسا ہوا ہرن جو آسمان کی طرف منہ اٹھائے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہو۔ یا حی یا قیوم! میرا پیٹ مرتدوں اور زندیقوں سے بھر چکا ہے۔ اب صبر کا دامن ہاتھوں سے چھوٹ رہا ہے۔ اب قیامت لے آ۔ اسرائیل سے کہہ دے کہ صور پھونک دے۔ اور میں اپنے پیٹ سے یہ غلامتیں باہر پھینک دوں۔ اور تیرے فرشتے دنیا کے ان عظیم مجرموں کو پابہ زنجیر حشر کے میدان میں کھینچتے ہوئے لے جائیں۔ اور پھر تیرے حکم سے یہ جہنم میں پھینک دیئے جائیں۔ مولا! مجھ دکھی کی فریاد سن لے۔ مولا میری التجا سن۔ مولا میری التماس سن لے مولا! میری درخواست سن لے۔

سسکیاں۔ ہچکیاں۔ آنسو۔ چیخیں

بہشتی مقبرہ کے بارے میں قادیانی عقائد

بہشتی مقبرہ بہشتی لوگ :- حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے فرمایا کہ نماز سے کوئی بیس یا پچیس منٹ پیشتر میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک زمین خریدی ہے کہ اپنی جماعت کی میتیں وہاں دفن کیا کریں تو کہا گیا کہ اس کا نام مقبرہ بہشتی ہے۔ یعنی جو اس میں دفن ہو گا وہ بہشتی ہو گا۔ (مکاشفات ص ۳۳ مولفہ بابو مہور الحق صاحب قادیانی)

جنت ارضی

لا وحی الی ربی وَاغَار الی اَرْضٍ وَقَالَ اِنَّهَا الْاَرْضُ تَحْتَهَا الْجَنَّةُ لَمَنْ د

فن لہاد دخل الجنة وانہ من الامنین •

ترجمہ :- تو خدا تعالیٰ نے مجھے وحی کی اور ایک زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ وہ زمین ہے۔ جس کے نیچے جنت ہے۔ پس جو شخص اس میں دفن ہو گا وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور وہ امن پانے والوں میں سے ہے۔ (الاستقاء عربی ص ۵۹ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

کشفی رنگ میں وہ مقبرہ مجھے دکھایا گیا۔ جس کا نام خدا نے بھشتی مقبرہ رکھا ہے اور پھر الہام ہوا۔

”کل مقابر الارض لا تقابل هذا الارض“ روئے زمین کی تمام مقابر اس زمین کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ (مرزا غلام احمد قادیانی کے مکاشفات ۵۹ مولفہ محمد منظور الہی صاحب)

بھشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی فیس

”تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہو گا۔ جو یہ وصیت کرے کہ اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہو گا کہ ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہو گا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے۔ فیس ادا کرنے والا جہاں بھی مرے، جنتی ہے۔ اگر کوئی صاحب دسویں حصہ جائیداد کی وصیت کریں اور اتفاقاً اس کی موت ایسی ہو مثلاً کسی دریا میں غرق ہو کر ان کا انتقال ہو یا کسی اور ملک میں وفات پاویں جہاں سے میت کو لانا متذر ہو تو ان کی وصیت قائم رہے گی اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہو گا کہ گویا وہ اس قبرستان میں دفن ہوا ہے اور جائز ہو گا کہ ان کی یادگار میں اسی قبرستان میں ایک کتبہ اینٹ یا پتھر پر لکھ کر نصب کیا جائے اور اس پر واقعات لکھے جائیں۔“ (الوصیت ص ۱۱ تا ۲۳ مصنفہ مرزا قادیانی)

مرزا اور اس کے اہل و عیال کے لئے کوئی فیس نہیں

”میری نسبت اور میرے اہل و عیال کی نسبت خدا تعالیٰ نے استثناء رکھا ہے

باقی ہر ایک مرد ہو عورت ہو ان کو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنے والا منافق ہو گا۔“ (الوصیت ص ۱۱ تا ۲۳ مصنفہ مرزا قادیانی)

بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی وصیت نہ کرنے والا منافق

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جو وصیت نہیں کرتا وہ منافق ہے اور وصیت کا کم از کم چندہ ۱۰/۱ حصہ مال کا رکھا ہے۔“ (منہاج الطالبین مجموعہ تقاریر میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ص ۱۶)

جنت کا دروازہ کھل گیا: ”اگلے زمانہ میں انبیاء اپنے بعض خاص خاص مریدوں کو بہشت میں داخل ہونے کی بشارت دیا کرتے تھے اور یہاں تو یہ نظر آتا ہے کہ بہشت کا دروازہ کھل گیا ہے صرف ذرا کھڑا ہونے اور قدم اٹھانے کی دیر ہے۔“ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲۴ نمبر ۲۵ مورخہ ستمبر ۱۹۳۶ء)

بہشت سے اخراج، چندہ ضبط: ”بموجب ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایده اللہ تعالیٰ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ جو مومن وصیت کا چندہ واجب ہونے کی تاریخ کے چھ ماہ بعد تک رقم وصیت ادا نہ کرے گا۔ نہ دفتر سے اپنی معذوری بتا کر مہلت حاصل کرے گا۔ اس کی وصیت انجمن کار پرداز ان مصالح قبرستان کو منسوخ کرنے کا کامل اختیار ہے اور جس قدر روپیہ وہ وصیت میں ادا کر چکا ہے۔ اس کے واپس لینے کا موصی کو حق نہ ہو گا۔“ (سیکرٹری مقبرہ بہشتی قادیان) (اخبار الفضل قادیان جلد ۲۴ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۶ء)

ابوبکرؓ کے ہم پلہ: ”آج تمہارے لئے ابوبکرؓ کی فضیلت حاصل کرنے کا موقع ہے اور وہ بہشتی مقام موجود ہے جہاں تم وصیت کر کے اپنے پیارے آقا المسیح الموعود کے قدموں میں دفن ہو سکتے ہو اور چونکہ حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح موعود رسول کریمؐ کی قبر میں دفن ہو گا اس لئے تم اس مقبرہ میں دفن ہو کر خود رسول اکرمؐ کے پہلو میں دفن ہو گے اور تمہارے لئے اس خصوصیت میں ابوبکرؓ کے ہم پلہ ہونے کا موقع

ہے۔“ (افسر بہشتی مقبرہ کا اعلان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۹۹ مورخہ ۲ فروری ۱۹۹۵ء)

مرزا قادیانی کی چاندی کی قبر: ”ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی۔ اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کما گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔“ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲۴ نمبر ۵۴ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۹۶ء)

جب مرزا قادیانی کو موت آئی!



مرزا قادیانی بیضہ کا شکار ہو کر 26 مئی 1908ء کو بروز منگل بوقت ساڑھے دس بجے رات لاہور میں واصل جہنم ہوا۔ اس کی ارتقی کو مال گاڑی پر لاد کر قادیان لے جایا گیا اور چھوین کی خاک سے اٹھنے والے اس مدعی نبوت کو قادیاں ہی کی خاک میں دفن کر دیا گیا۔ اس طعون اذنی کے مرض الموت سے موت تک اور پھر موت سے تدفین تک کے پروگرام کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

مرض :-	بیضہ
دن :-	منگل
وقت :-	رات
ٹائم :-	ساڑھے دس بجے
موسم :-	گرم
مہینہ :-	مئی
تاریخ :-	26
شہر :-	لاہور
جائے مرگ :-	نئی خانہ
مدفن :-	قادیاں

لاہور سے قادیاں جس سواری پر لے۔۔۔ مل گاڑی
جایا گیا۔۔۔

بندہ حمید پر تقصیر کی عمل و دانش کے مطابق مندرجہ بالا سارے پروگرام کی تشکیل یوں ہوئی کہ کتب ذمہ مرید بندہ سمن مرزائے قادیان نے کئی علمائے اسلام سے مباہلہ کیا۔ آخری مباہلہ قادیانیت پر برسنے والی شمشیر بے نیام مناظر اسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سے ہوا۔ جس میں مرزا قادیانی نے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کو ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک مطبوعہ اشتہار کے ذریعے مباہلے کا چیلنج دیا جس کا عنوان تھا۔ ”مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ“ اس میں مرزا قادیانی نے مولانا صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا!

”اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ آپ اکثر اوقات اپنے پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون اور بیضہ کے امراض مملکہ سے۔“

مباہلہ سنت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور مباہلہ میں جھوٹے پر اللہ کا عذاب لپک لپک کر نازل ہوا کرتا ہے کیونکہ اس مباہلہ میں مرزا قادیانی نے رب ذوالجلال سے لکھ کر درخواست کی تھی کہ مولا تو جھوٹے کو سچے کی زندگی میں مار دے۔ مباہلہ میں مرزا قادیانی جھوٹا تھا اس لئے اس کذاب کو اس کے سچے حریف مولانا مرتضیٰ کی زندگی میں مارنے کا پروگرام بن گیا لیکن سب سے پہلا سوال یہ اٹھا کہ مرزا قادیانی کو کس مرض سے مارا جائے اس سوال پر سدی بیماریاں اللہ کے حضور محو التجا ہوئیں۔

”بخار بولا! مولا تو اس کو میرے حوالے کر میں اپنی تپش سے اس کے وجود کو جلا کر خاک سیاہ بنا دوں گا۔“

”کھانسی بولی، اللہ! تو اسے میرے حوالے کر میں اس کے پھیمپھڑے پھاڑ دوں گی۔“
 ”کینسر بولا، رب ذوالجلال! اسے میرے شکنجے میں دے میں اس کے پورے جسم کو پھوڑا بنا دوں گا۔ اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اس کی جان قسطوں میں لٹکے گی۔“
 ”سر درد بولا ملک کائنات! تو مجھے اس پر مسلط کر دے میں اس کے دماغ کے پر خچے اڑا دوں گا۔“

”خارش بولی، یا حی یا قیوم! تو مجھے موقع دے میں اسے ڈانس کرا کر اکر کر مار دوں گی۔“

غرضیکہ ساری بیماریوں نے یہ سعادت حاصل کرنے کے لئے اپنے حق میں خوب سے خوب تر دلائل دیئے۔ ایک کوئی میں مسٹر بیضہ بیٹھا تھا۔ وہ بڑے احترام سے کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ مولا! تیرے پاس بڑی خطرناک اور ہولناک بیماریاں ہیں میں ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں لیکن مولا! کیونکہ تیری ساری بیماریوں میں سب سے گندہ میں ہوں اور تیری ساری مخلوق میں سب سے گندہ یہ ہے لہذا اصول یہی ہے کہ گندے کو گندہ مارے۔ اس لئے مرزے کو مارنے کا حق میرا بنتا ہے۔ ماحول پر خاموشی چھا گئی اور فیصلہ بیضہ کے حق میں ہو گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ اس کی موت کا دن کونسا رکھا جائے؟

بردن اللہ سے التجائیں کرنے لگا کہ مرزے کی موت کے لئے اس کا انتخاب کیا جائے تاکہ مرزا اس کے دامن میں تڑپ تڑپ کر جان دے اور وہ اسے تڑپتا پڑھتا دیکھ کر اپنے کلیجے کو ٹھنڈا کر سکے۔ لیکن مسئلہ نے روتے ہوئے کہا۔ اے اللہ! مرزا قادیانی کذاب کا کہنا تھا کہ منگل کا دن بڑا نحوس ہے

(واضح رہے کہ سیرت الہندی میں مرزا بشیر احمد ایم اے صفحہ ۸ پر اپنی والدہ کے حوالے سے

لکھتا ہے کہ حضرت صاحب منگل کے دن کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔)

اس کے منہ سے طعن و تشنیع کے یہ نکلے ہوئے تیر میرے سینے میں پیوست ہو جاتے اور میں بلبلہا اٹھتا خداوند! اب میرے ساتھ انصاف یہی ہو گا کہ اسے منگل والے دن ہی مارا جائے تاکہ رہتی دنیا تک جن و انس اس پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتے رہیں۔ کہ دیکھو مردود جس دن کو منحوس کہتا تھا اسی دن مر گیا۔ پھر کیا تھا منگل بازی لے گیا۔

سوال اٹھا کہ اسے دن کو مارا جائے یا رات کو؟

دن کہنے لگا میرے مالک اسے دن میں مارا جائے کیونکہ یہ اپنی نبوت کا ذبہ کا سدا کام دن میں کرتا تھا۔ لوگوں سے پیسے دن میں ہورتا تھا۔ بھاری رقوم کے منی آرڈر دن میں وصول

کرتا تھا۔ دن میں ہی اپنے مریدوں کی محفل سجا کر انہیں اپنے الہامات سناتا تھا۔ دن میں ہی مناظرے اور مباحثے کرتا تھا۔ دن میں ہی پکری میں رشوتیں وصول کرتا تھا۔ اکثر دن میں ہی لوگوں سے بیعت لیتا تھا۔ میرے مالک اس نے مجھ میں بڑے گناہ کئے ہیں اس لئے میرا قرض چکایا جائے اور اسے دن میں ہی مارا جائے۔ رات گلوگیر آواز میں بولی میرے خالق! اگر فیصلہ اس کے گناہوں اور سیاہ کرتوتوں کے تناسب سے ہی کرنا ہے تو میرے مولا! میرے دل کے زخموں کی زبان سے زخمی داستانیں بھی سن۔ میرے مولا! اسی پلو مرکی شراب رات کو پیتا تھا۔ بھانوسے ٹانگیں رات کر دہواتا تھا۔ رات کو ہی ابلیس آکر اسے اپنی شیطانی وحی سے نوازتا تھا اور اگلے دن کے لئے شیطانی پروگرام عطا کرتا تھا۔ رات کو ہی عریاں اور حیا سوز شاعری کرتا تھا۔ رات کے اندھیرے میں ہی اپنی باطل تصانیف کا فعل شنیع سرانجام دیتا تھا۔ لوگوں سے سارے دن کا بٹورہ ہوا چندہ رات کو ہی گنتا تھا اور خوشی سے آوارہ قہقہے لگاتا تھا۔ رات کو ہی ٹیپی ٹیپی سے باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کرتا تھا۔ اور پھر جب یہ شیطانی کام کرتے کرتے تھک جاتا تو بستر پر دراز ہو جاتا اور پھر رات کی تاریکی اور سناٹے میں نوجوان لڑکیاں اسے پکھا جھلنے لگتیں اور یہ تنگ انسانیت بے حیائی کی ہواؤں میں بے غیرتی کی نیند سو جاتا۔ رات ہچکیاں لے لے کر روتی ہوئی کہنے لگی میرے مالک! میرے زیر زبان اور میرے دل کی تموں میں ایسی ایسی داستانیں چھپی ہوئی ہیں کہ اگر شرم و حیا مجھے بیان کرنے کی اجازت دیں تو دن خود ہی میرے حق میں دست بردار ہو جائے گا۔

جواباً دن نے بھی تڑپ کر دلائل کی مشین گن چلا دی دونوں طرف کے دلائل بڑے وزنی تھے۔ لہذا دونوں کو راضی کرتے ہوئے فیصلہ ہوا کہ مرزا کو رات کو مارا جائے گا اور دن میں اس کا جنازہ نکالا جائے گا۔ یوں رات نے فرسٹ پوزیشن اور دن نے سیکنڈ پوزیشن حاصل کی۔

یہ فیصلہ تو ہو گیا کہ مرزا رات کو مردار ہو گا لیکن پھر سوال اٹھا کہ رات کو کتنے بجے مارا جائے۔

ایک بولا! اسے رات کے ایک بجے مارا جائے کیونکہ اس نے خدائے واحد کی شان میں بڑی ہرزہ سرائی کی ہے۔

دو بولا! اسے رات کے دو بجے ختم کیا جائے کیونکہ یہ روئے زمین پر کائنات کی دو عظیم ہستیوں یعنی اللہ اور رسول اللہ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

تین بولا! نہیں اسے تین بجے نچوڑا جائے کیونکہ اس نے اللہ، رسول اللہ اور کتاب اللہ پر بڑے رکیک حملے کئے ہیں۔

چار بولا! نہیں نہیں اسے چار بجے مروڑا جائے کیونکہ یہ نبیؐ کے چار یاروں اور اللہ کے پیاروں سے انتہائی بغض و عناد رکھتا ہے۔

اسی طرح دیگر اعداد اپنے اپنے حق میں بڑے مضبوط اور قوی دلائل دیتے رہے۔ سب سے آخر میں ”دس“ اٹھا اور عرض کرنے لگا۔

اے سچ و عظیم! اگر اسے ایک بجے مارا جائے تو اسے ایک جرم کی سزا ملے گی۔

اگر اسے دو بجے ”کلین بولڈ“ کیا گیا تو اسے صرف دو جرائم کی سزا ملے گی۔ اگر اسے تین بجے ”فٹھ“ کیا گیا تو اسے صرف تین جرائم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔

اگر اسے چار بجے رگڑا گیا تو اسے صرف چار جرائم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر رات کے بارہ بجے بھی اس کا خاتمہ کیگیا تو اس کی فرد جرم میں صرف بارہ جرائم ہونگے لیکن میرے ملک! اس کے جرائم تو ان گنت اور بے شمار ہیں۔ میرے مولا! معاشرے میں جو شخص ہر سمت خستہ ہر پہلو سے اور ہر جہت سے مجرم ہو اسے ”دس نمبریا“ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی ہر پہلو، ہر سمت، اور ہر جہت سے اسلامی دنیا کا مجرم اعظم ہے۔ لہذا اس کے تمام جرائم کو ایک ”منسٹلج“ ”دس نمبریا“ قرار دے سکتے ہیں اور کیونکہ یہ دس نمبریا ہے اس لئے اسے دس بجے مارا جائے۔ نہیں بلکہ یہ تو ”دس نمبریا“ سے بھی بڑھ کر ”ساڑھے دس نمبریا“ ہے۔ لہذا اسے ساڑھے دس بجے مارا جائے۔ دس کا جواب بڑا منطقی اور عقل و دانش پر مبنی تھا۔ اس لئے فوری طور پر مرزا قادیانی کی موت کا وقت ساڑھے دس بجے مقرر ہو گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی کو کس موسم میں مارا جائے گرمی میں یا سردی میں؟

گرمی نے گرم گرم دلائل دیتے ہوئے کہا۔ اے خدا! اسے گرمی کے موسم میں مردار کر کیونکہ اگر یہ سردی کے موسم میں مرا تو اس کی میت بے حیثیت ایک دو دن نکال جائے گی۔ اور اگر گرمی میں مرا تو لپٹا جشن ہو جائے گا۔ ایک غلیظ مرتد مردہ، اوپر سے ہیضہ کی موت۔ منہ اور مقعد

سے غلاظت کا اخراج مسلسل، کفن کا غلاظت میں لتھڑا جانا اور اوپر سے چلچلاتی اور جلاتی دھوپ۔ میت سے بدبو کے ایسے بھھوکے اٹھیں گے کہ قادیانیوں کے دماغ پھٹ جائیں گے۔ جنازے کا جلوس جہاں سے گزرے گا بدبو کی تاب نہ لاتے ہوئے لوگ بھاگ جائیں گے۔ اور اس جعلی نبی پر لعنتوں کے ڈونگرے برسائیں گے۔

گرمی کے دلائل سننے کے بعد سردی نے گرمی کی افادیت پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے گرمی کے حق میں دستبردار ہونے کا اعلان کر دیا اور یوں مرزا قادیانی گرمی کے سپرد کر دیا گیا۔ موسم تو گرمی کا طے ہو گیا لیکن پھر سوال اٹھا کہ مہینہ کونسا رکھا جائے؟

موسم گرما میں آنے والے سارے مہینے ماہر قانون دانوں کی طرح اپنے اپنے حق میں خوب سے خوب تر دلائل دینے لگے۔ لیکن ماہ مئی سب پر سبقت لے گیا۔ مئی رب کے حضور نہایت ادب اور احترام کے ساتھ عرض کرنے لگا اے رب ذوالجلال! موسم گرما کا آغاز مجھ ہی سے ہوتا ہے۔ میرے آتے ہی لوگ کہنے لگتے ہیں کہ گرمی آگئی اور گرمی سے نمٹنے کے انتظامات کرنے لگتے ہیں ویسے تو سارے مئی میں گرمی اپنے جوتن پر ہوتی ہے لیکن اگر مئی کے آخری عشرے کا انتخاب کر لیا جائے تو یہ سونے پہ سہاگے والا کام ہو گا اور مرزے کی موت کا جشن بھی جوتن پر ہو گا۔ میری نوکیلی اور آگ بر سلتی ہوئی کرنیں مرزے کے جسم سے بدبو، تعفن اور سڑاند کے ایسے طوفان اٹھائیں گی کہ الامان والحفیظ۔ اس کے علاوہ میرا ایک قدرتی حق بھی بنتا ہے کہ م سے مئی اور م سے مرزا قادیانی۔ م سے مئی اور م سے ہی مسیح کذاب۔ م سے مئی اور م سے مینارۃ المسیح۔ م سے مئی اور م سے مرتد۔ ماہ مئی بولے جا رہا تھا اور سارے مہینے چپ سادھے اس کے دلائل سن رہے تھے فیصلہ میرٹ پہ ہو گیا اور مئی فاتح قرار پایا۔ بیٹھے نے انتہائی سرعت کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بڑی گرم جوشی سے مئی سے مصافحہ کیا اور فرط مسرت سے بغلگیر ہو گیا کہ اچھی ٹیم تیار ہو رہی ہے!

پھر سوال اٹھا کہ مئی کی تاریخ کون سی رکھی جائے؟

ہر تاریخ کو باری باری بولنے کا موقع دیا گیا۔ ساری تاریخوں نے یہ ”-عادت“ حاصل کرنے کے لئے دلائل و براہین کے دریا بہا دیئے لیکن جب 26 تاریخ نے اپنے انمول دلائل دینے شروع کئے تو ساری تاریخیں اس کی ذہانت اور فطانت پہ عیش عیش کر اٹھیں اور ماحول علم و حکمت کی ہواؤں سے جھومنے لگا۔ 26 تاریخ اللہ کے حضور التجا کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ”اے رب السموات والارض! اس نبی کاذب کا پورا نام ”مرزا غلام احمد قادیانی نبی فرنگ ہے“ اگر اس کے پورے نام کے حروف حتمی کو گنا جائے تو وہ پورے چھبیس بنتے ہیں اس لئے یہ میرا قدرتی اور فطری حق ہے۔“ پھر 26 تاریخ نے مرزا قادیانی کے پورے نام کے حروف حتمی گنواتے ہوئے کہا۔

مرزا = م - ر - ز - ا = 4
 غلام = غ - ل - ا - م = 4
 احمد = ا - ح - م - د = 4
 قادیانی = ق - ا - د - ی - ا - ن - ی = 7
 نبی = ن - ب - ی = 3
 فرنگ = ف - ر - ن - گ = 4
 نوٹل = 26

26 مئی کی اس انوکھی، نرالی اور اچھوتی دلیل پر سب نے اسے مبارکباد دی اور انہیں مبارکبادوں کی صدوں میں 26 تاریخ کو فتح کا گولڈ میڈل دے دیا گیا۔

موت کی تاریخ مقرر کرنے کے بعد پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی کو کس شہر میں مارا جائے خدا کی دھرتی پر بسنے والے سداے شہر جموں میں پھیلا پھیلا کر اللہ سے یہ مراد طلب کرنے لگے ہر ایک نے قرب الطہرت کو مرزا قادیانی کے بارے میں اپنے غم و غصہ سے آگاہ کیا۔

شہر لاہور اپنی باری پر بڑے وقار سے اٹھا اور گویا ہوا، خداوند! ہر شہر تیرے رسولؐ کے دشمن کو دبوچنے کے لئے تڑپ رہا ہے اس کی تڑپ اپنے پیچھے شعلہ زن جذبات لئے ہوئے ہے۔ لیکن اے عقلمند! اس کامیرے ذمہ ایک قرض ہے جو مجھے چکانا ہے آج سے کچھ برس قبل اس دجل نے تیرے دلی کامل پیر مرعلی شاہ کو لڑوی کو لاہور کی شاہی مسجد میں مناظرے کا چیلنج دیا تھا۔ جواب میں حضرت پیر صاحب نے کہا تھا، اے مرزا قادیانی! تو بادشاہی مسجد میں آ۔ ایک مینار پر تو چڑھ جا اور دوسرے پر میں چڑھ جاتا ہوں اور دونوں چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہو گانچ جائے گا جو جھوٹا ہو گا مر جائے گا۔ اس دن میں بڑا خوش تھا کہ شکار قابو آگیا۔ اور اپنے نصیبوں پر رشک کر رہا تھا۔ لیکن عین وقت پر عیار مرزا قادیانی میدان سے فرار ہو گیا اور میں دانت پیتا رہ گیا۔ اور اس وقت سے آج تک انتقام کے شعلوں میں جھلس رہا ہوں۔ میرا وجود انگارہ بن چکا ہے۔ کریمنا! تو اے میرے حوالے کر دے تاکہ میں اپنے جھلنے ہوئے کلیجے کو ٹھنڈا کر سکوں۔ مولا! میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ بعد از موت اس کے جنازے کے ساتھ جو سلوک لاہور کے جیالوں نے کرنا ہے وہ کوئی اور شہر نہیں کر سکتا۔ اور پھر میں اپنی دور بین نگاہوں سے یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ 1953 کی ختم نبوت کی تحریک میں لاہور کی ہمارد مائیں اپنے دس ہزار سخیلے جوان بیٹے تیرے نبیؐ کی عزت و ناموس پر ثار کر دیں گی۔ لاہور نے اپنا مقدمہ خوب لڑا اور فاتح ٹھہرا۔

مسٹر ہیضہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے لاہور کو مبارکباد دی اور آنکھوں کی زبان سے مٹھگو کرتے ہوئے کہا انشاء اللہ جلد ہی لاہور میں ملاقات ہوگی۔

یہ مسئلہ تو طے ہو گیا کہ مرزا قادیانی لاہور میں مرے گا۔ لیکن پھر یہ سوال اٹھا کہ لاہور میں کس مقام پر مرے گا۔ سوال سنتے ہی ”مٹی خانہ“ جست لگا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا! اے ملک! لوگ میدانوں میں مرتے ہیں۔ صحراؤں میں مرتے ہیں۔ کوہساروں میں مرتے ہیں۔ سمندروں میں مرتے ہیں۔ فضاؤں میں مرتے ہیں۔ شاہراہوں پر مرتے ہیں۔ گلیوں میں مرتے ہیں۔ مکانوں میں مرتے ہیں۔ کمروں میں مرتے ہیں۔ برآمدوں میں مرتے ہیں۔ باورچی خانوں میں مرتے ہیں۔ حتیٰ کہ غسل خانوں میں مرتے ہیں۔ لیکن مٹی خانوں میں کوئی نہیں مرتا۔ کریما! میری بھی ایک حیثیت ہے، میرا بھی ایک محل وقوع ہے، میرا بھی ایک جغرافیہ ہے۔ ایک موت میرے اندر بھی ہو جائے۔ اگر اس جیسا گندہ انسان بھی مجھ میں نہ مرا تو قیامت تک مجھ میں کوئی نہیں مرے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی مٹی خانہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔ رب العزت کو اس پر ترس آگیا۔ اور فیصلہ مٹی خانہ کے حق میں ہو گیا مٹی خانہ نے فوراً ہچکیاں روک لیں اور ایک زور دار ققمہ لگایا اور پورا ماحول زعفران زار بن گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی کو دفن کس شہر میں کیا جائے؟

سوال سنتے ہی سارے شہر ہڈ کرتے ہوئے سپاہیوں کی طرح الرٹ ہو گئے۔ لیکن قادیان

نے اجازت طلب کر کے سب سے پہلے اپنا خطاب شروع کیا۔ قادیان روتا، کانپتا بے کلن بولتا ہوا کہہ رہا تھا۔

اے عادل اعظم! اس نے میری کوکھ سے جنم لیا۔ میری فضاؤں اور ہواؤں میں پلا بڑھا۔ اپنے نام کے ساتھ میرا نام لکھا۔ مجھے ہی اس نے اپنی نبوت کا مرکز بنایا۔ اس کے برپا کردہ فتنہ کو میرے نام سے منسوب کیا جانے لگا یعنی فتنہ قادیان۔ اس لعین نے میرے وجود کو گالی بنادیا۔ میری عزت خاک میں ملا دی۔ دنیا میں مجھے ذلیل و رسوا کر دیا۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ دیگر شہر مجھے مذاق اور ٹھٹھہ کرنے لگے۔ میرے دن کانٹوں پر اور میری راتیں انگوروں پر بسر ہونے لگیں۔

اب اسے دفن کرنے کا پروگرام ہے تو میری یہ التجا ہے کہ میری دھرتی پہ پلنے والا یہ زہریلا سانپ میرے ہی سپرد کیا جائے تاکہ قبر میں لٹا کر میں اس کی پسلیاں توڑ سکوں۔ لپکتے شعلوں میں اسے جلاتا دیکھ سکوں۔ برستے کوڑوں میں اس کی چیخیں سن سکوں۔ بچھوؤں کو اس کے غلیظ دماغ پر ڈنک مارتا دیکھ سکوں اور سانپوں کو اس کی آوارہ زبان نوچتے ملاحظہ کر سکوں۔ مولا! یہ میرے ارمان ہیں جو میرے دل میں ایک لمبی مدت سے چل رہے ہیں۔ خداوند! میری یہ التجائیں قبول کر لے۔ قادیان کے دلائل اتنے مبنی بر حقیقت تھے کہ فوراً قادیان کے حق میں فیصلہ سنا دیا گیا۔

پھر سوال اٹھا کہ مرزا قادیانی مرے گا تو لاہور میں اور دفن قادیان میں ہو گا۔ اس کے جنازے کو کس سواری پر رکھ کر قادیان لے جایا جائے گا؟
یکہ بولا! اسے میرے حوالے کر دے میں دولتیاں جھاڑ جھاڑ کر اس کا منہ توڑ دوں گا۔

کار بولی! اے مولا! اسے میرے سپرد کر دے میں راستے میں کسی ویرانے میں جا کر پتھر ہو جاؤں گی اور یہ وہیں گل سڑ جائے گا۔

بس بولی۔ یا جبار! اسے مجھ میں سوار کر دے میں راستے میں خراب ہو جاؤں گی۔ یہ تو سڑاند سے پھول کے دوگنا ہو جائے گا۔ باقی قادیانی دھکا لگا کر پھول کر چوگنے ہو جائیں گے۔

آخر میں مال گاڑی بولی، اے قتلہ! یکے میں انسان سفر کرتے ہیں۔ کار میں بھی انسان سفر کرتے ہیں اور بس میں بھی انسان سفر کرتے ہیں لیکن مجھ میں بھیڑ، بکریاں، گدھے، گھوڑے، چھترے، دنبے، گائیں، بھینسیں، مرغیاں، بطخیں، کتے اور خنزیر لاد کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچائے جاتے ہیں۔ اے عادل اعظم! یہ انسان کے روپ میں جانوروں سے بدترین مخلوق ہے۔ لہذا اس کا صرف مجھ میں سوار ہونے کا حق بنتا ہے۔ لہذا میں آپ کی عدالت میں بڑی عاجزی اور انکساری سے درخواست کرتی ہوں کہ مجھے میرا حق عنایت کیا جائے۔ مال گاڑی کے دلائل بڑے وزنی تھے۔ لہذا مال گاڑی کو اس کا مال دے دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی پروگرام مکمل ہو گیا۔ اور سیل کر دیا گیا۔ وقت مست خرام ندی کی طرح چلتا رہا۔ لیل و نہار کی گردش جاری رہی۔ سورج مشرق کی کوکھ سے طلوع ہو کر مغرب کی لحد میں ڈوبتا رہا۔ کئی صبحیں ہوئیں اور کئی شامیں گزر گئیں۔ آخر 26 مئی آگیا۔ منگل کا دن آگیا۔ مسٹر ہیضہ مسلح ہو کر لاہور پہنچ گیا۔ مرزا قادیانی 26 مئی بروز منگل اپنے ایک مرید کے گھر واقع برائڈر تھ روڈ لاہور وارد ہوتا ہے۔

— مریدوں کے جھم میں شیطانی گفتگو کا دور چل رہا ہے۔ دن اپنی مسافت طے کر کے اپنے لہجوں سمیت رخصت ہو چکا ہے۔ رات کی جادوگر نے اپنی سیاہ زلفیں کھول کر تاریکیوں کے نیچے بکھری دیئے ہیں۔ رات کے کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ دسترخوان بچھ گیا ہے۔ پلاؤ، قند، مرغا، طوطا، فرنی، تیرتور اور شیر اپنی بھلہ دکھا رہے ہیں اور خوشبوئیں بکھیر رہے ہیں۔ پیٹ کا حرص مرزا قادیانی دونوں ہاتھوں اور بوتلیں دانتوں سے کھانے کا صفایا کر رہا ہے۔ کہیں مرغی پہ حملہ ہے کہیں شیر پہ بلخند ہے۔ کہیں پلاؤ سے دست نیچہ ہے اور کہیں فرنی پہ شب خون ہے۔ پیٹ کا کھانا بھر چکا ہے لیکن نیت کا مٹکا خالی ہے۔ سامنے مسٹر ہیضہ کھڑا مسکرا رہا ہے اور حملے کے نکل کا منتظر ہے۔ آن واحد میں ہیضہ ماہر کمانڈر کی طرح حملہ آور ہوتا ہے اور مرزا قادیانی کے پیٹ میں موڑ اٹھتا ہے۔ پیٹ کو سمیٹا ہوا لیٹرن کی طرف بھاگتا ہے۔ فلدغ ہو کر آتا

ہے کہ فوراً دوسرا دست ٹھلو کر کے آجاتا ہے پھر گولی کی رفتار سے لیٹرین کی طرف دوڑتا ہے۔ کمزوری اور نقاہت جسم پر قبضہ کر لیتی ہیں جب فارغ ہو کر آتا ہے تو رات کو سورج نظر آ رہا ہوتا ہے۔ چارپائی پر لٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اتنی ہمت نہیں رہتی کہ اٹھ کر لیٹرین میں جائے۔ چارپائی کے ساتھ عارضی لیٹرین بنادی جاتی ہے۔ مسٹر ہیضہ اپنی پینڈ تیز کر دیتے ہیں۔ دست مشین گن کی گولیوں کی طرح وارد ہونے لگتے ہیں۔ دستوں اور زندگی میں دست بدست لڑائی ہونے لگتی ہے۔ مرزا قادیانی چارپائی پر گر گیا ہے نبضیں ڈھیلی پڑ گئی ہیں۔ ماتھے پر ٹھنڈے پسینے آگئے ہیں۔ نتھن پھیل رہے ہیں۔ آنکھیں پتھرا رہی ہیں اور انگریزی نبوت کا جسم ”نوسٹ“ کر رہا ہے قادیانی بھاگ بھاگ ڈاکٹروں کو لے آتے ہیں۔ ڈاکٹر انگریزی نبی کے جسم میں انگریزی ٹیکے لگا رہے ہیں۔ لیکن فتح مرزا قادیانی ”مسٹر ہیضہ“ مرزا قادیانی کو چلوں شانے چت گرا کر سینے پر سوار ہو چکا ہے۔ دیوار پہ لگی گھڑی کی سوئیاں آہستہ آہستہ رینگ رہی ہیں۔ نیچے ساڑھے دس بجنے میں چند ساعتیں باقی ہیں۔ موت گھر کی دیوار عبور کر چکی ہے۔ اور فرشتہ اجل نے فولادی ہاتھوں سے غلیظ جسم سے روح نکال لی ہے۔ اور مرزا قادیانی زندگی کی بیج پر ہیضہ کی تباہ کن باؤلنگ سے کلین بولڈ ہو گیا ہے۔ فضاؤں میں قادیانی زبانوں کی چیخیں بلند ہوتی ہیں۔ نالہ و شہیون شروع ہو جاتے ہیں۔ گریہ و زاری کا بازار گرم ہو گیا ہے۔ کفر بے سارا ہو گیا ہے۔ ابلیس کا لاڈلا بیٹا داغ مفارقت دے گیا ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کا چیتا بھائی مر گیا ہے۔ فرنگی کا نبی انتقال کر گیا ہے۔ نیچی نیچی کا یارِ ارمانہ توڑ گیا ہے۔ مسلمان کذاب کا سانڈ منہ موڑ گیا ہے۔ جھوٹ کا ابا مر گیا ہے۔ خباثت کا تارِ فوٹ ہو گیا ہے۔ دجل و فریب کا خلو چل بسا ہے۔ عربی فحاشی کا پھوپھا خاموش ہو گیا ہے اور گالیوں کا ہیڈ ماسٹر جنم میں ٹرانسفر ہو گیا ہے۔

مرید کے گھر میں مرزا قادیانی کی لاش پڑی ہے۔ بدبو نے اپنے جوہر دکھانے شروع کر دیئے ہیں۔ لاہور میں مرزا قادیانی کی موت کی نوید مسرت باد صبا کی طرح پھیل جاتی ہے۔ اور عاشق رسول اہل لاہور اس فرنگی نبی کو ”کڑاہی توپوں“ کے اکیس اکیس ”کڑاہی گولوں“ کی سلامی دینے کی خفیہ تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ گھروں کا سارا کوڑا کرکٹ کڑاہیوں میں ڈال کر چھتوں کی منڈیروں پر رکھ دیا جاتا ہے۔ برائڈر تھ روڈ سے مرزا قادیانی کا جنازہ نکل کر ریلوے سٹیشن روانہ ہوتا ہے۔ جو خنی جنازے کا جلوس مرید کے گھر سے سرکنا ہے مرزے کی لاش پر ”کڑاہی توپوں“ کی سلامی شروع ہو جاتی ہے۔ کڑاہیوں کے گولے فضا میں رقص کرتے ہوئے آتے ہیں اور مرزا قادیانی کا منہ چوم چوم جاتے ہیں۔ ایسی تاریخی ”کڑاہی باری“ ہوتی ہے کہ مرزا قادیانی غلاظت میں ڈوب ڈوب جاتا ہے۔ حفاظت کے لئے آئے ہوئے سپاہیوں کی وردیاں

بھی غلاطی سے بھر جاتی ہیں۔ بڑی مذمت اور مرمت کے بعد میت کو ریلوے سٹیشن پر لایا گیا۔ میت کو قادیاں لے جانے کے لئے مال گاڑی میں بٹنگ کرائی جانے لگی۔ لیکن جب اصول پرست اور اکھڑ ریلوے افسر کو پتہ چلا کہ مرزے کی موت ہیضہ سے ہوئی ہے تو اس نے ریلوے قانون کے مطابق یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ ہیضہ ایک وبائی مرض ہے۔ اس لئے خطرہ کے پیش نظر میت کو بک نہیں کیا جاسکتا۔ قادیانی بھاگم بھاگ اعلیٰ انگریز ریلوے افسر کے پاس پہنچے اور رو رو کر کہنے لگے۔ جناب آپ کا انگریزی نبی ریلوے سٹیشن پر بے یار و مددگار پڑا ہے۔ مسلمان ٹھٹھہ و مذاق کر رہے ہیں۔ اور ہم آپ کے بنائے ہوئے نبی کے خادم ذلت کی خاک چاٹ رہے ہیں۔ اعلیٰ ریلوے حکام کی طرف سے سپیشل حکم کے تحت میت کو مال گاڑی میں بک کیا جاتا ہے اور مرزا قادیانی بکروں، چھتروں، دنبوں، گائیوں، بھیمنوں، گدھوں، گھوڑوں، مرغیوں، بطنوں اور خنزیروں کی رفاقت میں قادیاں روانہ ہو جاتا ہے۔ قادیاں میں چند نفوس اس کا نام نماد جنازہ پڑھتے ہیں اور پھر قادیان کی غلاطی کو قادیان میں گاڑ دیا جاتا ہے۔

آتش افشاں ہے زمیں ایسی جگہوں سے کہ جہاں!
لقمہ خاک ہوئے زہر اگلنے والے

(ازہر: رانی)



ایک بچپن سالہ بڈھے کھوسٹ کی کہانی جو ایک اٹھارہ سالہ دوشیزہ پر لٹو ہو گیا۔

جس نے محبوبی نبوت کا سارا چہرہ بیگم کی فرمائش پوری کرنے کیلئے وقف کیا ہوا تھا۔

ملکہ ہندوستان ملکہ وکٹوریہ کے غلام کی بیگمیں و سنگین داستان جو ملکہ قادیان کا بھی غلام تھا۔

نبی قادیان مرزا قادیانی کی گھریلو زندگی کے خفیہ گوشوں کی تقریب رومانی۔

مسلمہ ہند مرزا قادیانی زندگی کی بچپن خزانیں دیکھ چکا ہے۔ بڑھاپے کے سیاپے شروع ہو چکے ہیں۔ چہرے پر جھریاں بریک ڈانس کر رہی تھیں۔ بیماریوں نے نبی افرنگ کے جسم کو اپنے باپ کی جاگیر سمجھ کر قبضہ کر لیا تھا۔ اعصاب ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ چھوٹی چھوٹی آنکھیں مزید سکڑ گئی تھیں۔ دائیں آنکھ تو بالکل ہی سارٹ ہو گئی تھی۔ اسی پلومر کی شراب کی بوتلیں غناٹ پینے کے باوجود چہرے کا رنگ خزاں رسیدہ چوں کی طرح زرد تھا۔ پچیس سال کی مسلسل افیم خوری نے دماغ کا ستیا ناس کر دیا تھا اور اللہ اور اس کی مخلوق کی لاتعداد لغتیں برسنے کی وجہ سے چہرہ ”لعنت ہاؤس“ بن چکا تھا۔ ان تمام مصائب میں جکڑے ہونے کے باوجود مرزا قادیانی کا بیمار دل ایک اٹھارہ سالہ لڑکی نصرت جہاں پر لٹو ہو جاتا ہے۔ مرزا قادیانی اس دو شیزہ کے حصول کے لئے دیوانہ وار کوششیں کرتا ہے۔ آخر لڑکی کی مان کے تعاون سے رشتہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور یوں ایک اٹھتی ہوئی جوانی اور ایک گرتا ہوا بڑھاپا شادی کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں۔ شادی کے بعد مرزا قادیانی دربار نوجہ کا غلام بن جاتا ہے۔ بیگم کے قدموں میں بچھ بچھ جاتا ہے۔ اس کے اشارہ امرو پر ناچتا ہے اور ذرا سی آواز دینے پر بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو کر کتا ہے کہ ”کیا حکم ہے۔ میرے آقا!“ انگریزوں اور مریدوں سے بڑی ہوئی دولت اس کی ہر ہر خواہش پہ لٹاتا ہے۔ نصرت جہاں بیگم گھر پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیتی ہے اور مرزا قادیانی گھر میں صرف ”نوکر دوہٹی دا“ بن کے رہ جاتا ہے۔ یہ ”نوکر دوہٹی دا“ کس اعلیٰ پائے کا تابعدار و فرمانبردار تھا، اس کے لئے قادیانی کتابوں کے حوالے شہادت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

جانناں سب کچھ تیرے لئے:- ”ایک دفعہ چٹھی رساں منی آرڈر لے کر آیا اور دروازہ پر آواز دی تو حضرت ام المومنین نے ایک خادمہ کو بھیج کر سارے فارم منگوا لئے۔ چٹھی رساں اس انتظار میں کھڑا رہا کہ حضرت صاحب دستخط کر کے فارم بھیج دیں گے تو میں اندر روپیہ بھیج دوں گا جب دیر ہو گئی اور فارم نہ آئے تو حضرت صاحب خود باہر تشریف لائے۔ جب حضرت صاحب کو معلوم ہوا کہ فارم بیوی صاحبہ کے پاس ہیں تو آپ نے بیوی صاحبہ سے کہا کہ فارم ہمیں دے دو چٹھی رساں انتظار

کر رہا ہے۔ بیوی صاحبہ نے کہا ہم نہیں دیتے۔ تب آپ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا آپ ان فارموں کو کیا کریں گے۔ بیوی صاحبہ نے کہا کہ آپ ہر روز روپیہ منگواتے ہیں آج روپیہ ہم منگوائیں گے۔ (یعنی نفٹی نفٹی - ناقل) حضرت صاحب اس پر کچھ ناراض نہ ہوئے۔ نہ غصہ کا اظہار کیا بلکہ خندہ پیشانی سے فرمایا کہ وہ تو روپیہ ہمارے دستخطوں کے بغیر نہیں دے گا۔ لاؤ ہم دستخط کر دیتے ہیں پھر آپ ہی روپیہ منگوالیں۔ اس پر بیوی صاحبہ نے فارم دے دیئے اور حضرت صاحب نے دستخط کر کے پھر فارم ان کو دے دیئے۔ ”بت اچھا کیا آخر گھر میں بھی تو رہتا تھا۔ (ناقل) (الفضل ۳۶ - ۳ - ۳)

بڑا مزہ ہے تیرے ساتھ ٹہلنے میں :- ” بیان کیا مجھ سے مولوی نور الدین صاحب نے کہ ایک دفعہ حضور کسی سفر میں تھے۔ جب سٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی۔ آپ بیوی صاحبہ کو ساتھ لے کر سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگ گئے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب نے مجھے (یعنی مولوی نور الدین کو) کہا کہ پلیٹ فارم پر بہت لوگ ہیں، وہ حضرت صاحب اور بیوی کو اکٹھا پھرتے دیکھ کر کیا کہیں گے۔ آپ حضرت صاحب سے غرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو الگ بٹھا دیں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں تو نہیں کتا آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبدالکریم خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ لوگ بت ہیں۔ بیوی صاحبہ کو ایک طرف بٹھا دیجئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ”جاؤ جی میں ایسے پردہ کا قائل نہیں“ (سیرت المہدی جلد اول ص ۳۳ مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

عجیب ڈھیٹ آدمی تھا۔ مرید غیرت سے دانت پیس رہا ہے۔ جل بھن رہا ہے لیکن مجسمہ بے غیرتی مرزا قادیانی کو شرم ہی نہیں آ رہی۔ بیوی کو ساتھ لئے پلیٹ فارم پر ٹہل رہا ہے۔ لوگ دیکھ رہے ہیں لیکن ماڈرن جوڑا تماشہ بنے اپنی چل قدمی میں مگن ہے۔

میں نوکر تیرا :- کذاب قادیان فٹ کلاس رن مرید تھا۔ بیوی کے اشارہ ابرو پر صدقے داری جاتا۔ دربار زوجہ سے جو حکم ملتا فوراً سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ سارے

مردوں کی جھبیں کاٹ کر سب کچھ بیوی کے قدموں میں ڈھیر کر دیتا۔ ”مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی اپنی کتاب سیرت المہدی میں لکھتا ہے، مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے اپنی کتاب ”سیرت المسیح الموعود“ میں لکھا ہے کہ ”اندرون خانہ کی خدمت گار عورتوں کو میں نے بارہا خود تعجب سے کہتے سنا ہے کہ مرزا بیوی دی گل بڑی مندا اے“ مرزا بیوی کی بات بہت مانتا ہے۔ (سیرت المہدی جلد اول ص ۲۵۹ مصنفہ بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

تجھ سے گلہ نہیں :- مرزا قادیانی کی گھر میں کیا وقعت اور اہمیت تھی، ملاحظہ ہو ”منشی عبدالحق صاحب لاہوری نے کمال محبت اور دوستی کی بنا پر بیماری کی نسبت پوچھا اور عرض کیا کہ آپ کا کام بہت نازک ہے اور آپ کے سر فرائض کا بھاری بوجھ ہے آپ کو چاہئے کہ جسم کی صحت کی رعایت کا خیال رکھا کریں اور ایک خاص مقوی غذا لانا اپنے لئے ہر روز تیار کرایا کریں۔ حضرت نے فرمایا ہاں بات تو درست ہے اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی ہے مگر عورتیں کچھ اپنے ہی دھندوں میں مصروف رہتی ہیں اور ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتیں“ (سیرت المسیح الموعود ص ۷)

یہ سارا چندہ تیرے لئے :- ”لدھیانہ کا ایک شخص تھا جس نے ایک دفعہ مسجد میں مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ رحمت اللہ کے سامنے کہا کہ جماعت مقروض ہو کر اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر چندہ میں روپیہ بھیجتی ہے مگر یہاں بیوی صاحبہ کے کپڑے اور زیورات بن جاتے ہیں“ (خطبہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان اخبار الفضل جلد ۲۶ ص ۳۳۰، ۲۱ اگست ۱۹۳۸ء)

بچ ہی تو کہا تھا دل جلے مرید نے۔ وہ تنگی کاٹ کر چندہ دے اور ”مسز مرزا قادیانی“ مریدوں کے چندوں سے نت نئے زیورات بنا بنا کر اپنی زیبائش و نمائش میں مصروف ہو۔ چندہ چور اور حرام خور مرزا قادیانی نے اپنی لاڈلی اور جیتی بیوی نصرت جہاں بیگم کو جو زیورات پہنائے اس کی تفصیل دیکھئے اور سوچئے کہ ایک شخص جو پہلے کچہری میں منشی تھا، پھر گھر آکر بیکار بیٹھا ہے۔ پہلی بیوی اور اس کے بچے پڑے ہیں، دوسری بیوی کو اتنے زیورات کہاں سے پہنا رہا ہے؟ جب فہرست پر نگاہ ڈالتے ہیں تو

مرید سچا نظر آتا ہے اور انگریزی نبی جھوٹا۔ فرست پیش خدمت ہے۔

کڑے خورد طلائی = ۲۵۰ روپے، بندے طلائی = ۵۰۰ روپے، کٹھ طلائی ۲۲۵ روپے۔
نگلن طلائی = ۲۲۰ روپے، بندے طلائی = ۳۰۰ روپے، ہالے گھنگھروں والے = ۳۰۰ روپے۔

حسیاں خورد = ۳۰۰ روپے پونچیاں طلائی = ۱۵۰ روپے، مونگے = ۲۰۰ روپے
چاند طلائی = ۵۰ روپے، بالیاں جڑاؤ = ۱۵۰ روپے، نتھ طلائی = ۳۰ روپے
ٹیپ جڑاؤ = ۷۰ روپے، کڑے کلاں طلائی = ۷۵۰ روپے

کل رقم = ۳۵۰۵ روپے (قادیانی نبوت ص ۸۵ بحوالہ فسانہ قادیان مصنفہ حافظ
محمد ابراہیم کبیر پوری) اس زمانہ میں سونا تقریباً بیس روپے تولہ تھا۔ اس حساب سے
اس زمانہ میں چندہ چور مرزا قادیانی نے اپنی بیوی کو تقریباً ۱۷۵ تولے سونا پہنایا یعنی دو
سیر تین چھٹانک۔ (مولف)

جیسے تیری مرضی :- قادیان کے سالانہ جلسہ منعقدہ دسمبر ۱۹۳۵ء میں مفتی محمد
صادق نے مرزا قادیان کی ”گھریلو زندگی“ پر تقریر کی، جو الفضل ۳ اپریل ۱۹۳۶ء میں
شائع ہوئی۔ مفتی صادق نے مرزا قادیانی کی گھریلو زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ”
ایک دفعہ کسی نے خیر خواہی سے کہا کہ بیوی صاحبہ اپنے زیورات کو بار بار توڑواتی ہے
اور نئی نئی شکل میں بنواتی رہتی ہے۔ اس طرح تو بہت سا نقصان ہوتا ہے اور بہت
سا حصہ زرگری کھا جاتے ہیں۔ بیوی صاحبہ کو روکنا چاہئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا
کہ ان کا مال ہے جس طرح چاہیں کریں“

بالکل ٹھیک کہا۔ مال مفت دل بے رحم (ناقل)

بے غیرت خاوند ”بیوی صاحبہ مرزاجی کے مریدوں کو ساتھ لے کر لاہور
سے کپڑے بھی خود ہی خرید لایا کرتی تھیں۔“ (کشف اللغون مرتبہ ڈاکٹر بشارت احمد
لاہور ص ۸۸)

سچا نبی امت میں غیرت پیدا کرتا ہے لیکن نبی قادیان کے گھر پر بے غیرتی کا جھنڈا لہرا
رہا ہے۔ شرافت سرپیٹ رہی ہے اور حیا منہ چھپائے بیٹھی ہے۔ توجہ فرمائیے! مرزا

قادیانی کی جوان بیوی جو اسے بڑھاپے میں ملی، مریدوں کے ساتھ شعلتی چمکتی جا رہی ہے..... گاڑی میں سوار ہو رہی ہے..... قادیان سے لاہور آ رہی ہے..... خاصا طویل سفر ہے..... راستے میں کھانے پینے کی احتیاج ہے..... لاہور آ گیا ہے..... ٹانگہ میں سوار ہو کر بازاروں میں جا رہی ہے..... مریدوں کی معیت میں شاہنگ ہو رہی ہے..... معلوم نہیں واپسی ایک دن میں ہے یا چار دن میں..... اگر ایک دن سے زیادہ ہے تو رات کہاں ٹھہرتی ہے..... پھر واپسی ہوتی ہے..... دن مرید خاوند سرچڑھی بیوی کا استقبال کرنے کے لئے سراپا انتظار بنے سر کے بل کھڑا ہے۔ ایسا وہی کر سکتا ہے جس کی غیرت نے کفن پہن لیا ہو اور جس کی حمیت لاش بن چکی ہو۔ جی ہاں! خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے کی ٹپاک جسارت کرنے والوں پر خدا کی پھٹکار اسی طرح پڑتی ہے اور رب ذوالجلال ان کے ذہنوں سے عزت و غیرت کا مفہوم پھین لیتا ہے۔ (مؤلف)

گھر میں کوئی عزت نہیں :- ”خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اپنی کتاب ”سیرت الہدی الموعود“ میں لکھتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس نازک سے نازک مضمون لکھ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ عربی زبان میں بے مثل، فصیح کتابیں لکھ رہے ہیں اور پاس ہنگامہ قیامت بپا ہے۔ بے تمیز بچے اور سادہ عورتیں جھگڑ رہی ہیں، جھج رہی ہیں، چلا رہی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض آپس میں دست و گریبان ہو رہی ہیں اور پوری زنانہ کروتھیں کر رہی ہیں۔ مگر حضرت صاحب یوں لکھے جا رہے ہیں اور کام میں یوں مستغرق ہیں کہ گویا خلوت میں بیٹھے ہیں۔ یہ ساری لا نظیر اور عظیم الشان عربی، اردو، فارسی کی تصانیف ایسے ہی مکانوں میں لکھی ہیں۔“ (سیرت الہدی ص ۲۷۸ معنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

جس کے اپنے گھر میں اخلاقیات کا اس حد تک جنازہ نکلا ہو وہ لوگوں کے اخلاق کیا ہنوارے گا؟ اس حوالہ سے یہ نکتہ بھی ابھرتا ہے کہ مرزا قادیانی کا اپنے گھر میں کوئی رعب نہیں تھا۔ بچے چھین مار رہے ہیں، عورتیں دست و گریبان ہیں اور مرزا قادیانی ماننے بیٹھا لکھ رہا ہے۔ لیکن کسی کو اس کی جوتی برابر بھی پروا نہیں۔ رہا یہ مسئلہ کہ

اس وقت مرزا قادیانی کیا لکھ رہا ہوتا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ جس وقت عورتیں ایک دوسرے کا گریبان کھینچ رہی ہوں، زبانیں قہقہے کی طرح چل رہی ہوں۔ بچوں نے لڑ لڑ کر آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہو۔ لازمی بات ہے کہ اس شدت کی لڑائی میں گالیوں کا تبادلہ بھی ہوتا ہو گا۔ ادھر سے فریقین گالیاں بک رہے ہیں اور مرزا قادیانی دھڑا دھڑا ان گالیوں کو لکھے جا رہا ہے اور پھر ساری گالیاں اکٹھی کر کے اپنی تصانیف میں مسلمانوں کو لکھ دیتا ہے جو اس کی تصانیف میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ (ناقل)

بیگم کی ناز پروری :- ”اور آخری سالوں میں حضور عموماً ایک سالم سینڈ کلاس کمرہ اپنے لئے ریزرو کرا لیا کرتے تھے اور اس میں حضرت بیوی صاحبہ اور بچوں کے ساتھ سفر فرماتے تھے اور حضور کے احباب دوسری گاڑی میں بیٹھتے تھے مگر مختلف شیشیوں پر اتر اتر کر وہ حضور سے ملتے رہتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضور الگ کمرہ کو اس خیال سے ریزرو کرا لیتے تھے کہ تاکہ حضرت والدہ صاحبہ کو علیحدہ کمرہ میں تکلیف نہ ہو اور حضور اپنے اہل و عیال کے ساتھ اطمینان کے ساتھ سفر کر سکیں۔“ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۱۰۱ مصنف مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

ایک سینڈ کلاس کے کمرہ میں ایک سو چار (۱۰۴) مسافروں کے بیٹھنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ لیکن انگریز کا لاڈلہ نبی بیگم کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے پورا کمرہ ریزرو کرا کے بیٹھا ہوا ہے ویسے اس شاہی خرچے میں مرزا قادیانی کی جیب سے کچھ نہیں جاتا تھا۔

ناز خروے بیگم کے اور دولت انگریز کی !!!

ملکہ کا راج :- ”کرمی مفتی محمد صادق صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں، میں کسی وجہ سے اپنی بیوی مرحومہ پر کچھ خفا ہوا۔ جس پر میری بیوی نے حضرت مولوی عبدالاکرم صاحب کی بڑی بیوی کے پاس جا کر میری ناراضگی کا ذکر کیا اور حضرت مولوی صاحب کی بیوی نے مولوی صاحب سے ذکر کر دیا۔ اس کے بعد میں جب حضرت مولوی عبدالاکرم صاحب سے ملا تو انہوں نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مفتی صاحب آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں ملکہ کا

راج ہے، بس اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا مگر میں ان کا مطلب سمجھ گیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے یہ الفاظ عجیب معنی خیز ہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو ان دنوں میں برطانیہ کے تخت پر ملکہ وکٹوریہ متمکن تھیں اور دوسری طرف حضرت مولوی صاحب کا اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خانگی معاملات میں حضرت ام المومنین کی بات بہت مانتے ہیں اور گویا گھر میں حضرت ام المومنین ہی کی حکومت ہے۔“ (سیرت المہدی ص ۱۰۳ حصہ دوم مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

واہ ملکہ قادیان! کیا چرچے ہیں تیری حکومت کے! معلوم ہوتا ہے کہ ”رن مریدی“ مذہب قادیان کا ایک اہم رکن ہے۔

میاں فخر الدین صاحب ملتانی ثم قادیانی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب ۱۹۰۷ء میں حضرت بیوی صاحبہ لاہور تشریف لے گئیں تو ان کی واپسی کی اطلاع آنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کو لانے کے لئے ہالہ تک تشریف لے گئے۔ میں نے بھی مولوی سید محمد احسن صاحب مرحوم کے واسطے سے حضرت صاحب سے آپ کے ساتھ جانے کی اجازت حاصل کی اور حضرت صاحب نے اجازت عطا فرمائی مگر مولوی صاحب سے فرمایا کہ فخر الدین سے کہہ دیں کہ اور کسی کو خبر نہ کرے اور خاموشی سے ساتھ چلا چلے۔ بعض اور لوگ بھی حضرت صاحب کے ساتھ ہرکاب ہوئے۔ حضرت صاحب پاکی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے جسے آٹھ کمار باری باری اٹھاتے تھے۔ ہالہ پہنچ کر حضرت صاحب نے سب خدام کی معیت میں کھانا کھایا اور پھر شیشن پر تشریف لے گئے۔ جب حضرت صاحب شیشن پر پہنچے تو گاڑی آچکی تھی اور حضرت بیوی صاحبہ گاڑی سے اتر کر آئی ہوئی تھیں اور حضرت صاحب کو ادھر دیکھ رہی تھیں۔ حضرت صاحب بھی بیوی صاحبہ کو دیکھتے پھرتے تھے کہ اتنے میں لوگوں کے مجمع میں حضرت بیوی صاحبہ کی نظر حضرت صاحب پر پڑ گئی اور انہوں نے محمود کے ابا کہہ کر حضرت صاحب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور پھر حضرت صاحب نے شیشن پر ہی سب لوگوں کے سامنے بیوی صاحبہ کے ساتھ مصافحہ فرمایا اور ان کو ساتھ لے کر فرد گاہ پر واپس تشریف لے

آئے۔“ (سیرت المہدی ص ۱۰۷، ۱۰۶ حصہ دوم مصنف مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)
قارئین! مندرجہ بالا حوالہ پڑھ کر ہر ذی شعور کے ذہن میں سوال اٹھتے ہیں۔

نوجوان نصرت جہاں بیگم لاہور کیا لینے گئی تھی؟
ایکلی کیوں گئی تھی اور ایکلی کیوں آئی؟

مرزا قادیانی غیر محرم مردوں کا ہجوم ساتھ لے کر شیش پر پیوی کا استقبال کر کے کس
غیرت کا مظاہرہ کر رہا ہے؟

مرزا قادیانی کا مرید جو نصرت جہاں بیگم کی ہر ہر ادا دیکھ کر اور اس کی آواز سن کر
ساری کہانی بیان کر رہا ہے، اس کا نصرت جہاں بیگم سے کیا تعلق ہے؟

نصرت جہاں بیگم کا مرزا قادیانی کو شیش پر دور سے دیکھ کر پورے مجمع میں بے تکلفانہ
”محمود کے ابا“ کہہ کر پکارنے میں کس شوخی اور بے باکی کا اظہار ہے؟

مرزا قادیانی کا سینکڑوں دیکھتی آنکھوں کے سامنے نصرت جہاں بیگم سے پر جوش دست
پنجہ لینا کس شرم و حیا کی تبلیغ ہے؟

کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے کہ سچا نبی امت میں غیرت پیدا کرتا ہے اور جھوٹا نبی
بے غیرتی! اور یہی بے غیرتی و بے ہمتی قادیانی نبوت کا شناخت نامہ ہے۔

الہی محفوظ رکھنا ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

خدا کی زمین پر لاتعداد عجائبات بکھرے پڑے ہیں۔ لیکن ان میں سے سات عجائبات آفاقی شہرت کے حامل ہیں اور انہیں خدا کی دھرتی پر سب سے بڑے عجوبے تسلیم کیا گیا ہے۔ ان عجائبات عالم میں اہرام مصر، جوہڑ کا مجسمہ، رہوڈس کا مجسمہ، مقبوسہر نامو، ہائل کے مطلق باغات، روشنی کا مینار سکندری، آرٹس کا معبد (دیانا) شامل ہیں۔ یہ شہکار عجوبے کہ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کو دعوت ظاہر دے رہے ہیں اور دنیا بھر سے لاکھوں سیاح ہزاروں میل کی مسافتیں طے کر کے اور ہزاروں روپیہ خرچ کر کے انہیں دیکھنے جاتے ہیں۔

منعم حقیقی نے انسان کے ذہن کو غور، فکر، تحقیق اور جستجو کی عظیم نعمتوں سے نوازا ہے، اس لیے انسان ان عجائبات میں بڑی دلچسپی رکھتا ہے۔ اگر کسی گاؤں میں کوئی بھینس چھ ٹانگوں والے چھڑے کو جنم دے تو ہزاروں لوگ اسے دیکھنے کے لیے دوڑے چلے جاتے ہیں۔ اگر کہیں سے یہ خبر آئے کہ فلاں مقام پر ایک ایسی گائے ہے جس پر اونٹ کی طرح کوہاں ہے تو انسانوں کا ایک انبوه وہاں اکٹھا ہو جاتا ہے۔ انسانوں کے اسی ذوق و شوق کو دیکھتے ہوئے مختلف کمپنیوں نے مختلف عجائبات اکٹھے کر رکھے ہیں اور گاؤں گاؤں، شہر شہر گھوم کر یہ عجائبات دکھاتے ہیں اور لاکھوں روپیہ کماتے ہیں۔ کمپنی کے گیٹ کے باہر لاؤڈ سپیکر پر اعلان ہو رہا ہوتا ہے کہ بھائی جان! ایک گدھا دیکھئے جو گدھی بھی ہے۔ ایک انسانی بچہ دیکھئے جس کی تین ٹانگیں ہیں۔ ایک مرد دیکھئے جس کا منہ انسان کا اور دھڑ شیر کا ہے۔ ایک بکرا دیکھئے جو شیر کی آواز نکالتا ہے۔ ایک بھینس دیکھئے جس کے آٹھ تھن ہیں۔ ایک بلی جس کی تین آنکھیں ہیں۔ ایک انسانی بچہ دیکھئے جس کے دو دھڑ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن آج ہم آپ کا تعارف ایک ایسے شخص سے کراتے ہیں جو کائنات کا سب سے بڑا عجوبہ ہے۔ اس کی شخصیت ایک البیلی پہلی ہے، اس کا وجود ایک بجمارت ہے، اس کا انگ انگ حیرت ہے۔ اس کا پہلو پہلو سوالیہ پکار ہے اور اس کی ساری زندگی پر اسرار ہے۔ نہ ماضی اس کا ماضی پیش کر سکتا ہے اور نہ حال اس کا ہم سراور نہ ہی مستقبل اس کا ہم پایہ پیش کرنے کا

حاصلہ رکھتا ہے۔ وہ تاریخ عالم میں واحد اور یکتا ہے اور اس کے سامنے سارے
 مخلوق پر طاری ہو سکتے ہیں۔ اس کی سوانح حیات لکھنے والوں کے مطابق یہ شخص نو دفعہ
 پیدا ہوا۔ پہلی مرتبہ 1839ء دوسری مرتبہ 1834ء تیسری مرتبہ 1840ء چوتھی مرتبہ 1833ء
 پانچویں مرتبہ 1836ء چھٹی مرتبہ 1832ء ساتویں مرتبہ 1837ء آٹھویں مرتبہ 1831ء اور نویں
 مرتبہ 1835ء میں۔ اس شخص نے خود کو خود ہی جنم دیا۔ یہ بیک وقت ماں بھی تھا اور
 بیٹا بھی، یہ خالق بھی تھا اور مخلوق بھی، نبی بھی تھا اور کرم خاکی بھی، مرد بھی تھا اور
 عورت بھی، ہندو بھی تھا اور سکھ بھی، عیسائی بھی تھا اور یہودی بھی، بشر بھی تھا اور
 فرشتہ بھی، چینی بھی تھا اور فارسی بھی! نکات کو ملائے ملائے اور اشارات کو پاتے پاتے
 آپ کے ذہن میں اس ”عجوبے“ کی تصویر تو آ ہی گئی ہوگی۔ جی ہاں! یہ شخص مرزا
 قادیانی ہے، جس نے ہندوستان میں جمہوئی نبوت کا ڈرامہ رچایا اور آج بھی اس کا بہا
 کردہ قندہ اپنی تمام تر زہرناکیوں سمیت زندہ ہے۔ انہاں میں یہ سوالات اٹھتے ہیں کہ
 اس شخص نے اتنے بہروپ کیوں اختیار کیے؟ وہ کیوں نت نئے چہرے سجاتا تھا؟ وہ کون
 سے مقاصد تھے جن کے حصول کے لیے وہ اتنے پینترے بدلتا اور اتنی قلابازیاں کھاتا
 تھا؟ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ یہ شخص اقوام عالم کو اپنے گرد اکٹھا کرنا
 چاہتا تھا اور یہ پوری کائنات کا امام اور قائد بننا چاہتا تھا اور اس کا اعلان تھا کہ خدا
 نے مجھے تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے (نہوذا باللہ)۔ اب ذرا ذہن پر زور
 دے کر اس کے دعووں اور ان کے پیچھے کارفرما مذموم مقاصد کو سمجھئے۔ عیسائیوں کو
 اپنی جانب کھینچنے کے لیے اس کذاب نے دعویٰ کیا کہ ”میں مریم اور عیسیٰ ہوں۔“
 یہودیوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے اس بہروپ نے دعویٰ کیا کہ ”میں موسیٰ
 ہوں۔“ مسلمانوں کو گھیرنے کے لیے اس دجال نے دعویٰ کیا کہ ”میں محمد رسول اللہ
 ہوں“ (نہوذا باللہ)۔ ہندوؤں کو اپنا ہم نوا بنانے کے لیے اس مفتری نے دعویٰ کیا کہ
 ”میں کرشن ہوں۔“ سکھوں کو اپنا اسیر کرنے کے لیے اس رذیل نے دعویٰ کیا کہ ”میں
 جے سکھ بھلور ہوں۔“ امراء جو دولت و اقتدار سے مرعوب ہوتے ہیں، انہیں

ورغلانے کے لیے اس نوسریاز نے دعویٰ کیا کہ ”میں مجسٹریٹ ہوں۔“ دلیر اور بہادروں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے کے لیے اس چڑی دل نے دعویٰ کیا کہ ”میں شیر خدا ہوں۔“ ادیبوں کو اپنے دامِ تذویر میں پھنسانے کے لیے کوچہ جمالت کے اس گداگر نے دعویٰ کیا کہ ”میں سلطانِ اقلیم ہوں۔“ مختلف قوموں اور برادریوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے اس انگریزی گرگٹ نے مختلف ذاتیں اور قومیں اپنائیں۔ کبھی سید بنا، کبھی چینی بنا، کبھی ایرانی بنا اور کبھی مغل بنا، تاکہ ہر قوم یہ سمجھے کہ یہ ہمارا فرد ہے اور لوگ جذبہ قومیت کی وجہ سے اس کی جانب کھنچے چلے آئیں گے اور لاکھوں لوگ اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے اور ان کی طاقت و قوت سے وہ معاشرے میں ایک طاقتور مقام حاصل کر لے گا۔ اس دجلِ اعظم کی سرٹوڑ کوشش تھی کہ اس کے دعووں کی کند سے کسی کی بھی گردن محفوظ نہ رہے اور ہر شخص اس کے کسی نہ کسی دعوے کے ٹاٹے اس سے منسلک ہو جائے۔ دعووں کے ڈھیر میں سے چند دعوے پیش خدمت ہیں، ذرا ”بھنور“ مطالعہ کیجئے!

”میں پہرہ دار ہوں۔“

”میں سور مار ہوں۔“

”میں سپہ سالار ہوں۔“

”میں آریوں کا بادشاہ ہوں۔“

”میں سراجا منیرا ہوں۔“

”میں غازی ہوں۔“

”میں زمیندار ہوں۔“

”میں چابک ہوں۔“

”میں موتی ہوں۔“

”میں برطانوی مورچہ ہوں۔“

”میں چاند ہوں۔“

”میں سورج ہوں۔“

”میں بیت اللہ ہوں۔“

”میں مدینتہ العلم ہوں۔“

”میں میکائیل ہوں۔“

”میں معجون مرکب ہوں۔“

اب ذرا آپ غور کریں کہ زندگی کے اتنے گوشوں میں پھیلے اور بکھرے ہوئے مرزا قادیانی سے کتنے لوگ وابستہ ہوئے ہیں، مثلاً سور مار سے کسان، سپہ سالار سے فوجی، چابک سے کوچران، موتی سے جوہری، برطانوی مورچہ سے انگریز، مدینتہ العلم سے طلباء و فیروہ و فیروہ۔ اور شاید مرزا قادیانی نے ”معجون مرکب“ ہونے کا دعویٰ اس لیے دیا کہ اگر کسی سے باقی تمام دعووں سے کوئی رابطہ یا تعلق نہ بنے تو ماسٹر دعویٰ ”معجون مرکب“ تو سب سے زبردستی تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ مرزا قادیانی کی مثال اس شکاری کی سی ہے جو کسی خوبصورت مرغابی کو نیلگوں فضاؤں میں اڑتے دیکھتا ہے تو اسے شکار کرنے کے لیے صرف ایک چمرا نہیں مارتا بلکہ اپنے شکار کو یقینی بنانے کے لیے پورا کارتوس اس پر فائر کرتا ہے۔ کارتوس پھٹتا ہے اور چمرا فضا میں بکھر جاتا ہے۔ باقی چمرا تو ضائع ہو جاتا ہے لیکن ایک یا دو چمرا مرغابی کو لگتے ہیں۔ مرغابی پڑ پڑاتی ہوئی زمین پر آ جاتی ہے اور اگلے ہی لمحے شکاری کا خنجر اس کی گردن پر چل رہا ہوتا ہے۔ اس طرح مرزا قادیانی بھی لوگوں کے ایمانوں کا شکار کرنے کے لیے اپنی ارتدادی بدعق میں ایک دعویٰ رکھ کر فائر نہیں کرتا تھا بلکہ سینکڑوں دعووں کا کارتوس چلاتا تھا۔ مرزا قادیانی کی ابلیسی انگلی ہلتی اور ارتدادی کارتوس ایک شیطانی قوت کی طرح پھٹتا اور اس کے ایمان شکن چمرا اپنے ہدف کی طرف لپک رہے ہوتے اور پھر کسی نہ کسی زہریلے دعوے کے چمرا سے کسی کا ایمان دم توڑ رہا ہوتا۔ مرزا قادیانی کے ان شیطانی دعووں کی کہانی 1908ء سے پہلے کی ہے، کیونکہ جہانوں کا یہ سربراہ اور نوسرمانوں کا یہ امام 26 مئی 1908ء کو اپنے جھوٹے دعووں کی گھڑی

سر پر اٹھا کر جنم پہنچ گیا۔ اب ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی آج کے دور میں ہوتا! تو اس کے دعووں کی نوعیت کیا ہوتی؟ اپنے دعووں کی دکان کس طرح سجاتا؟ اپنی ارتدادی تبلیغ پر کس طرح روانہ ہوتا؟ لوگوں سے کس طرح ملتا اور ان کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کے لیے کون کون سے حربے استعمال کرتا؟ 1908ء سے آج تک زمانے نے سینکڑوں مسافیس طے کی ہیں۔ سائنس نے انسانی دنیا اور انسانی زندگی میں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا ہے۔ جہاں کل مٹی کے دیے ٹھمکتے تھے، آج وہاں مرکزی بلب ماحول کو جگمگاتا رہا ہے۔ دریاؤں کو ناقابل تغیر سمجھنے والا انسان آج تحقیق کے نشتر سے سمندروں کے دل چھو رہا ہے۔ پرندوں کو ہوا میں اڑتا دیکھ کر حیران ہونے والا انسان آج خود ہواؤں میں محو پرواز ہے۔ نکواریوں اور لاشیوں سے لڑنے والا انسان آج ایٹم بم سے مسلح ہے۔ چھکڑوں میں سفر کرنے والا آج چاند پر قدم رکھ چکا ہے اور مریخ پر کھنڈ ڈالنے کا عزم اپنے سینے میں لیے بیٹھا ہے۔ آج تہذیب و تمدن نے ایک نئی کوٹ لے لی ہے۔ رسم و رواج نے ایک نئی دنیا بنا لی ہے۔ رہن سہن کے ماڈرن انداز ہیں۔ نئے نئے ڈیزائنوں کے لباس ہیں۔ جدید طرز تعمیر کے مکانات اور بنگلے ہیں۔ جدید مواصلاتی نظام ہے۔ سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور دفاتر کی ایک بہار ہے، فرضیکہ انسانی زندگی میں ایک تغیر اور انقلاب آچکا ہے، لہذا اگر مرزا قادیانی آج کے دور میں وارد ہوتا تو وہ نئے زمانے کے سانچوں میں ڈھل کے آتا۔ دجل و فریب کے جدید ہتھیاروں سے لیس ہوتا۔ چین کی پیٹھ پہنتا۔ پیٹھ پر پیلٹ سجاتا۔ رم جسم کی قمیص پہنتا۔ آکسفورڈ کی ٹائی لگاتا۔ امریکن شائل کا کوٹ پہنتا۔ کوٹ کی جیب میں لال رومال لگاتا۔ رے بین کی عینک آنکھوں پہ بہار دکھاتی اور راڈو کی گھڑی کھائی پر چمکتی نظر آتی۔ پاؤں میں ”انگلش شوز“ کا جوتا ہوتا۔ لباس سے چارلی پرفوم خوشبوئیں بکھیر رہا ہوتا۔ منہ سے گولڈ لیف کا سگریٹ دھواں پھوڑ رہا ہوتا۔ ہاتھ کی انگلی میں ڈائمنڈ کی انگوٹھی چمک رہی ہوتی۔ گلے میں سونے کا لاکٹ لٹک رہا ہوتا اور ہاتھ میں دعووں سے بھرا ہوا بریف کیس پکڑا ہوتا اور یوں ”کوچک“

اور ”کس ملین ڈالر میں“ اسے دیکھ دیکھ شرماتے! لیکن یہ ساری تیاری تو صرف جدید تہذیب کے دلدادہ لوگوں کے لیے ہوتی۔ مرزا قادیانی کو تو پرانی وضع اور پرانی بود و باش رکھنے والے لوگوں کے پاس بھی جانا ہے، اس لیے وہ نئی اور پرانی تہذیب کے اشتراک سے اپنا لباس سیٹ کرتا اور اپنے دعوے کے عین مطابق ”مجنون مرکب“ بن جاتا اور وہ ”مجنون مرکب“ کچھ یوں ہوتی: اگر ایک ٹانگ میں جین کی پینٹ پہنتا تو دوسری میں کھیرے دار شلوار۔ اگر ایک پاؤں میں ”انگلش شوز“ کا جوتا تو دوسری میں چوہدری شوز کا کمر۔ اگر ٹیڑھی آنکھوں پر رے بین کی عینک لگاتا تو سر پر پگڑی باندھتا۔ اگر گلے میں ٹائی لگاتا تو کانوں میں ”مندراں“ بھی ڈالتا اور بریف کیس میں دھوتی بھی رکھتا۔ پھر کلی کلی، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، پیدل اور جو تنگ کرتے ہوئے اپنی شیطانی تبلیغ میں جت جاتا۔ موجودہ دور میں دجال قادیان کی باتیں، گھاتیں، وارداتیں اور ملاقاتیں کچھ یوں ہوتیں۔ اگر بچوں کے پاس جاتا تو کہتا، میں ”کھٹی میٹھی“ گولی ہوں۔ اگر زمیندار کے ہاں پہنچتا تو کہتا، میں ”زرعی ترقیاتی بینک“ ہوں۔ اگر طلباء کے پاس پہنچتا تو کہتا، میں ”گیس پیپر“ ہوں۔ اگر ڈاکوؤں کے گردہ سے ملاقات ہوتی تو کہتا، میں ”گلاشکوف“ ہوں۔ اگر آوارہ نوجوانوں میں جا بیٹھتا تو کہتا، میں ”وی۔ سی۔ آر“ ہوں۔ اگر فوجیوں میں جا گھستا تو کہتا، میں F-16 ہوں۔ اگر ہجڑوں سے ملاقات کرتا تو کہتا، میں ”کھنکھرو“ ہوں۔ اگر حکمرانوں کے ہاں جا ٹپکتا تو کہتا، میں ”امریکی امداد“ ہوں۔ اگر پہلوانوں کے اکھاڑے میں پہنچ جاتا تو کہتا، میں ”لوکی“ ہوں۔ اگر سرکاری ملازمین سے ملتا تو کہتا، میں ”منہنگائی الاؤنس“ ہوں۔ سائنس دانوں کی محفل میں داخل ہوتا تو کہتا، میں ”ایٹم بم“ ہوں۔ اگر کرکٹ کے شائقین کے حلقہ میں بیٹھ جاتا تو کہتا، میں ”تھامسن“ ہوں۔ اگر کسی کو ننگے پاؤں دیکھتا تو جھک کے کہتا، میں ”ہانا کا جوتا“ ہوں۔ اگر کسی سائیکل سوار سے ملتا تو لپک کے کہتا، میں ”میکرو“ ہوں۔ اگر کسی کو حقہ پیتے دیکھتا تو مسکرا کے کہتا، میں ”گولڈ لیف“ ہوں۔ اگر کسی نشہ باز سے ملتا تو گردن گھما کے کہتا، میں ”مہیروئن“ ہوں۔ اگر کتیا میں

بیٹھے کسی غریب کو چولے میں گھاس پھوس ڈال کر روٹی پکاتے دیکھتا تو سر جھکا کے کہتا،
 میں ”سوئی گیس“ ہوں۔ اگر کسی تھلہ میں جانے کا اتفاق ہوتا تو کہتا، میں ”ایم۔ پی۔
 اے“ ہوں۔ اگر فیشن کی دلدادہ خواتین کے جھرمٹ میں جا گھستا تو کہتا، میں ”بیوٹی
 پارلر“ ہوں۔ اگر موٹاپے سے تنگ آئے فریہ جسموں کی محفل میں بیٹھتا تو کہتا، میں
 ”سلیٹنگ سنٹر“ ہوں۔ اگر کسی استہلائی کمزور اور لاغر شخص سے ملتا تو کہتا، میں ”غیر گاؤ
 زبان غنبری جواہر دار“ ہوں۔ اگر موسیقی کے پرستاروں کے حلقہ میں وارد ہوتا تو کہتا،
 میں ”میڈونا“ ہوں۔ ————— لیکن موجودہ دور میں مرزا قادیانی کا دعووں کا کاروبار
 ٹھپ ہو جاتا۔ ہر دعویٰ تھپڑ کا روپ دھار کے تراخ سے اس کے منہ پر واپس آتا۔
 لوگ مرزا قادیانی کو بری طرح گھیر لیتے۔ ہر دعویٰ کا ثبوت مانگتے، ہر دعویٰ کی عملی
 صورت کی تصدیق چاہتے۔ لوگوں کا مطالبہ ہوتا کہ اگر تو کھٹی مٹھی گولی ہے تو ذرا
 داڑھ کے نیچے تو آ۔ اگر ایٹم بم ہے تو چل کے دکھا۔ اگر زرعی ترقیاتی بینک ہے تو پانچ
 لاکھ روپے قرض تو دے۔ اگر F-16 ہے تو فضا میں دو چار گلابازیاں تو لگا! اگر
 تھامسن ہے تو باؤلنگ کا مظاہرہ تو کر۔ اگر پاؤں کا جوتا ہے تو پاؤں کی نعمت تو بن، اگر
 میکرو ہے تو چار پانچ سواریوں کو اپنے کندھے پر تو اٹھا۔ اگر کلاشکوف ہے تو اپنے منہ
 سے دو چار برسٹ تو نکال۔ لوگوں کے ٹھاٹھ ٹھاٹھ جواب سن کر مرزا قادیانی بڑبڑاتا،
 پٹا اٹھتا اور چکرا اٹھتا اور اپنے چکرائے ہوئے سر کو پکڑ کے اپنے آپ سے کہتا کہ
 کیسا ہوشیار زمانہ آگیا ہے! لوگ کس قدر ہوشیار ہو گئے ہیں۔ پہلے زمانے کے لوگ
 کس قدر سادہ لوح تھے۔ کس قدر مت ماری ہوتی تھی مجھ پر ایمان لانے والوں کی کہ
 میری چند شعبہ بازیوں دیکھ کر متاع ایمان میرے ہاتھ پر رکھ دیتے تھے اور ان عقل
 کے اندھوں کو جہاں بٹھاتا، بیٹھے رہتے۔ لیکن ان لوگوں پر میری کوئی مکاری، عیاری،
 شعبہ کاری اور دعویٰ بازی اثر نہیں کر رہی۔ لوگوں کے تیور بدل جاتے اور مرزا
 قادیانی کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا۔ مرزا قادیانی چکر دے کر بھاگنے کی کوشش کرتا
 لیکن لوگ فوراً اسے دبوچ لیتے اور کھینچتے پیٹتے تھانے لے جاتے۔ جہاں اس کے خلاف

دعوئی نبوت کرنے کے جرم میں توہین رسالت کا مقدمہ درج ہوتا۔ پورے ملک میں احتجاجی تحریک شروع ہو جاتی۔ بھڑے ہوئے عوام سڑکوں پر نکل آتے۔ لوگ حکومت سے مطالبہ کرتے کہ اب تو انگریز کی حکومت نہیں، اب تو ہم غلام نہیں، اب تو پاکستان بن چکا ہے جس کی بنیادیں اسلام پر اٹھائی گئی ہیں، اب تو پاکستان میں توہین رسالت کی سزا قتل نافذ ہو چکی ہے، اب انگریزی نبی کا لحاظ کیسا؟ اس گستاخ رسول کو کیفر کردار تک پہنچاؤ۔ اس دشمن اسلام کو تختہ دار پر لٹکاؤ۔ عوام کے پرزور مطالبہ پر خصوصی عدالت میں مرزا قادیانی پر مقدمہ چلتا اور اسے توہین رسالت اور دعوئی نبوت کے جرم میں سزائے موت دی جاتی۔ مینار پاکستان کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں پھانسی چڑھانے کا اعلان اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی وژن پر کیا جاتا۔ اندرون اور بیرون ملک سے لاکھوں لوگ جوق در جوق اسے پھانسی چڑھتے ہوئے دیکھنے کے لیے آتے۔ لاکھوں کے مجمع میں اسے پھانسی چڑھایا جاتا۔ پھانسی کے بعد اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے لوگوں کو ٹھاٹھیں مارتا سمندر لپک پڑتا اور جب لوگ اس قائد المنافقین اور پیشوائے مرتدین کو اس کی اصل صورت میں دیکھتے تو بار بار دیکھتے، بغور دیکھتے، سر تپا دیکھتے اور پھر سبھی کی زبانوں پر جاری ہوتا۔

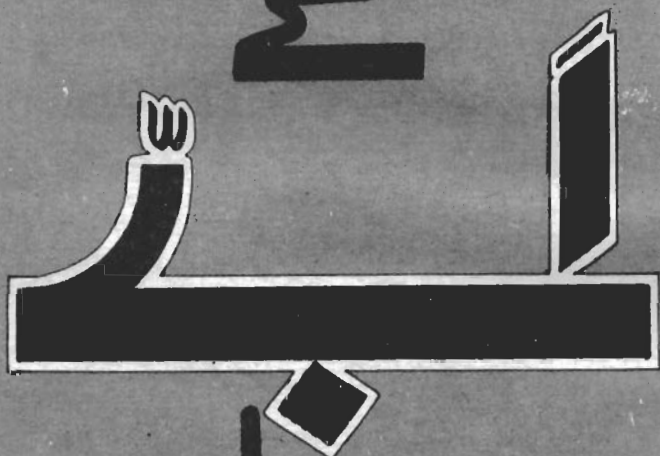
خرس کا سر، شکل بندر کی ہے، منہ خنزیر کا

ایک پہلو یہ بھی ہے انسان کی تصویر کا

(مجید لاہوری)



مرزا قادیانی کے



سے ملے!

○ مرزا قادیانی کے والدینا محترم کے ساتھ ایک تعارفی نشست
○ قادیانی نبوت کے "دادا ابو" آئینہ کے روبرو

ایک تھقی دوپہر میں مالی سے نظر بچا کر ایک لڑکا گاؤں کے آموں کے باغ میں گھس گیا اور درخت پر چڑھ کر دھڑا دھڑا آم توڑنے لگا۔ آہٹ اور سرسراہٹ سن کر مالی درخت کی جانب لپکا اور لڑکے کو جا پکڑا۔ منہ پر دو چار طمانچے رسید کئے اور غصہ سے لڑکے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ”چل تجھے تیرے باپ کے پاس لیکر جتا ہوں۔ باقی سزا تجھے وہ دے گا“ اور پھر لڑکے کو کالر سے کھینچتے ہوئے کہنے لگا ”بتا تیرا باپ کدھر ہے؟“ لڑکا منہ بسور کر کہنے لگا ”وہ ساتھ والے باغ میں آم توڑ رہا ہے“ اس نے ہی میری ڈیوٹی اس باغ میں لگائی ہے اور اسی نے مجھے چپکے چپکے پھل توڑنے اور درخت پر چڑھنے کے فن سکھائے ہیں“ یہ سن کر مالی، عالم حیرانی و پریشانی میں کھو گیا کہ الٹی! یہ کیسے باپ بیٹا ہیں کہ باپ بھی چور اور بیٹا بھی چور! مالی انگلی منہ میں دبائے سوچ کی وادیوں میں گم سم کھڑا تھا کہ لڑکا موقع پا کر بھاگ گیا۔ یہ آپ نے ایک چور باپ اور ایک چور بیٹے کی کہانی سنی، جو آم چور تھے۔ لیکن آج ہم آپ کو ملت اسلامیہ کی خوشنکاح تاریخ کے صفحات سے ایک چور باپ بیٹے کی کہانی سناتے ہیں۔ وہ دونوں ملت اسلامیہ کی عظمت و حرمت کے چور تھے۔ وہ دونوں قوم حجاز کی ملی فیتر کے لٹیرے تھے۔ ان دونوں کی تلواروں پر مظلوم مسلمانوں کا خون چمکتا تھا۔ وہ دونوں ملت بیضا کے غدار اور برطانوی گورنمنٹ کے وفادار تھے۔ وہ دونوں قوم مسلم کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مسکتنے گلستانوں سے نکال کر صلیب کے منھوس جھنڈے تلے کھڑا کرنا چاہتے تھے۔ باپ کا نام مرزا غلام مرتضیٰ اور بیٹے کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ جب کہ مرزا غلام مرتضیٰ کا دوسرا بیٹا اور مرزا غلام احمد قادیانی کا اکلوتا بڑا بھائی مرزا غلام قادر بھی ساری زندگی انہیں شہنچ و ہندوں میں مصروف رہا۔ مرزا غلام احمد قادیانی انگریزی نبی بنا اور مرزا غلام قادر آزادی کے سپاہیوں کے خلاف فرنگی بے ایمان کا بازوئے شمشیر زن تھا۔ دنیا میں شاید ہی کسی شخص کی اولاد اتنی بدترین ہو۔

قادیانی اپنے نبی کے باپ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں اور مرزا قادیانی کا اس کے گھر پیدا ہونے کو اس کی عظمت گردانتے ہیں، لیکن ہم نے قادیانی کتب سے حوالے ڈھونڈ ڈھونڈ کر، آئینہ حقیقت میں مرزا قادیانی کے ابا کی

کل پورے خدوخل کے ساتھ دکھانے کا اہتمام کیا ہے۔ لیجئے مرزا قادیانی کا ”ابا“ برائے تفصیلی معائنہ آپ کے سامنے حاضر ہے اور آپ بھی اپنی آنکھوں اور دماغوں کو حاضر کر لیجئے!

دربار فرنگی میں مرزا غلام مرتضیٰ کی عزت :- دربار فرنگی جہاں سے آزادی کے متوالوں کو موت کے پروانے ملتے تھے، کالا پانی یعنی جزائر انڈیمان کے عقوبت خانوں کی سزائیں ملتی تھیں، اسی دربار میں غدار وطن مرزا غلام مرتضیٰ کی کیا عزت و اہمیت تھی؟ اس واقعہ سے اندازہ لگائیے۔ ”بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ بیالہ کے ایک ہندو حجام نے دادا صاحب سے کہا کہ میری معافی ضبط ہو گئی ہے۔ آپ ایجنٹ صاحب فنانشل کمشنر سے میری سفارش کریں۔ دادا صاحب اسے اپنے ساتھ لاہور لے گئے۔ اس وقت لاہور کے شلامار باغ میں ایک جلسہ ہو رہا تھا۔ دادا صاحب نے وہاں جا کر جلسہ کی کارروائی ختم ہونے کے بعد ایجنٹ صاحب سے کہا کہ آپ اس شخص کا ہاتھ پکڑ لیں۔ صاحب گھبرایا کہ کیا معاملہ ہے۔ مگر دادا صاحب نے اصرار سے کہا تو اس نے ان کی خاطر اس حجام کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے بعد دادا صاحب نے صاحب سے کہا کہ ہمارے ملک میں دستور ہے کہ جب کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں تو پھر خواہ سر چلا جائے، چھوڑتے نہیں۔ اب آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا ہے۔ اس کی لاج رکھنا، پھر کہا کہ اس کی معافی ضبط ہو گئی ہے، کیا معافیاں دے کر بھی ضبط کیا کرتے ہیں؟ اس کی معافی بحال کر دیں۔ ایجنٹ صاحب نے اس کی مسئل طلب کر کے معافی بحال کر دی۔ یہی ایجنٹ صاحب بعد میں پنجاب کالیفرنٹ گورنر ہو گیا۔ (سیرت المہدی ص ۲۲۸ حصہ اول مصنفہ مرزا بشیر احمد بن مرزا قادیانی)

”مے دا راج“ :- ”بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ جب ڈیوس صاحب اس ضلع میں مہتمم بنو بست تھا اور ان کا عملہ بیالہ میں کام کرتا تھا۔ قادیان کا ایک پٹواری جو قوم کا برہمن تھا اور محکمہ بنو بست مذکور میں کام کرتا تھا۔ تیا صاحب مرزا غلام قادر کے

ساتھ گستاخانہ رنگ میں پیش آیا۔ مایا صاحب نے وہیں اس کی مرمت کر دی۔ ڈپوس صاحب کے پاس شکایت گئی تو اس نے مایا صاحب پر ایک سو روپیہ جرمانہ کیا۔ دادا صاحب اس وقت امرتسر میں تھے۔ ان کو اطلاع ہوئی تو فوراً ایجنٹ صاحب کے پاس چلے گئے اور حالات سے اطلاع دی۔ اس نے دادا صاحب کے بیان پر بلا طلب مسل جرمانہ معاف کروا دیا۔ (سیرت المہدی ص ۲۲۹ حصہ اول مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

پٹواری صاحب! آپ نے ایسے ہی اپنی مرمت کروائی۔ آپ کو معلوم نہیں تھا کہ آپ نے کتنے بڑے غدار کے بیٹے کے سامنے زبان کھولنے کا جرم کیا۔ پٹواری جی آپ کی خوب پٹائی ہوئی لیکن مجرم کو بلا طلب مسل معاف کر دیا گیا۔

گھر کا قانون :- بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے کہ ایک دفعہ مایا صاحب پولیس میں ملازم تھے۔ نبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع نے کسی بات پر ان کو معطل کر دیا۔ اس کے بعد جب نبٹ صاحب قادیان آیا تو خود دادا صاحب سے ذکر کیا کہ میں نے آپ کے بیٹے کو معطل کر دیا۔ دادا صاحب نے کہا کہ اگر قصور ثابت ہے تو ایسی سخت سزا دینی چاہئے کہ آئندہ شریف زادے ایسا قصور نہ کریں۔ صاحب نے کہا جس کا باپ ایسا ادب سکھانے والا ہو اس کو سزا دینے کی ضرورت نہیں اور مایا صاحب کو بحال کر دیا۔ (سیرت المہدی ص ۲۲۹ حصہ اول مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

ہم اس پیار بھری معطلی اور محبت بھری بحالی پر یہی کہہ سکتے ہیں۔
اس شرط پہ کھیلوں گی پیا تجھ سے میں بازی جیتوں تو تجھے پاؤں ہاروں تو پیا تیری
(ناقل)

یا

دل کا کیا ہے اسے منالیں گے وہی ہو گا جو آپ چاہیں گے (ناقل)

شوق حقہ نوشی :- ”بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ دادا صاحب حقہ بہت پیتے تھے۔ (سیرت المہدی ص

۲۳۰ حصہ اول معنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی

نمازیں کھاتے تھے اور حقہ پیتے تھے۔ کیا اعلیٰ شوق پائے تھے، فرنگی نبی کے ابا جان نے! بیٹا فرنگی نبی ہو کر انیم کھاتا تھا اور پلو مرکی شراب سے دل بہلاتا تھا اور باپ بے نیستی نبی کا باپ ہو کر حقے کی لے منہ میں دبا کر گڑ گڑ کی آوازیں نکال کر خوشی سے پھولانہ ساتا تھا۔ (ناقل)

تاکید نماز پر برہمی :- ” بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ ایک دفعہ قادیان میں ایک بغدادی مولوی آیا۔ دادا صاحب نے اس کی بڑی خاطر و مدارت کی۔ اس مولوی نے دادا صاحب سے کہا، مرزا صاحب آپ نماز نہیں پڑھتے؟ دادا صاحب نے اپنی کمزوری کا اعتراف کیا اور کہا کہ ہاں بے شک میری غلطی ہے۔ مولوی صاحب نے پھر بار بار اصرار کے ساتھ کہا اور ہر دفعہ دادا صاحب یہی کہتے گئے کہ میرا قصور ہے۔ آخر مولوی نے کہا آپ نماز نہیں پڑھتے۔ اللہ آپ کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ اس پر دادا صاحب کو جوش آگیا اور کہا ” تمہیں کیا معلوم ہے کہ وہ مجھے کہاں ڈالے گا۔ “ (سیرت المہدی ص ۲۳۱ حصہ اول معنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

جہاں تیرے آقا انگریز کو ڈالے گا، وہیں تجھے ڈالے گا (ناقل)

محمل عیش و طرب :- ” بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے کہ تایا صاحب کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی اور کئی دن تک جشن رہا اور ۲۲ طائفے ارباب نشاط کے جمع تھے۔ “ (سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۳۳ معنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

قارئین! مرزا غلام مرتضیٰ کے بیٹے اور مرزا قادیانی کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہو رہی ہے بزم عیش و طرب آراستہ ہے رقاصوں کا حسن عیاں اپنی حشر سامانیاں دکھا رہا ہے لٹکے پہ ٹھمکا لگ رہا ہے شریر جسموں کے زاویئے بن اور ٹوٹ رہے ہیں ٹوٹ لٹائے جا رہے ہیں شہنائیاں بج رہی ہیں ہتھکڑوں کی جھنکار ہے سرنگی کی کیوں

کیس ہے ڈھولن کی تھاپ ہے باجوں پہ نفوں کی دھنیں ہیں اور قادیانی نبوت کا خاندان بدستی میں سردھن رہا ہے اور شاید کسی مغنیہ کی ریلی آواز پہ مرزا غلام مرتضیٰ اپنے دونوں بیٹوں اور دوستوں سمیت بدست ہو کر لڑی اور دھمال ڈالتا ہوا یہ گا رہا ہو گا۔

”دم مارو دم مٹ جائے غم“ (ناقل)

غدار کے بیٹے کی عزت :- مرزا غلام مرتضیٰ مرتے وقت اپنے بیٹے مرزا غلام احمد کا ہاتھ اپنے آقا فرنگی کے ہاتھ میں دے گیا تھا اور فرنگی سے کہا تھا کہ میری اس سوغات کو سنبھال کر رکھنا۔ دیکھنے میں تو یہ پھنسا پڑا ہے، لیکن چیز بڑے کام کی ہے۔ یہ تمہارا وہ کام کرے گا جس کے تصور سے ہی بڑے بڑے غدار کانپ جائیں گے۔ انگریزوں نے بعد میں اسی سوغات سے دعویٰ نبوت کرایا اور مسلمانوں کی وحدت پر کاری ضرب لگائی۔ اپنے دعویٰ نبوت اور خاندانی غدار ہونے کے ناطے مرزا قادیانی کی فرنگی دربار میں کیا قدر و منزلت تھی۔ مندرجہ ذیل مثال اس پر خوب روشنی ڈال رہی ہے۔

”بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ جب مولوی محمد حسین بٹالوی قتل کے مقدمہ میں حضرت صاحب کے خلاف پیش ہوا تو اس نے کمرے میں آکر دیکھا کہ حضرت صاحب ڈگلس کے پاس عزت کے ساتھ کرسی پر تشریف رکھتے ہیں، اس پر حسد نے اسے بے قرار کر دیا۔ چنانچہ اس نے بھی حاکم سے کرسی مانگی اور چونکہ وہ کھڑا تھا اور اسکے اور حاکم کے درمیان پکھلا تھا، جس کی وجہ سے وہ حاکم کے چہرہ کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس لئے اس نے پچھلے کے نیچے سے جھک کر حاکم کو خطاب کیا۔ مگر ڈگلس نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی ایسی فہرست نہیں ہے۔ جس میں تمہارا نام کرسی نشینوں میں درج ہو۔ اس پر اس نے پھر اصرار کے ساتھ کہا۔ تو حاکم نے ناراض ہو کر کہا کہ بک بک مت کر پیچھے ہٹ اور سیدھا کھڑا ہو جا۔“ (سیرت الہدی حصہ اول ص ۲۳۸ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی امین مرزا قادیانی)

انگریزوں کا نوکر :- مرزا قادیانی اپنے باپ کی غداریوں پر گواہی دیتا ہوا کہتا ہے۔ ”اور میرا باپ اس طرح خدمات میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ پیرانہ سالی

تک پہنچ گیا اور سفر آخرت کا وقت آگیا اور اگر ہم اس کی تمام خدمات لکھنا چاہیں تو اس جگہ سنا نہ سکیں اور ہم لکھنے سے عاجز رہ جائیں۔ پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ میرا باپ سرکار انگریزی کے مراحم کا ہمیشہ امیدوار رہا اور عند الضرورت خدمات بجا لاتا رہا۔ یہاں تک کہ سرکار انگریز نے اپنی خوشنودی کی چٹھیات سے اس کو معزز کیا اور ہر وقت اپنی عطاؤں کے ساتھ اس کو خاص فرمایا اور اس کی غم خواری فرمائی اور اس کی رعایت رکھی اور اس کو اپنے خیر خواہوں میں سے سمجھا۔ (نور الحق حصہ اول ص ۲۸ مصنفہ مرزا قادیانی)

لعنت بر پدر فرنگ (ناقل)

باپ کے بعد بیٹے، مسند غداری پر :- مرزا غلام احمد نے اپنے دونوں بیٹوں کی تربیت ایسے ذہریلے انداز سے کی کہ اس کی موت کے بعد اس کے دونوں بیٹے اس سے زیادہ انگریز کے وفادار اور مسلمانوں کے لئے جفا دار ثابت ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے باپ کے ناپاک مشن کو خوب چلایا۔ اس بات کی گواہی مرزا قادیانی سے سنئے۔

”پھر جب میرا باپ فوت ہو گیا۔ تب ان خصلتوں میں اس کا قائم مقام میرا بھائی ہوا۔ جس کا نام مرزا غلام قادر تھا اور سرکار انگریزی کی عنایات ایسے ہی اس کے شامل حال ہو گئیں جیسی کہ میرے باپ کے شامل حال تھیں اور میرا بھائی چند سال بعد اپنے والد کے فوت ہو گیا۔ پھر ان دونوں کی وفات کے بعد میں ان کے نقش قدم پر چلا اور ان کی سیرتوں کی پیروی کی“ (نور الحق حصہ اول ص ۲۸ مصنفہ مرزا قادیانی)

اور شیطان کی قیادت میں آج تک تیری ناپاک ذریت تیرے ناپاک نقش قدم پر چل رہی ہے۔ (ناقل)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کا سپاہی :- ”میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے، میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار انگریزی میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گرمنن صاحب کی ”تاریخ ریسان پنجاب“ میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور

گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے، پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تمون کی گزر گاہ پر خضداروں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔ ”(کتاب البریہ اشتہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء ص ۳ مصنفہ مرزا قادیانی)

غدار خاندان کا سربراہ :- ”سب سے پہلے میں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں ایسے خاندان میں سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اول درجہ پر سرکار دولت مدار انگریزی کا خیر خواہ ہے۔“ (مرزا قادیانی کی لیفٹیننٹ گورنر بہادر کے حضور درخواست مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص ۸-۹-۱۱ مولفہ میر قاسم علی قادیانی)

انگریزوں کا پرورش کردہ خاندان :- مرزا غلام مرتضیٰ کا خاندان انگریزوں کا پالا پوسا خاندان تھا۔ جن کی ہر جائز و ناجائز ضرورت پورا کرنا اور ان کی ہر طرح سے حفاظت کرنا برطانوی گورنمنٹ کا فرض تھا۔ اس موضوع پر مرزا قادیانی کس فخر کے ساتھ اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے۔

”ہمارا جاں نثار خاندان سرکار دولت مدار (سلطنت انگلیش) کا خود کاشتہ پودا ہے۔ ہم نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا۔“ (تبلیغ رسالت جلد ہفتم مصنفہ مرزا قادیانی)

مرزا غلام قادر کی موت پر انگریزی حکومت کا تمنغہ خدمت :- ”مرزا قادیانی کے باپ کے جہنم رسید ہونے پر پنجاب کے فنانشل کمشنر نے مرزا قادیانی کے بڑے بھائی مرزا غلام احمد کے پاس ۱۹ جون ۱۸۷۶ء کو جو مراسلہ بھیجا اس میں تعزیتی کلمات کے بعد لکھا گیا مضمون پیش خدمت ہے۔

"Ghulam Murtaza who was a great well wisher and faithful Chief of Government. In consideration of your family services, I will esteem you with the same respect as that on your loyal father, I will keep in mind the restoration welfare of your family when a favourable opportunity occurs"

ترجمہ: "مرزا غلام مرتضیٰ سرکار انگریز کا اچھا خیر خواہ اور وفادار رئیس تھا، آپ کے خاندان کی خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم آپ کی بھی اسی طرح عزت کریں گے، جس طرح تمہارے وفادار باپ کی کی جاتی تھی۔ ہم کو اچھے موقع کے نکلنے پر تمہارے خاندان کی بہتری اور پابجائی کا خیال رہے گا۔" (المرقوم ۲۹ جنوری ۱۸۷۶ء کتاب البریہ مصنفہ مرزا قادیانی)

خوب عہد بھرا رہے ہو۔ آج بھی اس کے پڑ پوتے مرزا طاہر کو لندن میں سینے سے لگائے بیٹھے ہو۔ دنیا کی یہ دو اسلام دشمن قومیں اس عہد کو کیوں نہ نبھائیں، دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں، دونوں کے مقاصد ایک ہیں اور دونوں کی منزل ایک ہے!

غدار نامہ یا اعمال نامہ :- قادیانیوں کی نئی نسل ہے میں دست بستہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر اور خالی الذہن ہو کر دوبار فرنگی سے مرزا قادیانی کے باپ مرزا غلام مرتضیٰ اور بھائی مرزا غلام قادر کے نام جاری ہونے والے ان خطوط کو پڑھیں، جن کے ہر لفظ سے غداری کی بدبو اٹھتی ہے اور جن کی ہر سطر سے ضمیر فروشی و وطن فروشی کا تعفن پیدا ہوتا ہے اور پھر اس خاندان سے انگریز کو اپنی انگریزی نبوت چلانے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کے صورت میں جھوٹا نبی ملتا ہے جو ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے عقیدہ ختم نبوت پر حملہ آور ہوتا ہے اور ہندوستان کے غلام مسلمانوں کو مزید غلامی کے قہر و ملت میں گرانے کے لئے جہاد کے حرام ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ قادیانی نوجوانو! ان خطوط کو پڑھ کر فکر کے احکاف میں بیٹھ کر سوچنا کہ تم کس قبیلے کے ساتھ وابستہ ہو؟ تمہاری آخرت کس

کے ساتھ وابستہ ہے؟ خدا نے آنکھیں دی ہیں دیکھو، خدا نے داغ دیا ہے۔ پرکھو، سوچو، کیونکہ آمد عزرائیل کے بعد ہر سوچ لا حاصل ہوگی!

”مرزا صاحب مشفق مہمان دوستان مرزا غلام مرتضیٰ خاں صاحب رئیس قادیان، بعد شوق ملاقات واضح ہو کہ پچاس گھوڑے مع سواران زیر افسری مرزا غلام قادر برائے امداد سرکاری و سرکوبی مفیدان مرسلہ آن مشفق ملاحظہ سے گذرے۔ ہم اس ضروری امداد کا شکریہ ادا کر کے وعدہ کرتے ہیں کہ سرکار انگریزی آپ کی اس وفاداری اور جاں نثاری کو ہرگز فراموش نہ کرے گی۔ آں مشفق اس مراسلہ کو بمراد اظہار خدمات سرکار اپنے پاس رکھیں۔ تاکہ آئندہ افسران انگریزی کو آپ کے خاندان کی خدمات کا لحاظ رہے۔ فقط

(الراقم مسٹر جیمس نبٹ صاحب) بہادر ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

دستخط بحروف انگریزی ۵۷ء مقام گورداسپور

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد مرتضیٰ صاحب حضرت صاحب کے والد ماجد تھے۔ جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر کے موقع پر اپنی گرہ سے پچاس گھوڑے اور ان کا سارا سازو سامان مہیا کر کے اور پچاس سوار اپنے عزیزوں اور دوستوں سے تیار کر کے سرکار کی امداد کے لئے پیش کئے تھے۔

از پیش گاہ (مسٹر جیمس نبٹ صاحب بہادر) ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

دستخط بحروف انگریزی (مردفتر ڈپٹی کمشنر گورداسپور)

عزیز القدر مرزا غلام قادر ولد مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان۔

بمقابلہ باغیاں ناعاقبت اندیش ۵۷ء آں عزیز القدر نے بمقام میر تھل اور ترموں گھاٹ جو شجاعت اور وفاداری سرکار انگریزی کی طرف سے ہو کر ظاہر کی ہے۔ اس سے ہم اور افسران ملٹری بدل خوش ہیں۔ ضلع گورداسپور کے رئیسوں میں سے اس موقع پر آپ کے خاندان نے سب سے بڑھ کر وفاداری ظاہر کی ہے، آپ کے خاندان کی وفاداری کا سرکار انگریزی کے افسران کو ہمیشہ مشکوری کے ساتھ خیال رہے گا۔ یہ جلدوئے اس وفاداری کے ہم اپنی طرف سے آں عزیز القدر کو یہ سند بطور خوشنودی

مزاج عطا فرماتے ہیں۔

الرقوم یکم اگست ۱۸۵۷ء

خاکسار عرض کرتا ہے۔ کہ مرزا غلام قادر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے جو حضرت صاحب سے چند سال بڑے تھے اور ۱۸۸۳ء میں فوت ہوئے۔

دستخط: بخوف انگریزی جنرل ٹکسن بہادر

تہور پناہ شجاعت و شہادہ مرزا قادر غلام مرتضیٰ رئیس قادیان۔

”چونکہ آپ نے اور آپ کے خاندان نے بمقابلہ باغیان بداندیش و مفسدان بدخواہ سرکار انگریزی صدر ۱۸۵۷ء میں بمقام ترموں گھاٹ و میر تھل وغیرہ نہایت دلہنی اور جاں نثاری سے مدد دی ہے۔ اور اپنے آپ کو سرکار انگریزی کا پورا وفادار ثابت کیا ہے اور اپنے طور پر پچاس سوار معہ گھوڑوں کے بھی سرکار کی مدد اور مفسدوں کی سرکوبی کے واسطے امداد دیئے ہیں۔ اس واسطے حضور اس جناب کی طرف سے بنظر آپ کی وفاداری اور بہادری کے پروانہ ہذا سنداً آپ کو دے کر لکھا جاتا ہے کہ اس کو اپنے پاس رکھو۔ سرکار انگریزی اور اس کے افسران کو ہمیشہ آپ کی خدمات اور ان حقوق اور جاں نثاری پر جو آپ نے سرکار انگریزی کے واسطے ظاہر کئے ہیں۔ احسن طور پر توجہ اور خیال رہے گا۔ اور ہم بھی بعد سرکوبی و انتشار مفسدان آپ کے خاندان کی بہتری کے واسطے کوشش کریں گے اور ہم نے مسٹر نسبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو بھی آپ کی خدمات کی طرف توجہ دلا دی ہے۔“

الرقوم اگست ۱۸۵۷ء

Mirza Ghulam Murtaza Khan
Chief of Qadn

As you rendered great help in enlisting sowars and supplying horses to Government the Mutiny of 1857 and maintained loyalty since its beginning up-to-date and thereby

gained the favour of the Government a khilat worth Rs.200/= is presented you in recognition of good services and as a reward for your loyalty.

Moreover in accordance with the wishes of Chief Commissioner as conveyed in his No. 576, dated 10th August, 1858, this parwana is addressed to you as a token of satisfaction of Government for your fidelity and repute.

Financial Commissioner

Punjab

تہور و شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان بعافیت باشندہ از آنجہ کہ ہنگام
مفسدہ ہندوستان موقوفہ ۱۸۵۷ء از جانب آپ کے رفاقت و خیر خواہی و مدد دی سرکار
دولتدار انگلیشہ درباب نگہداشت و بہرسانی اسپان بخوبی بمنہ ظہور پہنچی۔ اور شروع
مفسدے سے آج تک آپ بدل ہوا خواہ سرکار رہے۔ اور باعث خوشنودی سرکار ہوا۔
لہذا تعلق اس خیر خواہی اور خیرگالی کے خلعت مبلغ دو صد روپیہ سرکار سے آپ کو
عطا ہوتا ہے۔ اور حسب منشا چھٹی صاحب کشن بہادر نمبر ۵۷ مورخہ اگست ۱۸۵۸ء
پروانہ ہذا باظہار خوشنودی سرکار و نیک نامی و قادیان نام آپ لکھا جاتا ہے۔

مرقومہ تاریخ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء

نقل مراسلہ

فنا نفل کشن پنجاب مشفق مریان

دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظ

To

Mirza Ghulam Murtaza Khan
Chief of Qadian

I have persued your application reminding me of your and your family's past services and rights. I am well aware that since the introduction of the British Government you and your family have certainly remained devoted faithful and steady subjects and that your rights are really worthy of regard. In every respect you may rest assured and satisfied that the British Government will never forget your family's rights and servises which will receive due consideration when a favourable opportunity offers itself.

You must continue to be faithful and devoted subjects as in it lies the satisfaction of the Government and your welfare.

Robert Casts
Commissioner Lahore

مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان حفظ

عریضہ شما مشربریاد دہانی خدمات و حقوق خود و خاندان خود بملاحظہ حضور ایں جانب در آمد۔ ما خوب میدانیم کہ بلا شک شما و خاندان شما از ابتدائے دخل و حکومت سرکار انگریزی جاں نثار و فاکیش ثابت قدم مانده رید و حقوق شما در اصل قابل قدر اند۔ ہر سبغ تسلی و تشفی دارید۔ سرکار انگریزی حقوق و خدمات خاندان شما ہرگز فراموش نخواہد کرو۔ بموقع مناسب بر حقوق و خدمات شما غور و توجہ کردہ خواہد شد۔ باید کہ ہمیشہ ہوا خواہ و جان نثار سرکاری انگریزی بمانند کہ دریں امر خوشنودی سرکار و بہبودی شما متصور است۔ فقط

المرقوم ۱۱ جون ۱۸۴۹ء

مقام لاہور انارکلی

نقل مراسلہ

رابرٹ کسٹ صاحب بہادر - کشنر لاہور

فرنگی کے اقتدار کو استحکام دینے کے لئے اپنا تن من دھن وقف کرنے والے ننگ دین
و ننگ وطن مرزا غلام مرتضیٰ!

دسترخوان انگریز کی جھوٹی ہڈیاں چوسنے والے ضمیر فروش و وطن فروش مرزا غلام
مرتضیٰ!

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے سپاہیوں کے قاتل مرزا غلام قادر کے مجرم باپ مرزا غلام
مرتضیٰ!

بناسپتی نبی مرزا قادیانی کے منحوس والد مرزا غلام مرتضیٰ

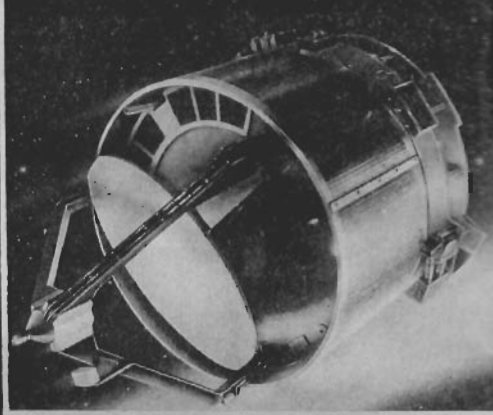
فخر البلیس، امام تلیس، مرزا بشیر الدین کے دادا مرزا غلام مرتضیٰ!

کذاب زماں مرزا ناصر اور دجال عصر مرزا طاہر کے پردادا مرزا غلام مرتضیٰ! اگر
ہوائیں میری آواز تیری قبر کی مٹی کو چیر کر تیرے کانوں تک پہنچا دیں تو غدار دین
و ملت! سن لے جس فرنگی کی حکومت کو دوام بخشے کے لئے تو نے اپنی دنیا و آخرت برباد
کی۔ وطن کے بیٹوں کی سرفروشیوں سے وہ ہندوستان سے بوریا بستر باندھ کر کب کا جا
چکا ہے اور ہندوستان آزاد ہو چکا ہے۔ تیرے مدعی نبوت بیٹے مرزا قادیانی نے جس
قوم کے دل سے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جذبہ جماد نوپنے کی کوشش کی
تھی۔ اس قوم کے فرزندانوں نے عشق رسولؐ میں ڈوب کر اور جذبہ جماد سے سرشار ہو
کر پاکستان میں قادیانی امت کو کافر قرار دے دیا ہے۔ انگریز نے قلب مسلم میں جھوٹی
نبوت کا زقوم کا جو درخت لگانے کی جو ناپاک جسارت کی تھی، آج وہ درخت مسلمانوں
نے جڑوں سمیت اکھیر کر انگریز کی گود میں پھینک دیا ہے۔ وہ قرآن جس کے کھوٹوں
نسخے انگریز نے جلائے اور تیرے بیٹے مرزا قادیانی نے جس قرآن میں تحریف و تبدل
کے طوفان اٹھائے، آج وہی قرآن برطانیہ کی فضاؤں میں گونج رہا ہے اور وہاں تحفظ
ختم نبوت کے لئے عظیم الشان کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں۔ اور ہاں یہ بھی سن لے کہ
وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ مرزا قادیانی کی جعلی نبوت کی سب سے زیادہ نحوست خود

برطانیہ پر پڑی ہے۔ وہ برطانیہ جس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ اس کی سلطنت کئی ملکوں میں بٹ گئی۔ آج برطانیہ بالکل سمٹ گیا ہے اور مزید سمٹتا جا رہا ہے۔ اقتصادی اور معاشی مسائل نے اسے اپنے طاقتور جبروں میں کس رکھا ہے۔ اور یوں محسوس ہو رہا ہے، جیسے برطانیہ کے دونوں کانوں کے ساتھ منہ لگا کر وقت پوری آواز سے کہہ رہا ہے۔

اسلام کا پرچم نہ جھکا ہے نہ جھکے گا
پھونکوں سے یہ فانوس بجھا ہے نہ بجھے گا

مواصلاتی سارے کے ذریعے
جہنم سے
مرزا قادیانی
کا
تاریخی انڈیو



شاش شاش، فن، فن، شرر شرر، فرر فرر، شوش شوش، ڈزن ڈزن، ٹھاہ ٹھاہ، تراخ تراخ، ہائے ہائے، ہو ہو، ہرل ہرل، ڈم ڈم، ٹھک ٹھک، چھڑل چھڑل، کرل کرل، دھڑن دھڑن، زون زون۔ فوف فوف، دھڑ دھڑ، کھڑک کھڑک، کی دلدوز اور روح کو ہلا دینے والی صدائیں جنم سے بلند ہو رہی ہیں۔ بڑی محنت، مشقت اور جانفشانی کے بعد مصنوعی سیارے کا رابطہ جنم سے قائم ہو چکا ہے اور عنقریب زندان جنم کے قیدی نمبر ۴۲۰ مرزا قادیانی سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔ لیجئے مرزا قادیانی سے رابطہ قائم ہو گیا۔ ہیلو، مرزا قادیانی..... ہیلو مرزا قادیانی..... ہیلو مرزا قادیانی..... جی مرزا قادیانی بول رہا ہوں۔

س : مجھے آپ سے ایک انتہائی ضروری انٹرویو کرنا ہے۔

ج : گزشتہ پچاس برسوں سے میں نے کان پکڑے ہوئے ہیں اور جنم کی آگ کے کوڑے میری پشت پر بجلی کی سرعت سے برسائے جا رہے ہیں جس کی تکلیف سے میری پشت کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئی ہیں۔ ابھی چند ہی منٹ ہوئے ہیں کہ میرے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی ہے اور آپ اصرار کر رہے ہیں انٹرویو کے لئے۔

س : دیکھئے ہم نے آپ کے انٹرویو کے لئے کروڑوں روپے خرچ کیے ہیں اس لئے آپ ہمیں مایوس نہ کریں۔

ج : اچھا بابا میں انٹرویو کے لئے تیار ہوں۔

س : آپ سے ایک ضروری درخواست کرنا ہے کہ آپ کے منہ سے ساری زندگی جھوٹ کی آبشار گرتی رہی اور شاید ہی آپ نے کبھی سچ بولا ہو لیکن آج ہمارے سوالوں کا جواب سچ سچ دیں۔

ج : یہ سچ ہے کہ میں ساری زندگی جھوٹ ہی بکھا رہا۔ لیکن اب تو میں اپنے اعمال کی سزا پا کر جنم کا دائمی مکین ہو چکا ہوں۔ اب مجھے جھوٹ بولنے کا کیا فائدہ۔ آپ یقین رکھئے، مجھے شیطان کی قسم، جو کہوں گا سچ کہوں گا۔

س : آج کل آپ کے مزاج؟

ج : میرا جسم اور لپکتے شعلوں کا راج۔

س : آپ کا نام؟

ج : میرا نام مرزا قادیانی ہے۔ بچپن میں مجھے سندھی اور دوسندی بھی کہتے تھے۔ ویسے عرف عام میں مجھے ”گاماں کانا“ کہا جاتا تھا۔

س : تاریخ پیدائش؟

ج : میری آٹھ دس تاریخ ہائے پیدائش ہیں۔ کیونکہ مجھے اپنے مختلف دعوؤں کے لئے مختلف تاریخ پیدائش درج کرنا پڑتی تھی۔ لہذا میری کھوپڑی کی طرح میری تاریخ پیدائش بھی بڑی میز می ہے۔

س : کچھ والدین کے بارے میں؟

ج : میری والدہ کا نام چراغ بی بی عرف گھسیٹی اور والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا جو بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کی تحصیل پٹالہ کے ایک پسماندہ گاؤں ”قاویان“ کے رہائشی تھے اور میں ان کا آخری بچہ تھا۔ اتفاق زمانہ دیکھئے کہ میری ماں کا نام گھسیٹی اور دعویٰ نبوت کے بعد میرے فرشتہ کا نام میچی! میں اس اتفاق پر بڑا ناز کیا کرتا تھا۔

س : آباؤ اجداد کا پیشہ؟

ج : ضمیر فروشی، ایمان فروشی، غیرت فروشی، ملت فروشی اور وطن فروشی۔ آج تک ہماری موجودہ نسل شیطان کی سرپرستی میں اس بزنس کو خوب سنبھالے ہوئے ہے۔ میرے دادا غدار اعظم تھے۔ میرے ابا بہت بڑے جاسوس تھے۔ میرا بھائی انگریز کا بازوئے شمشیر زن تھا۔ اور میں انگریزی نبوت کا دیسی نبی! ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہو۔ سکھوں کے ساتھ مسلمانوں کی معرکہ آرائی ہو، خلافت عثمانیہ کی تباہی ہو، راج پال کا فتنہ ہو۔ کانپور کی مسجد کی خونچکاں داستان ہو یا کہیں بھی حق و باطل کا کوئی معرکہ ہو ہم نے ہر جگہ مسلمانوں سے غداری اور اپنے آقا انگریز سے وفاداری کا ثبوت دیا۔

س : تعلیم؟

ج : ”پرائمری فیل“ کیونکہ میں اکثر سکول سے بھاگ جایا کرتا تھا۔

س : بچپن کے مشاغل؟

ج : سرکنٹوں سے چڑیوں کے گلے کاٹنا، گھر سے کھانے پینے کی چیزیں چوری کرنا، راکھ کے ساتھ روٹی کھانا، لوٹے میں پرچی ڈال کر جادوگری کا فن سیکھنا، ابا کی پنشن لے کر گھر سے بھاگ جانا وغیرہ۔

س : سنا ہے سکول کے زمانہ میں آپ کی بہت پٹائی ہوتی تھی؟

ج : جی ہاں! مدرسہ میں مجھے دو دو گھنٹے کان پکڑائے جاتے اور اوپر سے تھپڑوں، گھونسوں اور

ٹھنڈوں کی بارش کی جاتی، لیکن میں بھی ایسا ڈھیٹ تھا کہ پھر بھی سبق یاد نہ کرتا۔ بڑا سخت زمانہ تھا وہ۔ لیکن مدرسہ میں کان پکڑنے کی پریکٹس آج جنم میں کان پکڑنے میں میرے بہت کام آ رہی ہے۔

س : جوان ہو کر کونسا ذریعہ معاش اختیار کیا؟
ج : قادیان میں آوارہ پھرتا تھا۔ والدین کی سرزنش اور جھڑکیوں سے تنگ آ کر گھر سے بھاگ اٹھا اور سیالکوٹ آ کر پکھری میں پندرہ روپے ماہوار پر منشی بھرتی ہو گیا۔ بیس پر دعویٰ نبوت کے لئے میرا انتخاب ہو گیا اور مجھے نوکری کے بوجھ سے فدا کر کے قادیان بھیج دیا گیا۔ پھر کیا تھا، دولت میرے گھر کی باندی بن گئی اور میں شہزادہ!

س : مرتد ہوتے ہوئے اللہ اور اس کے رسولؐ سے خیانت کی؟
ج : جب دماغ پر شیطان کا قبضہ ہو، حرص دنیا کی تلوار نے ضمیر کا گلا گھونٹ دیا ہو اور آنکھوں پر دولت کی چربی کی دبیرہ چڑھی ہو تو کسی سے حیا کیسی!

س : متاثر کن شخصیت؟

ج : میلہ کذاب

س : آئیڈیل؟

ج : ابلیس

س : پسندیدہ رنگ؟

ج : ”سیاہ“ کیونکہ یہی میرے دل کا رنگ ہے۔

س : کھیل کون سا پسند تھا؟

ج : ”آنکھ پھولی“ دعویٰ نبوت کے بعد اس کھیل نے مجھے بہت فائدہ پہنچایا۔

س : کس لباس کے سب سے زیادہ شوقین تھے؟

ج : ”غزارہ“ جو میں کبھی کبھی گرمیوں میں پہنا کرتا تھا۔

س : ہنسی کب آتی تھی؟

ج : جب دعویٰ نبوت کرتا تھا اور پھر آئینہ میں اپنی شکل دیکھتا تھا۔

س : شرم کب آتی تھی؟

ج : میں ساری زندگی شرم کا منتظر رہا لیکن شرم نہ آئی۔

- س : زندگی میں ٹوٹ کر کسے چاہا؟
- ج : ملکہ اور صرف ملکہ کو۔
- س : حیات مستعار میں دشمنی کس سے رکھی؟
- ج : اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں سے۔
- س : من پسند کھانا؟
- ج : ”بھنا ہوا گوشت“ لیکن کسی مرید کے گھر کا۔
- س : دل پسند مشروب؟
- ج : پلو مرکی ٹانگ وائن۔
- س : پسندیدہ مشغلہ؟
- ج : آدھی رات کو بھانوسے ٹانگیں دہوانا۔
- س : محبوب جانور؟
- ج : ”خنزیر“ کیونکہ میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا اور اس نے مجھ سے بہت کچھ سیکھا۔
- س : چوبیس گھنٹوں میں سب سے زیادہ کون سا وقت پسند تھا؟
- ج : جب کسی مرید کا منی آرڈر آتا تھا۔
- س : پسندیدہ پھل؟
- ج : ”سنگھاڑے“ کیونکہ یہ میرے منہ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔
- س : پسندیدہ پھل؟
- ج : ”کنڈیریاں“ کیونکہ انہیں کھانے سے میرے بے ڈھب منہ کے جو زاویے بنتے تھے لوگ انہیں دیکھ کر ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جایا کرتے تھے۔
- س : پسندیدہ سبزی؟
- ج : ”کچا پیاز“ کیونکہ اسے سونگھنے سے میرے دماغ کی بدبو میں کمی واقع ہوتی تھی۔
- س : پسندیدہ سبزی؟
- ج : ”بینگن“ کیونکہ اسے کھانے سے مجھے بوایر ہو جاتی تھی۔
- س : پسندیدہ شراب؟
- ج : شر ملکہ معظمہ ”لندن“
- س : کانوں کو کون سی آواز بھاتی تھی؟

ج : ”الوکی آواز“ کیونکہ یہ مجھے اپنی ہی آواز معلوم ہوتی تھی!

س : کون سا پھول طبیعت کو سب سے زیادہ پسند تھا؟

ج : میرا پھول سے کیا ناٹھ۔ نہ مجھ میں خوشبو۔ نہ لطافت۔ نہ نفاست۔ میں تو ساری زندگی بدبو اور تعفن بکھیرتا رہا۔ میں نے ساری زندگی کانٹوں سے پیار کیا اور خود بھی ارتداد کا کانٹا تھا اور

لوگوں کے دلوں میں چبھ چبھ کر ان کے ایمانوں کا خون کرتا رہا۔

س : پسندیدہ شاعر؟

ج : امراء النیس

س : وہ شعر جو سب سے زیادہ پسند ہو؟

ج : میں خود بھی ایک بہت بڑا شعر کش شاعر تھا۔ مجھے اپنا ہی شعر سب سے زیادہ پسند ہے کیونکہ اس میں میری ساری شخصیت کا تعارف سمویا ہوا ہے۔ میرا یہ شعر میرے مجموعہ کلام ”درمٹین“ کے صفحہ ۱۱۶ پر موجود ہے۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

س : پسندیدہ سواری؟

ج : میں نے سواری کیا کرنی تھی۔ ساری زندگی شیطان ہی مجھ پر سوار رہا

س : پسندیدہ گلوکار؟

ج : میں خود بہت بڑا گلوکار تھا اور اکثر اس شاموں کو قادیان کے باہر ”چھپڑ“ کے کنارے اپنی سریلی آواز میں اپنا ہی کلام گایا کرتا تھا اور آواز کی نغمی سے بے ہوش ہو جایا کرتا تھا۔ اگر آپ فرمائش کریں تو میں ابھی آپ کو اپنا کلام اپنی مترنم آواز میں سناتا ہوں جو میری کتاب ”آریہ دھرم“ کے صفحہ ۷۶، ۷۷ پر درج ہے۔

چپکے چپکے حرام کروانا

آریوں کا اصول بھاری ہے

نام اولاد کے حصول کا ہے

ساری شہوت کی بے قراری ہے

بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط

یار کی اس کو آہ و زاری ہے

دس سے کروا چکی ہے زنا لیکن
 پاک دامن ابھی بے چاری ہے
 زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں
 جس کو دیکھو وہی شکاری ہے

س : آپ سیالکوٹ کی پکھری کی ملازمت کے زمانہ میں رات کو انگریزی زبان کی میٹرن بھی پڑھا کرتے تھے، کیوں؟

ج : کیونکہ انگریزی نبی بننے کے لئے تھوڑی بہت انگریزی زبان جانتا ضروری تھا۔

س : اپنی کس چیز پر سب سے زیادہ ناز تھا؟

ج : آنکھوں پر (شرماتے ہوئے)۔

س : کون سے رنگ کی روشنی سب سے زیادہ پسند تھی؟

ج : میرا روشنیوں سے کیا تعلق، میں تو اندھیروں کا عاشق تھا اور وہ بھی گھنا پسپ۔

س : آپ کا قد؟

ج : دنیا میں تو تقریباً ساڑھے پانچ فٹ تھا لیکن یہاں پر قد ایک سا نہیں رہتا۔ چپ پست، کمر اور ٹانگوں پر زیادہ مار پڑتی ہے تو قد لمبا ہو جاتا ہے اور اگر یہی مار سر پر پڑتی شروع ہو جائے تو قد چھوٹا ہو جاتا ہے۔

س : فن گلوکاری میں آپ کا استاد کون تھا؟

ج : ”کوا“ میں نے گائیکی اور موسیقی کے سارے فنون ”کوے“ سے ہی سیکھے ہیں۔ کوا برادری سے الفت اور محبت کا یہی وہ رشتہ ہے جس کی وجہ سے آج بھی کوے میری قبر پر اکثر کائیں کرتے رہتے ہیں۔

س : آپ کے مرید مفتی صادق نے اپنی کتاب ”ذکر حبیب“ کے صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ تمہیز بھی دیکھنے گئے تھے؟

ج : ہم تمہیز دیکھنے چلے گئے تو کیا ہوا، ابھی ہم کون سے سچے نبی تھے۔

س : آپ کا پسندیدہ ایکٹر؟

ج : یہ سوال تو ایسے ہی ہے جیسے عقاب سے پوچھا جائے کہ سب سے تیز پرواز کس کی ہے۔ جناب! مجھ سے بڑا ایکٹر ماں نے کہاں جنم دیا ہو گا۔ اگر میں کریکٹر ایکٹر نہ ہوتا تو انگریز میرا انتخاب کیوں کرتے۔ میں نے سینکڑوں دعوے کیے، سینکڑوں بہروپ اختیار کیے، ہزاروں

رول ادا کیے اور ہزاروں لوگوں کو پیچھے لگایا اور میرا فن ایکٹری دیکھئے کہ آج بھی لاکھوں میری ایکٹنگ اور بہروپ کے اسیر ہیں۔ کیا اب بھی میں اس قابل نہیں کہ اپنے سینے پر ایکٹر اعظم کا تمغہ سجا سکوں۔ میرا پوتا مرزا طاہر تو اس فن میں اس عروج پر ہے کہ ہالی وڈ کے اداکار بھی اسے اپنا استاد تسلیم کرتے ہیں۔

س : آپ کا بہترین دوست؟

ج : ”حکیم نور الدین“ بہت بڑا مرید تھا۔ آج کل جہنم میں میرے ساتھ ہی ہوتا ہے اور خوب خوب جوتے کھاتا ہے، بڑا شوق تھا اسے صحابی بننے کا۔

س : آپ کی پسندیدہ زبان؟

ج : اپنے آقا کی زبان ”انگریزی“ لیکن کم بخت ساری زندگی مجھے بولنی اور لکھنی نہ آئی۔ ویسے بائی دی وے آپ نے میرے انگریزی الہامات پڑھے تو ہوں گے۔ کیسی درگت بنائی ہے میں نے انگریزی کی۔

س : پسندیدہ کھلاڑی؟

ج : ”لڑا کا بیئر“ کیونکہ مجھے بیئر بازی کا بڑا شوق تھا۔

س : آپ کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے اپنی کتاب ”سیرت الہدی“ میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک کتا پال رکھا تھا جس کا نام ”شیرد“ تھا اور وہ گھر کے دروازے کے ساتھ بندھا رہتا تھا۔ بڑا فضول شوق تھا آپ کا؟

ج : جناب ہم نے گھر میں کتا پال لیا تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑی۔ انگریز نے بھی تو ہمیں پالا تھا اور ہمارے گلے میں اسی کا پٹہ تھا۔

س : پسندیدہ خوشبو؟

ج : بھی کمال کرتے ہیں آپ بھی۔ ٹٹی خانہ میں مرنے والے کا خوشبو سے کیا تعلق!

س : پسندیدہ برتن؟

ج : ”ذاتی لوٹا“ کیونکہ وہ بھی میری طرح بے پندہ تھا۔

س : تینوں میں سب سے زیادہ کسے چاہا؟ زن، زر، زمین۔

ج : تینوں کو پھدک پھدک کر چاہا۔ اچھل اچھل کر چاہا۔ تڑپ تڑپ کر چاہا۔ کر دھ کر دھ چاہا حتیٰ کہ تینوں کے حصول کے لئے مرتد ہو گیا۔

س : زندگی کے حسین لمحات؟

ج : جب ستر سال کی عمر اور ستر بیڈیوں کی موجودگی میں نوخیز دلہن نصرت جہاں بیگم کو بیاہ کر لایا۔..... ہائے

س : زندگی میں پھوٹ پھوٹ کر کب روئے؟

ج : جب ایک نوجوان مرزا سلطان میری آسمانی منکوحہ محمدی بیگم کو میری آنکھوں کے سامنے پاکی میں بٹھا کر لے گیا۔

س : نکیہ کلام؟

ج : لعنت، لعنت، لعنت، لعنت.....

س : وہ شخصیت جو شدت سے یاد آتی ہو؟

ج : میرا فرشتہ ”مچی مچی“ جب سے مرا ہوں کبھی ملاقات کے لئے نہیں آیا۔ پتہ نہیں کہاں چلا گیا ہے کم بخت!

س : آپ کو دربار انگریز سے اچھی خاصی ماہانہ رقم آ جاتی تھی لیکن سنا ہے اس کے علاوہ آپ سائیڈ بزنس بھی کرتے تھے۔ کیا تھا وہ سائیڈ بزنس؟

ج : جھوٹی مقدمہ بازی! مجھے جھوٹے مقدمے لڑنے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ تھا جو پکھری کا کیزا، دیے بھی حکومت اپنے آقا کی تھی اور عدالت بھی اپنے آقا کی، پھر فیصلے بھی میرے حق میں ہوتے تھے۔ سمجھ گئے ناں آپ!

س : صبح اٹھتے ہی پسلا کام کون سا کرتے تھے؟

ج : پیشاب کرتا تھا

س : رات کو سوتے وقت آخری کام کون سا کرتے تھے؟

ج : پیشاب کی دھار مارتا تھا (غصہ سے)

س : آپ کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ آپ کو دن میں سو دفعہ پیشاب آتا تھا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

ج : جی ہاں! مجھے دن میں گن کر سو دفعہ پیشاب آتا تھا اور میرا آدھا دن اسی کھیل میں صرف ہو جاتا تھا۔

س : آج کل جنم میں پیشاب آنے کا کیا سکور ہے؟

ج : جنم کی تپش سے اول تو پیشاب بنتا ہی نہیں۔ کسی وقت جو تھوڑا سا بنتا ہے وہ بخارات بن کر میرے دماغ کو چڑھ جاتا ہے۔

س : سنا ہے آپ ریشمی ازار بند استعمال کرتے تھے؟ اور گھر کی ساری چابیاں ازار بند کے ساتھ

باندھ لیتے تھے اور جب چلتے تھے تو چھن چھن کی آواز آتی تھی اور یہی آواز آپ کی آمد کی اطلاع ہوتی تھی۔ کیا وجہ تھی اس کی؟

ج : پیشاب کے تابڑ توڑ حملوں کی وجہ سے مجھے بار بار لیٹرین میں بھاگنا پڑتا تھا اور اگر سوتی ازار بند استعمال کرتا تھا تو گرم گرم، تازہ تازہ پیشاب میرے کپڑوں میں نکل جاتا تھا اس لئے گرہ جلدی کھولنے کے لئے ریشمی ازار بند استعمال کرتا تھا باقی رسی چابیوں کی بات تو عرض ہے چونکہ میں خود چور تھا اس لئے مجھے گھر میں سب چور نظر آتے تھے لہذا میں گھر کے تمام صندوقوں اور الماریوں کو تالے لگا کر چابیاں ازار بند کے ساتھ پاندھ لیتا تھا اور چھن چھن تو میرا دل پسند میوزک تھا۔

س : زندگی میں سب سے زیادہ غصہ کب آیا؟

ج : جب پادری آتھم سے میری مقابلہ بازی شروع ہوئی اور چپقلش اپنے عروج پر پہنچ گئی تو ایک دن میں نے آؤ دیکھانہ تاؤ— اور بڑ ہانک دی کہ آتھم فلاں تاریخ تک مر جائے گا

پورے ہندوستان میں اس بات کی شہرت پھیل گئی اور لوگ اس تاریخ کا انتظار کرنے لگے۔ میں منہ سے بکواس تو کر چکا تھا لیکن اب پچھتا رہا تھا۔ اپنے آقا شیطان کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رویا کہ پادری آتھم کو مار دو ورنہ میں ذلیل و رسوا ہو جاؤں گا۔ سارے مرید بھاگ جائیں گے۔ دو کانداری بند ہو جائے گی اور میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ میں اور میرے اہل خانہ نے رورو کر دعائیں کیں جنتر منتر کئے لیکن بے سود! آخر میری مقرر کردہ موت کی تاریخ آپہنچی لیکن پادری آتھم زندہ رہا۔ پھر کیا تھا! عیسائیوں نے آتھم کو کندھوں پر اٹھایا، گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے، سڑکوں پر جلوس نکلا، خوشی سے بہنکڑے ڈالے، ڈھول بجائے، میرے خلاف نعرے بازی کی، لعن طعن کی، میرے نبی ہونے کا مذاق اڑایا، میری انگریزی نبوت کا منہ چڑایا، عیسائی مجھے چت کر کے ناچ رہے تھے اور میں مفرد مجرم کی طرح اپنے مکان میں دبکا بیٹھا تھا۔ مجھے اس دن اپنی زبان اور اپنی بکواس پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ میں نے عالم تنہائی میں اپنے منہ پر دونوں طرف خود ہی زناٹے دار تھپڑ سید کئے۔ پھٹے ہوئے منہ سے جھوٹی زبان نکال کر اس پر خاک ڈالی اور غصہ کی کیفیت یہ تھی کہ شاید میں اپنی ناک ہی کاٹ ڈالتا تاکہ ساری زندگی کسی کو شکل نہ دکھاتا۔

س : جسم پر کوئی شناختی نشان؟

ج : میرے سینے پر بائیں طرف دل کے عین اوپر بطخ کے اندھے کے برابر سیاہ نشان تھا

س : کوئی خواہش جس کی دل میں شدید تڑپ ہو؟

ج : کاش مجھے موت آجائے لیکن اب ایسا نہیں ہو سکتا۔

س : دنیا میں تو نوکر چاکر ہر وقت خدمت کے لئے حاضر رہتے تھے اور رات کو آپ کی پسندیدہ

ملازمہ بھانو ٹانگیں دباتی تھی۔ یہاں کون ٹانگیں دباتا ہے؟

ج : یہاں ٹانگیں دبانے والا تو کوئی نہیں البتہ ٹانگیں توڑنے والے بہت ہیں۔

س : آپ نے بڑھاپے سیلے میں جب نو دوشیزہ نصرت جہاں سے شادی رچائی تو اسے ایک سو

تو لکھ سے زائد زیور کہاں سے پہنایا؟ حالانکہ دوران ملازمت آپ کی آمدنی صرف پندرہ

روپے ماہوار تھی اور بعد میں تو بالکل نکلتے ہی رہے۔

ج : میں انگریز کالاڈلا بیٹا تھا اور نصرت جہاں انگریز کی لاڈلی بہو۔ اپنی چیتھی بہو کو اتنا زیور میرے

والدین نے ہی پہنایا تھا ورنہ میں تو لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں پہنا سکتا تھا۔

س : جسم کے کس حصہ پر سب سے زیادہ عذاب نازل ہو رہا ہے؟

ج : میری آوارہ اور لچر زبان پر، کیونکہ یہ اسلام کے خلاف بکواس کرنے میں قہنجی کی طرح چلتی

تھی آج کل جنم کی آگ سے بنی ہوئی قہنجی سے اس کے کھڑے کئے جاتے ہیں اور یہ عمل

مسلل جاری ہے

س : آپ کی شخصیت ہر پہلو اور ہر جہت سے ایک خطرناک، ہولناک زہرناک، ضرر رساں، شر

رساں، ایمان سوز اور انسانیت سوز شخصیت ہے۔ کیا آپ کی شخصیت کا کوئی فائدہ بھی

ہے؟

ج : میری شخصیت کے بہت سے فوائد بھی ہیں لیکن لوگوں کی کم علمی کہ وہ ان فوائد سے آشنا

نہیں چند فوائد پیش خدمت کرتا ہوں:

۱۔ جس مکان میں میری تصویر لگی ہو وہاں چڑیلین اور بھوت نہیں آتے کیونکہ میری شکل

دیکھتے ہی انہیں ٹھنڈے پسینے آنے لگتے ہیں اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے ہیں۔ بڑی

خوفناک اور وحشت ناک شکل ہے میری! اس قدر نحوست برس رہی ہوتی ہے اس مکان پر

کہ کبھی، مچھر، کھٹل اور چمپکلی وغیرہ بھول کر بھی اس مکان کا رخ نہیں کرتے۔

۲۔ جو شخص شیطان کی قربت چاہتا ہو اور اس مقصد کے لئے بہت سی ریاضتیں اور چلہ

کشتیاں کر چکا ہو لیکن ابھی تک وہ شیطان سے دوستی کا بندھن باندھنے میں ناکام رہا ہوا ہے چاہئے کہ صبح سویرے منہ منہ روزانہ لیٹرن میں دس منٹ کان پکڑ کر (مرعابین کر) شیطان کو تصور میں لا کر میرے نام کا ورد کرے پھر میرے نام کی تاثیر دیکھے اور مینوں میں ہونے والا کام دو چار دنوں میں مکمل، دوستی بھی ایسی نصیب ہوگی کہ شیطان چوبیس گھنٹے اس کے رگ و ریشے میں گھسا ہو گا اور دونوں کے یارانے پر چھوٹے چھوٹے شیطاں رشک کریں گے۔

۳۔ اگر کوئی شخص بیماری، مقدمات، قرض یا کسی بھی مصیبت میں مبتلا ہو، وہ خلوص دل کے ساتھ مجھ پر لعنت کرے، تھوڑی ہی دیر میں اللہ تعالیٰ اسے مشکلات سے یوں نکال لیں گے جیسے مکھن سے بال، کیونکہ مجھ پر لعنت کرنے والا اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا لگتا ہے۔

۴۔ میں اینٹیں بنانے والے بھٹوں کے مالکان کو ایک انتہائی مفید مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر ان کے بھٹے صحیح طور پر آگ نہ پکڑیں اور اینٹیں کچی نکلیں اور انہیں لاکھوں روپے کا نقصان ہو تو وہ کہیں سے میری قبر کی مٹی حاصل کریں اور بھٹے کو آگ دینے سے پہلے میری قبر کی مٹی کی چند چٹکیاں بھٹے میں پھینک دیں پھر دیکھیں کیسی زبردست آگ لگتی ہے اور کیسی عمدہ اینٹیں پک کر باہر نکلتی ہیں کیونکہ میری قبر کی مٹی کو آگ اس طرح پکڑتی ہے جس طرح بھوک بلی چوہے کو پکڑتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے مٹی دستیاب نہ ہو تو یہی کام میری تصویر سے لیا جاسکتا ہے۔

۵۔ گھر میں اگر گائے، بھینس یا بکری وغیرہ دودھ نہ دیتی ہوں تو چپکے سے ان کے کان میں کہہ دیں کہ اگر تم نے دودھ نہ دیا تو تمہارے گلے میں مرزا قادیانی کی تصویر ڈالی جائے گی۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ تھرا اٹھیں گی اور فوراً دودھ دینے لگیں گی۔

س : آپ کی تصویر تو بہت کار آمد چیز ہوئی۔ برائے مہربانی یہ بتادیں کہ آپ کی تصویر کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے؟

ج : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نکلانہ صاحب شمع ختم نبوت کے پروانوں کی جماعت ہے۔ مجھ جیسے سادق ختم نبوت کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے اور میری منحوس ”بو تھی“ عوام الناس کو دکھانے کے لئے مجلس نے لاکھوں کی تعداد میں میری تصویر جوتوں کا حاشیہ لگا کر شائع کی ہے اور پاکستان اور بیرون پاکستان تقسیم کی ہے۔ میرے یہ ازلی وابدی دشمن ہمیشہ اپنے شاگ میں میری تصویر کی ایک بڑی تعداد محفوظ رکھتے ہیں۔ آپ آج ہی خط لکھ کر تصویر منگوا

سکتے ہیں اور اپنے کام سنوار سکتے ہیں۔ ضرورت مند پتہ نوٹ فرمائیں۔

متین خالد، دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، نسیم منزل، ریلوے روڈ، ننکانہ صاحب، ضلع شیخوپورہ۔

س : سنا ہے آپ جوتے کا دایاں پاؤں بائیں پاؤں میں اور بایاں پاؤں دائیں میں ڈال لیا کرتے تھے۔ قمیص کا نیچے والا بٹن اوپر والے کالج میں اور اوپر والا بٹن نیچے والے کالج میں بند کیا کرتے تھے، جب سر کو تیل لگاتے تھے تو ہاتھوں پر جو تیل لگا رہا تھا وہ تیل بھرے ہاتھ واسکٹ پر یا قمیص پر مل لیتے تھے۔ ان احقنہ حرکات کی کیا وجہ تھی؟

ج : دراصل مجھے ایام لڑکپن سے ایفون کھانے کی عادت تھی اور یہ سارے کمالات ایفون ہی کے تھے۔

س : آپ شرافت کے اس زمانے میں ایفون کھاتے تھے اور شراب پیتے تھے۔ اگر اس دور میں ہوتے تو کیا ہیروئن نہ پیتے بلکہ بیچتے؟

ج : دیکھئے زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کریں ورنہ میں انٹرویو بند کر دوں گا۔

س : زندگی میں اگر ایک دن کی بادشاہت مل جاتی تو؟

ج : سارے مسلمانوں کو مرتد قرار دے کر قتل کروا دیتا۔

س : آپ کی جماعت کو سب سے زیادہ نقصان کس نے پہنچایا؟

ج : پیر مر علی شاہ گولڑی، سید انور شاہ کشمیری، محمد حسین بنالوی، شالہ امرتسری، پیر جماعت

علی شاہ، محمد علی مونگیری وغیرہ نے پوری قوت سے میری مذمت و مرمت کی۔ تحریر و تقریر

کے میدان میں مجھے زچ کیا۔ پورے عالم اسلام کو میری شرانگیزیوں سے آگاہ کیا اور میرے

فتنہ ارتداد کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور لاکھوں لوگوں کو

دریائے ارتداد کے کالے پانی میں بہہ جانے سے بچالیا۔ لیکن وہ شخص جو ایک طوفان بن

کر اٹھا اور جس نے میری جماعت کی کمر توڑ دی اور گردن مروڑ دی۔ اس مرد

آہن کا نام سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھا۔ وہ بڑا بہادر، دلیر اور دلاور تھا۔ آتش

بیاں مقرر تھا، ساری ساری رات اپنی خطابت کا رنگ جماتا اور لوگ فجر کی نماز تک اسے

جھوم جھوم کر سنتے۔ اپنے نبیؐ کی محبت میں فنا تھا۔ میرے آقا انگریز اور میرے فتنہ کے

لئے دو دھاری خنجر تھا۔ لاکھوں کے مجمع میں میری نبوت کا مذاق اڑاتا۔ میرے دجل و

فریب کے پردے چاک کرتا اور لوگوں کو میرے برپا کردہ فتنہ ارتداد کے خلاف جہاد کے

لئے گرماتا۔ میرا تعاقب کرتے کرتے ہزاروں پھرے ہوئے مسلمانوں کو لے کر میرے شہر

قادیان میں آپہنچا۔ تاریخی جلسہ ہوا اور ایسی غضب کی تقریر کی کہ میرا دل قبر میں کانپ کانپ گیا اور ہڈیاں چٹخ چٹخ گئیں۔ بعد میں اس مرد مسلمان نے پاکستان میں میری جماعت کی امدادی سرگرمیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قائم کی اور اس کی شاخوں کو پوری دنیا میں پھیلایا۔ آج یہی مجلس پورے عالم میں مرزائیت کو ذلت کی خاک چٹوا رہی ہے اور آج کے دور میں منظور احمد چنیوٹی، اللہ وسایا، اکرم طوفانی اور حاجی عبدالحمید رحمانی سے بڑا تنگ ہوں۔

س : مرتے وقت زبان پر کیا الفاظ تھے؟

ج : دھڑا دھڑکالیاں بک رہا تھا۔

س : جب فرشتہ اجل کو سامنے پایا تو کیا کیفیت تھی؟

ج : سپرنگ کی طرح لرز رہا تھا۔ جسم برف کے مانند ٹھنڈا ہو گیا اور مارے خوف کے کپڑوں میں پیشاب نکل گیا۔

س : جب جسم سے روح نکلی جا رہی تھی اس وقت کیا حالت تھی؟

ج : وہی جو شرک کے ہمراہ تے کچلے ہوئے مینڈک کی ہوتی ہے۔ ویسے روح نکالتے ہوئے بڑا غضبناک تھا فرشتہ اجل!

س : جب موت کا فرشتہ اتنا غضبناک ہو کر آپ کو اس بری طرح ادھیڑا اور بکھیر رہا تھا تو اس وقت آپ کے فرشتے لمبی لمبی، موہن لعل، درشنی، رانی وغیرہ آپ کی مدد کے لئے کیوں نہ آئے؟

ج : بھی نقلی چیز اصلی چیز کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے۔ جہاں جھوٹے نبی کا اتنی بری طرح ریاناڈ لیا جا رہا تھا وہاں شیطان فرشتوں کی کیسی ”جھڑول“ ہوتی! اندازہ تو کریں آپ!

س : کیا یہ صحیح ہے کہ آپ مٹی خانہ میں مرے؟

ج : بڑا مشکل سوال کیا ہے آپ نے، جنم میں مجھ سے لاکھوں جنمیوں نے بھی یہ سوال پوچھا لیکن میں جموٹ بول گیا یا اثر خا گیا لیکن آپ سے سچ بولنے کا وعدہ کر رکھا ہے اس لئے آپ کو صاف صاف بتائے دیتا ہوں کہ یہ صحیح ہے کہ میں مٹی خانے میں مرا تھا۔

س : آپ کی نرالی شخصیت کی نرالی موت ایک نرالے مقام پر ہوئی۔ تاریخ انسانیت کی اس نایاب بصورت کا واقعہ ذرا تفصیل سے بتائیے؟

ج : میں لاہور میں براہِ رتھ روڈ پر اپنے ایک بے وقوف مرید کے ہاں مقیم تھا اور اس کے گھر اور جیب کا صفایا کر رہا تھا۔ رات کو اس کے بہترین اور پر تکلف کھانے پر خوب ہاتھ صاف

کیا اور پیٹ کا جنم بھرا لیکن بد بھمی ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ایک لمبا چوڑا دست آیا اور اس کے ساتھ دستوں کی یلغار شروع ہو گئی۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ۔ سات۔ دست کیا تھے، زندگی اور موت کی دست بدست لڑائی تھی، رفع حاجت کے لئے دو تین دفعہ تو اٹھ کر لیٹرن گیا۔ لیکن دستوں کی بو چھاڑ کی وجہ سے میں لیٹرن جانے سے دست کش ہو گیا، کمزوری اور نحیفی اس حد تک بڑھی کہ میری چار پائی کے پاس ہی اینٹیں رکھ کر لیٹرن بنادی گئی۔ دستوں کی وجہ سے کمرے کا سارا فرش غلاطت سے بھر گیا۔ پھر مجھے مرض الموت کا آخری دست آیا اور میں چکر کھا کر اسی لیٹرن کے اوپر اوندھے منہ گرا، میرا منہ ہاتھ پاؤں اور کپڑے غلاطت سے بھر گئے اور اسی حالت میں جنم روانہ ہو گیا۔

س : سنا ہے موت کے بعد آپ کے منہ سے پاخانہ بہ رہا تھا۔ اور بار بار صاف کرنے کے باوجود اس کی روانی میں کوئی فرق نہیں آ رہا تھا؟

ج : آپ نے درست سنا موت کے بعد میرے منہ سے پاخانہ رواں تھا اور اسی غلاطت سے میرا کفن بھی تر ہو رہا تھا۔ مقعد سے بھی غلاطت کا سلسلہ جاری تھا اور اس قدر بدبو آ رہی تھی کہ مجھ جیسے متعفن شخص کا بھی دماغ پھٹا جا رہا تھا لیکن عقل کے اندھے اور الٹی کھوپڑی کے میرے مرید دیوانہ وار میرا منہ چوم رہے تھے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ اٹھ کر ان پاگلوں کے چروں پر زنائے دار تھپڑ رسید کروں اور ان کے دماغوں پر جوتے مار کر کہوں کہ بے وقوفو! رب ذوالجلال نے مجھے نئی خانہ میں مار کر اور میرے منہ سے غلاطت بہا کر تمہیں میرے بھلیک انجام سے آگاہ کر دیا۔ یہ تم پر قدرت کی طرف سے ایک احسان عظیم ہے کہ اس نے تمہاری آنکھیں کھولنے کے لئے میری عبرت ناک موت کا منظر تمہیں دکھایا۔ تاکہ تم حق و باطل میں تمیز کر سکو لیکن جمالت کی پٹی آنکھوں پر باندھے ہوئے میرے مرید مجھے پھر بھی نبی نبی کہہ رہے تھے لعنت ایسے دماغوں پر، تف ایسی سوچوں پر!

س : جنازے کا جلوس کیسے روانہ ہوا؟

ج : میں لاہور آیا تھا تو ایک مرید کے گھر پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے، لیکن کیا خبر تھی کہ اسی منحوس مرید کے گھر میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔ میری جماعت نے مجھے لاہور میں دفن کرنے کی بجائے قادیان لے جا کر دفن کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ اگر اس ”سوئے کی چڑیا“ کو لاہور میں دفن کیا گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اسے پیوند خاک کر کے

آئیں اور رات کو کوئی منچلا قبر اکھاڑ کر اور بدبو دار لاشہ نکل کر چوک بھائی گیٹ کے باہر گلے میں رسی ڈال کر لٹکا دے اور پورے ہندوستان سے عوام کے ٹھنڈے ٹھنڈے میرے عبرت نام انجام کو دیکھنے آئیں اور مستقبل میں جموٹی نبوت کا سارا کاروبار تباہ و برباد ہو جائے۔ لہذا قادیان پہنچانے کے لئے میرا جنازہ تیار ہوا۔ پولیس کے حصار میں میرے جنازے نے آہستہ آہستہ سرکنا شروع کیا۔ ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ ایک مکان کی چھت سے کسی نے غلاطت سے بھرا ہوا نوکر میرے اوپر پھینک دیا۔ پھر کوڑے کرکٹ سے بھری ہوئی ایک کڑا ہی ”ٹھاہ“ کر کے آئی۔ اس کے ساتھ ہی مختلف مکانوں سے کوڑے کرکٹ کی برسات لگ گئی۔ برانڈر تھ روڈ سے لاہور ریلوے سٹیشن تک ایسی تاریخی کوڑا پاشی ہوئی کہ ہندو آتش بازی بھول گئے۔ میری حفاظت کے لئے آئے ہوئے انگریزی سپاہی غلاطت میں لت پت ہو گئے اور ان کا انگریزی نبی تو غلاطت میں ڈوب ہی گیا۔ بڑے عاشق رسول ہیں یہ لاہوریئے، بڑے فدائے فتم نبوت ہیں یہ لاہوریئے! جموٹے نبی کے ساتھ یہ رسوا کن اور تاریخی سلوک کر کے اپنے سچے نبیؐ سے محبت کا حق ادا کر دیا اور عشق و وفا کا ایک روشن باب رقم کر دیا۔ مجھے ہل گاڑی میں بک کر دار قادیان لے جایا گیا جہاں میرا نام نہاد جنازہ ہوا، جس میں چودہ آدمیوں نے شرکت کی۔ پھر قادیان کے خیر کو قادیان کی مٹی میں گاڑ دیا گیا۔

س : قبر میں فرشتوں سے کیا گفتگو ہوئی؟

ج : مجھے قبر میں لٹا کر اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ قبر میں گھپ اندھیرا ہو گیا۔ اندھیرے کی وحشت سے دل کانپ رہا تھا۔ اور اپنی ہی بدبو سے دم گھٹ رہا تھا کہ مجھے روشنی اور فرشتے آتے دکھائی دیئے، ان کی آنکھوں سے تیز شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اور ہاتھوں میں بڑے بڑے گرز تھے۔ میرے منہ سے پاخانے کی غلاطت بہتے ہوئے دیکھ کر فرشتے کچھ چونک گئے شاید انہوں نے پہلی مرتبہ اس قسم کا مردہ دیکھا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر انہوں نے میرا بغور جائزہ لیا۔ پھر ایک فرشتے نے سوال کیا تیرا رب کون ہے؟ میں نے جواب دیا میں خود رب ہوں (آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے خدائی کا دعویٰ بھی کیا تھا) ادھر میں نے یہ جواب دیا ادھر ایک زور دار گرز میری کھوپڑی پہ پڑا۔ پھر گرزوں کی بارش شروع ہو گئی۔ چند منٹ میں بجلی کی سرعت سے مجھ پر لاکھوں گرز برس گئے۔ اور میرا وجود دھنی ہوئی روٹی کی طرح بکھر کے رہ گیا۔

س : وادی جنم میں کیسے پہنچے؟

ج : جب میں وادی جنم کی طرف عازم سفر ہوا تو جنم کے کچھ فاصلے پر مجھے روک کر میرے محلے میں لاکھوں سن وزنی لغتوں کا طوق ڈالا گیا اور سر پر لوہے کی بھاری ٹوپی رکھی گئی جس پر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا ”مرتدا عظم“ جب میں جنم کے مین گیٹ کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا ہجوم میرے استقبال کے لئے کھڑا ہے۔ سب سے پہلے میرے ابا جان ”مسلمہ کذاب“ آگے بڑھے اور انہوں نے مجھے سینے سے لگایا، منہ چوما، سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا بیٹا! کمال کر آئے ہو تم نے تو ہمارے بھی کان کتر دیئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ دھنسی آنکھوں، پچکے گالوں، موٹے موٹے سیاہ ہونٹوں، بالوں کے بغیر سر، جنم کی آگ میں جھلسی ہوئی جلد، ہاتھی جیسے کانوں، لومڑی جیسی ٹانگوں اور گیدڑ جیسی ناک والا ایک شخص مجھے بڑے جذبہ اشتیاق کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ میں نے ابا جان سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ ابا جان حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ بیٹا تم نے انہیں پہچانا ہی نہیں، یہ تمہارے دادا جان ”اسود عسی“ ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے امت مسلمہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے جھوٹی نبوت کا پھانک کھولا تھا۔ بیٹا! تم جو کچھ بھی ہو انہیں کے طفیل ہو۔ ویسے پہلے یہ ٹھیک ٹھاک ہوتے تھے۔ آج کل جنم کے ”خاص جوتے“ کھا کھا کر یہ حالت ہو گئی ہے ان کی۔

پھر میں آگے بڑھا اور دادا جان کی قدم بوسی کرنا چاہی لیکن دادا جان نے کمال پھرتی سے میرے قدم چوم لئے اور پھر کہنے لگے کہ بیٹا! تم عمر میں تو مجھ سے چھوٹے ہو لیکن شیطانی رتبے میں بڑے ہو۔ یقین کرنا تم میرے سمیت سارے جھوٹے نبیوں کے امام ہو۔ شیطانی پرواز میں جن بلندیوں پر تم پہنچے ہو، ہم سب مل کر تصور میں بھی وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ پھر فرعون، نمرود، شداد، ہامان، ابو جہل، ابولسب، ولید بن مغیرہ، ابن سبا، شمر وغیرہ سے میرا تعارف کروایا گیا۔ سب بڑے مودب اور آنکھیں جھکا کر ملے۔ پھر ابا جان نے مجھ سے کہا کہ جلدی کرو بیٹا اندرون جنم کروڑوں جنمی بڑی شدت سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ وہاں تمہیں ایک جلسہ عام سے خطاب کرنا ہے، اور اس کے بعد ”ہادیہ“ میں تمہیں ایک تاریخی پریس کانفرنس بھی کرنا ہے۔ پھر مجھے جنم کے کنارے کھڑا کیا گیا۔ ایک فرشتہ دور سے بھاگتا ہوا آیا اور اس نے مجھے فٹ بال سمجھ کر پوری قوت

سے میری ”پشت“ پر کلک لگائی۔ اور میں ہوا میں قلابازیاں کھاتا ہوا جہنم کے کنویں میں جاگرا۔ چنگھاڑتی ہوئی آگ میری طرف یوں لپکی جیسے بھوکا شیر تازہ گوشت کی طرف لپکتا ہے۔ آگ کے شعلوں نے مجھے اپنی حرّاست میں جکڑ لیا اور چند سیکنڈ میں روٹ کر کے رکھ دیا۔

س : جہنم میں جوتے کھانے کا کتنا کوڈ آپ کے لئے مقرر ہے؟
ج : میں اکثر اپنے جسم پر برسنے والے جوتوں کو بڑی برق رفتاری سے گنتا رہتا ہوں۔ گنتے گنتے کتنی ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن کم بخت جوتے ختم نہیں ہوتے۔

س : دنیا میں تو آپ مرغ، قورمہ، زردہ، پلاؤ، بادام، یاقوتیاں اور پرندوں کا گوشت بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ اور اوپر سے پلو مرکی شراب پیتے تھے۔ یہاں کھانے پینے کا کیا انتظام ہے؟

ج : ہائے کیا سمانا زمانہ یاد کرا دیا آپ نے کہ دوزخ کی آگ میں جلتی ہوئی زبان پر بھی پانی آگیا۔ یہاں کھانے کے لئے لیک کاتنوں سے بھرا ہوا پھل ملتا ہے جو طاق میں جا کر انک جاتا ہے۔ جب درد سے بلبلانے لگتا ہوں تو پیپ اکھوٹا ہوا پانی نوش کرنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

س : دنیا میں تو آپ بیش قیمت لباس پہنا کرتے تھے۔ مریدین عمدہ عمدہ کوٹ اور واسکین سلوا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ آج کل جہنم میں کون سا لباس زیب تن کرتے ہیں؟

ج : یہاں پر میں نگاہی ہوتا ہوں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ جب ایک کھال جل جلتی ہے تو دوسری مل جاتی ہے۔

س : آپ ہمیشہ بیمار رہتے تھے۔ سینکڑوں بیماریوں نے ساری زندگی آپ کو جکڑے رکھا۔ آج کل صحت کیسی ہے؟

ج : دنیا میں تو میں دائمی مریض تھا۔ لیکن پہلی مرتبہ جب مجھے جہنم میں پھینکا گیا تو آتش جہنم کی زبردست تپش سے ساری بیماریوں کے جراثیم جل کر مر گئے اور میں تندرست ہو گیا۔ ویسے بھی جہنم میں جوتے کھانے کے لئے ”میڈیکل فٹ“ ہونا ضروری ہے

س : شنید ہے کہ آپ کی آنکھیں چھوٹی بڑی تھیں، یعنی ایک آنکھ کا بلب ۱۰۰ واٹ کا اور دوسری کا بلب ۲۵ واٹ کا تھا۔ لوگ آپ کو چھیڑتے تھے اور ”گاماں کانا“ ”ڈیڑھ اکھا“

اور ”یک چشم گل“ کے آوازے کستے تھے آج کل آنکھوں کا کیا حال ہے؟

ج : میری آنکھوں کی بابت آپ نے درست سنا۔ جب مجھے سوئے دوزخ لے جایا جلد ہاتھ تو مین گیٹ پر مجھے روک کر زمین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کو کہا گیا۔ میں فوراً بیٹھ گیا اور سمجھا کہ شاید دوزخ میں گرانے سے قبل مجھے کھانا کھلایا جائے گا۔ لیکن اچانک ایک فرشتہ نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں میرے قد کے برابر ”چھتر“ تھا اور اس پر موٹے حروف سے لکھا تھا ”جی آیائے نوں“ ایک فرشتے نے میرا سر پکڑا اور دوسرے نے سر کے عین مرکز میں ترانخ سے ”چھتر“ جما دیا۔ میرے سر کے سارے پرزے ہل گئے اور آنکھوں کے خولوں میں پتلیاں ناچنے لگیں۔ پھر جب چند منٹ کے بعد میں نے آنکھیں کھولیں تو دونوں آنکھوں کا ساز برابر تھا۔ چھتر کی فولادی ضرب نے دونوں آنکھوں کی ”کان“ نکال دی تھی۔ جنم میں آنے کے کچھ عرصہ بعد میں نے اپنی آنکھوں کی درستگی کے راز کو پایا کہ میری دونوں آنکھیں اس لئے ٹھیک کی گئی ہیں تاکہ میں دونوں آنکھوں سے عبرت گاہ جنم کو دیکھوں ورنہ سوا یا ڈیڑھ آنکھ سے سارے ہولناک مناظر اس طریقہ سے نہ دیکھ سکتا جس طریق سے اب ”مستفید“ ہو رہا ہوں۔ چلو جنم میں آنے سے جہاں کروڑوں نقصانات ہوئے ہیں وہاں ایک فائدہ یہ تو ہوا ہے کہ اب میں کانا نہیں اور کوئی مالی کالال مجھے ”گلاں کانا“ نہیں کہہ سکتا (فخر سے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے)

س : آپ گلیاں بہت بکتے تھے۔ آپ کی کتابیں گلیوں سے بھری پڑی ہیں، حتیٰ کہ اولیائے کرام اور انبیائے کرام بھی آپ کی زبان زہر افشاں سے محفوظ نہیں۔ کیا گلیاں بکنے کا یہ سلسلہ جنم میں بھی جاری ہے؟

ج : میرا دل گلیوں کا خزانہ اور میرا دماغ مغفلت کا دھینہ تھا۔ پنجابی، اردو، فارسی، اور عربی کی لاکھوں گلیاں مجھے ازبر تھیں، جنہیں میں بوقت ضرورت بڑی مہلت سے استعمال کرتا تھا۔ میری زبان گلیوں کے ”برسٹ“ ملتی تھی۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں سینکڑوں گلیوں کا موجد بھی ہوں۔ باقی رہا آپ کے سوال کا دوسرا حصہ تو سنئے گلیوں کا سلسلہ جنم میں بھی اپنے پورے لوازمات سمیت پوری شدت سے جاری ہے۔ اکثر حکیم نور الدین دوزخ کی آگ میں چلتا ہوا مجھ پر گلیوں کی بوچھاڑ کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے نبوت کا ڈھونگ رہا کر ہلا ستیا نہیں کر دیا۔ جواباً میں اس سے دو گنا منہ کھول کر اور دو گنی لمبی زبان نکال کر گلیوں کی جوابی فائرنگ کرتا ہوا کہتا ہوں۔ او کذاب! تو ہی

وہ مردود ہے جس نے مجھے دعویٰ نبوت کے لئے اکسایا۔ جھوٹی نبوت کا سبق پڑھایا، انگریز سے ملوایا، دین و ملت کا عدار بنایا اور اب جنم میں پہنچایا۔ بتاتو نے مجھے ڈبویا یا میں نے تجھے! اس کے بعد گالیوں کی شدت اپنے نقطہ عروج کو پہنچ جاتی ہے۔ آگ کے شعلوں پر تیرتے ہوئے جب میری جماعت کے لوگ میرے قریب سے گزرتے ہیں تو غصہ میں پھنکارتے ہوئے کہتے ہیں۔ لعنت ہے تیرے دعویٰ نبوت پر۔ میں انہیں دھتکارتا ہوا کہتا ہوں کروڑ لعنت ہے تم پر تصدیق دعویٰ نبوت کرنے پر۔ وہ کہتے ہیں لعنت ہے تیرے نبی ہونے پر۔ میں کہتا ہوں لعنت ہے تمہارے امتی ہونے پر۔ پھر گالیوں کا ایسا مشاعرہ گرم ہوتا ہے کہ جنم ہماری گالیوں سے گونجنے لگتا ہے۔ آخر اہل جنم کی پر زور شکایت پر ہمیں گرز مار مار کر خاموش کرایا جاتا ہے۔ پھر بھی سب سے بعد میں چپ میں ہی ہوتا ہوں۔ ٹھہرا جو سب کا استاد۔

س : آج کل جو قادیانی جنم میں آرہے ہیں، کیا آپ سے ان کی ملاقات ہوتی ہے؟

ج : جی ہاں! ملاقات ضرور ہوتی ہے۔ پچھلے دنوں پاکستان کے سابق وزیر خدجہ سر ظفر اللہ، میری بیٹی امۃ الحفیظہ، اور اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندہ نسیم احمد، شیراز فیکٹری کا مالک چوہدری شاہنواز وغیرہ تشریف لائے۔ ان سے تفصیلی ملاقات ہوئی اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال ہوا جو ماں بہن کی گالیوں پر ختم ہوا۔

س : آپ کو کیسے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی امت کا فلاں فرد جنم میں آگیا ہے۔ کیا سراہ ملاقات ہوتی ہے یا باقاعدہ انتظام و اہتمام ہے؟

ج : جب میرا کوئی امتی جنم میں آتا ہے تو اسے مین گیٹ پر روک لیا جاتا ہے۔ پھر مجھے اس کی

آمد کی اطلاع کی جاتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ فوراً مین گیٹ پر پہنچو۔ میں فوراً پہنچ جاتا ہوں۔ حکم ہوتا ہے کہ اسے کندھوں پر اٹھاؤ اور جنم میں فلاں مقام پر چھوڑ کر آؤ۔ میں اس ظالم کو اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھاتا ہوں اور ہانپتا، کانپتا، لڑکھاتا، بزدلانا اسے اس کی سیٹ پر چھوڑ کر آتا ہوں کہ چند منٹ بعد دوبارہ بلا لیا جاتا ہوں کہ اور مسمان آیا ہے۔ اسے پہنچا کر سانس ہی لیتا ہوں کہ اطلاع آتی ہے کہ اپنی آمدنی کا دس فی صد حصہ دینے والا بھشتی مقبرے کا مریبان آیا ہے۔ یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اور میرے پاؤں پتھر کے اور میری ٹانگوں کی نیس پھول کر سائیکل کی بیس کی طرح ہو جاتی ہیں۔ اکثر ظالم جنم کی آگ کے خوف سے چیخیں مارے ہوئے مجھ پر پیشاپ کر دیتے ہیں۔ تین تین چار چار

من کے موٹے موٹے پیڑوں والے قادیانی مجھ پر سواری کرتے ہیں اور میں واحد بد قسمت سواری ہوں جس کا کوئی کرایہ نہیں۔ شاید اللہ نے مجھ پر یہ عذاب نازل کر رکھا ہے کہ اپنے فتنہ ارتداد سے گمراہ کردہ لوگوں کا بوجھ ان کے گناہوں سمیت اپنے کندھوں پر ہی اٹھاؤں۔ بعض مہینوں میں میری امت کے افراد کی آمد بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ مہینے میرے لئے بہت سخت ہوتے ہیں۔ ویسے ایک بات تو ہے کہ میرے امتی جائیں بھی تو کہاں، جہنم ہی میں تو آتا ہے۔ جنت کے دروازے تو ختم نبوت کے منکرین کے لئے بند ہیں۔

س : کیا نصرت جہاں بیگم سے جہنم میں ملاقات ہوتی ہے؟

ج : ہاں اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ سارے بچوں کو ساتھ لے کر آتی ہے۔ بچے رو رو کر کہتے ہیں کاش تو ہمارا ابا نہ ہوتا۔ نصرت جہاں بیگم چنتی ہے کہ کاش تو میرا خاوند نہ ہوتا۔ کاش تو پیدا نہ ہوتا۔ تیرے جہنم لینے سے لاکھوں لوگ جہنم کے سفاک جہڑوں میں کسے ہوئے ہیں اور کسے جا رہے ہیں۔ اے فریبی! تو خود کو نبی کہتا تھا۔ مجھے ام المؤمنین کہتا تھا اور بچوں کو اہل بیت کا نام دیتا تھا۔ اور اب سب کو لے کر جہنم میں بیٹھا ہوا ہے۔ لعنت ہے تیری شخصیت پر۔ میرا سر میرا ناصر نواب چنتا پینتا میرے پاس آتا ہے اور مجھے گردن سے پکڑ لیتا ہے۔ اور گلا پھارتا ہوا کہتا ہے او و جال! مجھے کیا معلوم تھا کہ میرے گھر میں سرا سجا کر آنے والا بڑھا دو لہا کل جہنم کا بھی دو لہا ہو گا۔ اور میں بد قسمت اس کا باراتی۔ کائنات میں نہ تجھ سا کوئی منحوس دلاؤ ہو گا اور نہ مجھ سا بختوں کا مارا سر!

س : بچوں میں سب سے زیادہ پیار کس سے تھا؟

ج : مرزا بشیر الدین سے۔ کیونکہ بچپن سے ہی اس سے ایسی نشانیاں آشکارا ہوتی تھیں۔ جس سے میں بہت خوش تھا کہ یہ میرا جانشین ہو گا۔

○ چار سال کی عمر تک بستر پر پیشاب کرتا رہا اور دس سال کی عمر تک کھڑا ہو کر پیشاب کرتا رہا اور پھر میرا خلیفہ بن کر بھی۔

○ مار پیٹ کے بلو جود اکثر ننگا پھرتا رہتا تھا، اور بے تحاشا گالیاں بکتا تھا۔

○ عجیب و غریب شکلیں بنا لیتا اور مختلف جانوروں کی بولیاں بول لیتا تھا۔

○ اکثر مجھ ایسے چور کے بھی پیسے چرا کر لے جاتا۔

○ جھوٹ اس انداز سے بولتا کہ میں بھی سچ سمجھتا۔

○ دبے پاؤں آتا اور میری شراب کی بوتل سے شراب پی جاتا۔

○ ہنسنے ہنسنے اچھلک زار و قطار رونے لگتا اور روتا روتا اچھلک ہنسنے لگتا اور پھر فخر سے کتا کی سانپنہ

ہوں پایا جان! میں اس سے از حد خوش تھا کیونکہ یہی وہ لوصاف تھے جو میرے ہر غلیفہ میں پائے

جانے ضروری ہیں۔ تزلخ تزلخ جوتے پڑ رہے ہیں لب پھلے کو!

س : کیا کسی بچے سے نفرت بھی تھی؟

ج : جی ہاں! مجھے اپنے بیٹے مرزا فضل سے شدید نفرت تھی کیونکہ وہ مجھے نئی نہیں ملتا تھا۔ مجھے صاف

کستا کہ ابا جموٹی نبوت کا ڈرامہ بند کر دے۔ خدا کا خوف کر، سدری رات گھوڑے بچ کر سویا رہتا

ہے اور صبح اٹھ کر لوگوں سے کستا ہے کہ آج رات مجھ پر فلاں فلاں وحی آئی ہے۔ میں اس کی پٹلی

کرتا لیکن وہ باز نہ آتا۔ پھر وہ ایام جوانی میں مر گیا لیکن مجھے اس پر اتنا غصہ تھا کہ میں نے اس کی

نماز جنازہ بھی نہ پڑھی اور شاید یہ اس کی خوشی قسمتی تھی کہ مجھ ایسا مرتد اعظم اس کی نماز جنازہ میں

شرکت نہ کر سکا۔

س : کبھی اپنی حسین و جمیل آنکھوں میں سرمہ بھی ڈالتے تھے؟

ج : بھئی میرا آپ کا مذاق نہیں ہے۔

س : سنا ہے آپ نے بڑھاپے میں اپنی رشتہ دار لڑکی محمدی بیگم سے بوڑھا عشق بھی فرمایا تھا اور شادی کے

لئے بھی بہت ہاتھ پاؤں مارے تھے۔ چند الفاظ اس عشق ناکام کے بدے میں؟

ج : نہ چھیڑ میرے زخموں کو بہت رسوائی پائی ہے میں نے

محمدی بیگم کے عشق میں ذلت کی ٹوکری اٹھائی ہے میں نے

ہائے مرزا سلطان لے گیا میری آسمانی منکوحہ کو

بہت چیخا، بہت تڑپا، بہت دی دہائی ہے میں نے

س : امت مسلمہ کے پیران کرام، مشائخ عظام، خطباء، ادباء، علماء، صوفیا، شعراء اور ختم نبوت کے

لاکھوں پروانوں نے آپ کے برپا کردہ قننہ کو مٹانے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور صرف

کر دیں، تاریخی تحریکیں چلائیں، جانوں کے نذرانے پیش کیے اور زندانوں کو آباد کیا لیکن کیا وجہ

ہے کہ اس سخت جدوجہد کے باوجود آپ کا قننہ ابھی تک زندہ ہے؟

ج : دشمن کو شکست دینے کے لئے اس کی طاقت کو تقسیم کرنے اور اس کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا ایک

اہم جنگی حکمت عملی ہے۔ ہم نے اس منہج پر خوب کام کیا ہے اور فرقہ پرستی کی تلوار سے آپ کی صفوں

کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ فرقہ پرستی کی دباؤ کو پھیلانے اور مزید پھیلانے کے لئے ہمارا

کروڑوں روپے کا بجٹ سلائے منظور ہوتا ہے جس سے امت مسلمہ آپس میں خوب دست و گریب ہوتی ہے۔ اور ہم ان کی آپس کی سر پھٹول دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے کچھ عداوتوں کو ساتھ ملانا ضروری ہے آپ کے کتنے صحافی ہیں جو ہمارے وطن پر خوار ہیں۔ آپ کے کتنے شاعر ہیں جو ہمارے دست و پاؤں کے خوشہ چیں ہیں۔ آپ کے کتنے سیاست دان ہیں جنہیں انکیشن ہم لڑاتے ہیں۔ کتنی لادین سیاسی جماعتیں ہیں جن کی جھولی میں ہماری عطا کردہ دولت ہوتی ہے اور جیب میں ہمارا عطا کردہ ہدایت نامہ ہوتا ہے۔ اور پھر جب کبھی پاکستان میں ہمارے خلاف کوئی آواز اٹھتی ہے تو یہی طبقہ ہمارے حق میں آواز اٹھاتا ہے اور آپ کی آواز کو دباتا ہے۔ یہ لوگ جو کچھ ہمارے لئے کرتے ہیں ہم خود اپنے لئے نہیں کر سکتے۔ یہی لوگ ہمارے لیے یہی لوگ ہماری زندگی ہیں اور یہی لوگ ہماری جماعت کی روح ہیں۔

علاوہ ازیں ہمارے زندہ رہنے کے چند مندرجہ ذیل عوامل ہیں:

مسلمان حکمرانوں کی بے حس و بے حسیتی۔

دین سے بے بہرہ لوگوں کا اعلیٰ عہدوں پر تعینات ہونا۔

عوام کی کثیر تعداد کا قہر قائم نہ ہونا۔

کلیدی اور حساس عہدوں پر قادیانی افسران کا قبضہ اور ان کے وسیع اختیارات۔

صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی، سینٹ اور حکومت کے خفیہ اداروں میں ہمارے آدمیوں کی موجودگی۔

یسود، ہنود اور نصاریٰ سے گہرے تعلقات اور ان کی سرپرستی۔

بین الاقوامی صحافت پر ہمارا اثر و نفوذ۔

دونوں سپر پاورز کا ایجنٹ ہونا۔

دنیا کی انسانی حقوق کی محافظ نام نہاد تنظیموں کا ہمارے لئے واہل کرنا اور دنیا میں ہمیں مظلوم ثابت کرنا۔

س : ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کے بھرپور مطالبہ پر پاکستان کی قومی اسمبلی نے آپ کو کافر قرار دے دیا۔ کیا آپ کی جماعت پر اس فیصلہ کا کوئی اثر پڑا؟

ج : ملت اسلامیہ اس فیصلہ پر پھولے نہیں سلاتی تھی، لیکن یہ فیصلہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ یہ فیصلہ ایک خانہ پری ہے اور ہم اسے ایک عام تحریر سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ آج یہ فیصلہ ہوئے سولہ سال بیت گئے لیکن آپ دیکھیں کہ اس فیصلہ نے کس حد تک ہمیں بیڑیاں

پہنائیں۔ آج آپ کے سامنے ہم خود کو دھڑلے سے مسلمان لکھتے ہیں، مسلمانوں ایسے نام رکھتے ہیں، کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں، ہمارے جرائد و رسائل و اخبارات شائع ہو رہے ہیں، میری نبوت کا لٹریچر دھڑا دھڑا چھپ رہا ہے۔ آج بھی مجھے نبی اور رسول، میری بیوی کو ام المومنین، میرے ساتھیوں کو صحابہ کما اور ملکہا جا رہا ہے، ملک کی کلیدی اور حساس آسامیوں پر ہمارا قبضہ ہے، خود کو مسلمان ظاہر کر کے صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی اور سینٹ میں ہمارے آدمی موجود ہیں۔ خود کو مسلمان ظاہر کر کے ہم حج کے موقع پر مکہ اور مدینہ جاتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے اندر ہمارا مرکز کفر و الحاد ”ربوہ“ موجود ہے۔ اور ہم پورے پاکستان میں بڑے ٹھاٹھ سے عین اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور لاکھوں مسلمانوں کے حقوق ہڑپ کر رہے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ کیا دھچکا لگا ہے ہمیں پارلیمنٹ کے اس فیصلہ کے ہاتھوں!

س : تو پھر آپ کے فتنہ کا اصل علاج کیا ہے؟

ج : ہمارا اصل علاج وہی ہے جو آپ کے بڑوں نے ہمارے بڑوں کا کیا تھا یعنی جو علاج ابو بکر صدیقؓ نے میلہ کذاب کا کیا تھا۔ میری ایک نہایت اہم بات پہلے باندھ لیں کہ جب تک پاکستان میں اسلامی نظام نافذ نہیں ہوتا ہمارا فتنہ اپنی تمام تر حشر سلمانوں سمیت زندہ رہے گا کیونکہ اسلامی نظام ہمارے لئے پیغام موت ہے اور انگریزی نظام مژدہ حیات! آپ آج پاکستان میں مرتد اور زندیق کی شرعی سزا نافذ کریں اور پھر دیکھیں کہ ارض پاکستان سے ہمارا فتنہ یوں غائب ہو گا جیسے گدھے کے سر سے سینگ قیصر آپ کا ہے ہمارا نہیں، ذرا سوچئے اور سر پکڑ کر سوچئے!!

س : اگر ایک دفعہ پھر زندگی مل جائے تو؟

ج : اگر میں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جاؤں تو اپنے کپڑے پھاڑ لوں، مینار پاکستان پر چڑھ جاؤں، قطب مینار کی چوٹی پر جا بیٹھوں، ”پیسٹلور“ پر چڑھ دوڑوں، فیصل آباد کے گھنٹہ گھر کی چوٹی پر کھڑا ہو جاؤں اور ہپی ہڈوں اور گلے کی پوری طاقت سے چلاؤں۔ لوگو! میں دجال ہوں، میں کذاب ہوں میں وہ ذلیل و در ذیل شخص ہوں جس نے جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچایا، اپنی ارتدادی کتابیں نذر آتش کر دوں، ہشتی مقبرہ اکھیر کر رکھ دوں، نام نہاد قصر خلافت کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں، ربوہ کو اس طرح آگ لگاؤں کہ پوری دنیا میں اس کا دھواں پھیلے، قادیان کو اس طرح مٹاؤں کہ رہتی دنیا تک تاریخ میں باب عبرت بن

جائے، قادیانی مرتدوں کو سولی چڑھا دوں، مرزا طاہر ملعون کا گھا دبا کر زبان اور آنکھیں نوچ لوں اور لاؤڈ سپیکر لگا کر سڑکوں پر اعلان کروں کہ خدا کی دھرتی پر رہنے والو! نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اب قیات تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہو گا۔ دجال ہو گیا اور واجب المنین ہو گا۔ مگر بائے افسوس اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں ایسا نہیں کر سکتا ہر کسی نے دنیا میں ایک ہی دفعہ آنا ہے اور پھر موت کا پیالہ پی کر واپس چلے جانا ہے۔ ہائے کاش میں واپس جاسکوں۔ کاش میں واپس جاسکوں۔ کاش میں واپس جاسکوں..... سسکیاں ہچکیاں۔

س : اپنے موجودہ خلیفہ مرزا طاہر کو کبھی خواب میں سمجھایا ہے؟

ج : عالم خواب میں مرزا طاہر سے کئی ملاقاتیں کی ہیں اور اسے بڑے پیار سے سمجھایا ہے کہ بیٹا خدا کا خوف کر، شیطان کے خول سے باہر نکل، پتہ نہیں چراغ زندگی کب بجھ جائے، وقت کو غنیمت جان اور تائب ہو کر اپنی آخرت سنوار لے، میں نے اسے کئی مرتبہ روتے ہوئے سمجھایا کہ بیٹا! میری طرف دیکھ، اپنی دادی نصرت جہاں بیگم کی طرف دیکھ، اپنے ابا بشیر الدین کی طرف دیکھ، اپنے بھائی مرزا ناصر کی طرف دیکھ اور اپنے دیگر چچاؤں اور پھوپھیوں کی طرف دیکھ، سارا خاندان جہنم میں جل رہا ہے۔ تو تو ابھی زندہ ہے۔ تیرے پاس تو توبہ کی مہلت ہے، توبہ کر لے۔ جو ابادہ کتا ہے دادا جان بات تو آپ کی درست ہے لیکن میں کھربوں روپے کی جھوٹی نبوت کا کاروبار کیسے چھوڑ دوں، جماعت کی کروڑوں روپے کی زمینیں، بلند و بالا عمارات، ہزاروں عبادت گاہیں، لمبی لمبی کاریں، شراب و کباب و شباب کی محفلیں، بہشتی مقبرہ کی لمبی چوڑی آمدنی، خدمت گاروں کا جھرمٹ، اندھے عقیدت مندوں کا جھوم، یسود و نصاریٰ سے دوستانہ یارانے، سپر طاقتوں سے تعلقات اور اربوں روپے کا بنک بیلنس چھوڑتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ورنہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ نہ

آپ نبی تھے اور نہ ہی میں خلیفہ، یہ تو ایک نانک ہے جو ہم پون صدی سے رچا رہے ہیں پھر مجھ سے گلہ کرتا ہوا کہتا ہے کہ دادا جان! آپ تو نبوت کا ذبہ کے اس کاروبار کو ادھورا چھوڑ گئے تھے یہ تو ہماری محنت و لیاقت ہے کہ ہم نے اس ادھورے کاروبار کو سنبھالا، چلایا، اور چکایا۔ اتنی جدوجہد کرنے کے بعد اس چلے چلائے اور چمکے چمکائے کھربوں ڈالر کے بزنس کو چھوڑنے کا فی الحال میرا کوئی ارادہ نہیں، آپ سب بڑے شوق سے جنم میں جلیں، مجھے تو دنیا کی ہر آسائش میسر ہے اور میں ایک پرنس کی زندگی بسر کر رہا ہوں!

س : قادیانیوں کے نام کوئی پیغام؟

ن : میری طرف سے قادیانیوں سے کہنا کہ مرزا قادیانی نے ہاتھ جوڑ کر کہا ہے کہ قادیانیو! اپنی کھال بچاؤ، آل بچاؤ، مال بچاؤ اور اگر مرزا طاہر چندہ مانگے تو اس ملعون کے سر پر دھول جملو۔ ختم نبوت پر ایمان لاؤ، قرآن و حدیث پڑھو اور پڑھاؤ، مجھ پر لعنت بھیجو اور بھجواؤ ورنہ جہنم میں میرے پاس تشریف لاؤ، آگ پھانکنا اور گرز کھاؤ اور جہنم کے دائمی مکین بن جاؤ۔

اچھا آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے گرزوں کی مار، چھتروں کی بوچھاڑ، آگ کی چنگاز، دھوئیں کی یلغار، دوزخ کی چیخ و پکار، سانپوں کی پھنکار اور فرشتوں کی دھتکار کے باوجود خاصا وقت عنایت کیا یہ آپ ہی کی ہمت و حوصلہ ہے کہ آپ نے اس عذاب شدید کے باوجود ہمارے سوالوں کے جوابات دیئے۔ اچھا اب آپ کو آگ اور گرزوں کے حوالے کرتے ہیں۔ آئندہ کبھی انٹرویو کی ضرورت پڑی تو پھر زحمت دیں گے..... تب تک کے لئے اجازت!!!! (ٹھاہ ٹھاہ، تراخ تراخ، ڈزن ڈزن، ہائے ہائے، ہو ہو کی صدائیں۔



قادیانہ عملیات

- زندگی کے تمام گوشوں میں قادیانیوں کی ”رہنمائی“ کے لیے کانے سیاسی باوا
مرزا قادیانی کے تحفے۔
- حکیم ہلاکت ٹیچی ٹیچی کے تیار کردہ فخریہ نسخے۔
- دو اغانہ ابلہ بیسیہ طانیہ کذابہ دجالینہ کفریہ مرتدینہ زندیقہ قادیانیہ کے نادر عجبات۔



صلائے عام ہے
یادِ عقل فروشوں لیلے



ہونے والی شیطانی وحی، 'رویا'، 'کشف'، 'الہامات'، 'تحریرات' و اقوال اور زندگی شرمندگی کے واقعات سے اخذ کئے گئے ہیں۔ میں نے ہر چیز کو تمہاری کتابوں کے حوالوں سے پیش کیا ہے اگر مرزا قادیانی کی زندگی کا کوئی واقعہ طویل تھا تو میں نے پورا واقعہ درج نہیں کیا۔ بلکہ اس واقعہ کی طرف صرف اشارہ کیا ہے، لیکن اس واقعہ کا حوالہ آپ کی کتب سے پیش کر دیا ہے۔

کھانے میں برکت ڈالنے کے لئے :-

”ایک دانہ کس کس نے کھانا“

(البشری جلد دوم ص ۱۷۷ معنفہ مرزا قادیانی)

اگر آپ گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں اور ابھی آپ نے کھانا شروع ہی کیا ہے کہ آپ کے گھر میں آٹھ دس مہمان آگئے ہیں اور آپ کے پاس صرف وہی کھانا ہے جو آپ کھا رہے ہیں۔ آپ روٹی کو ہاتھ میں پکڑ کر فضا میں بلند کریں اور ایک آدمی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھیں ”ایک دانہ کس کس نے کھانا“ وہ لازماً ”جواب دے گا کہ آپ کھائیے پھر دوسرے سے پوچھئے“ ”ایک دانہ کس کس نے کھانا“ وہ بھی یقیناً کہے گا۔ آپ تناول فرمائیں۔ پھر تیسرے سے بڑی محبت سے پوچھئے۔ ”ایک دانہ کس کس نے کھانا“۔ اس کا جواب بھی یہی ہو گا کہ محترم آپ ہی تناول فرمائیں۔ پھر اس طرح ہر ایک سے پوچھتے جائیں جب سب سے ایک ہی جواب پا کر فارغ ہو جائیں تو پھر انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ کھانے پر دو ہاتھوں اور بتیس دانوں سے حملہ آور ہو جائیے اور صرف ڈھائی منٹ میں سارا کھانا چٹ کر جائیے۔ دیکھا مرزا قادیانی کی مدد سے آپ کو مصیبت سے کس طرح نجات ملی۔

چہرے کے ڈنٹ دور کرنے کے لئے :- صبح سویرے اٹھئے۔ قادیانی ہاؤس سے فارغ ہونے کے بعد جائیکہ پن کر صحن میں آلتی پالتی مار کر بیٹھ جائیے۔ چڑھتے سورج کی طرف منہ کرتے ہوئے سارا جسم ڈھیلا چھوڑ دیں۔ سانس کو آہستہ آہستہ اندر کھینچنا شروع کریں۔ اور تیزی کے ساتھ لعنت لعنت کا ورد شروع کریں۔ سانس اندر کھینچتے

جائیں اور لعنت کے ورد اور آواز میں تیزی پیدا کرتے جائیں۔ چند منٹ کے بعد آپ اپنے چہرے کو سرخ اور پھولا ہوا دیکھیں گے۔ ہچکے ہوئے کال ابھر آئیں گے۔ پھر یکدم شوں کی آواز نکال کر سانس کو چھوڑ دیں۔ دوبارہ آہستہ آہستہ سانس لیتے ہوئے یہی عمل دہرائیں۔ ہر روز دس دفعہ یہ ورزش کریں۔ ایک مہینہ کا کورس ہے۔

اگر راستے میں ڈاکو پڑ جائیں :- اگر آپ کہیں جا رہے ہیں اور کسی ڈاکو یا ڈاکوؤں نے آپ کا راستہ روک لیا ہے تو آپ بالکل نہ گھبرائیں۔ مرزا قادیانی کا نسخہ آپ کے لئے حاضر ہے۔ تن کر کھڑے ہو جائیں۔ چھاتی کو ابھار لیں۔ نتھنے پھلا لیں اور پوری آنکھیں نکال لیں اور انتہائی غصہ سے اور پوری طاقت سے اپنے منہ سے ” غم غم غم غم “ کے الفاظ نکالنے غم غم غم کے الفاظ اپنے منہ سے اس طرح نکالیں کہ گویا الفاظ نہیں شعلے یا گولیاں نکل رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی شہادت کی انگلی کو اس طرح حرکت دیں کہ گویا آپ فائرنگ کر رہے ہیں۔ اس دوران دونوں پاؤں سے اس زور سے مٹی اڑائیں کہ مٹی آپ کے سر پر پڑے۔ آپ کی اس پیدا کردہ صورت حال سے ڈاکو خوفزدہ ہو کر بھاگ جائیں گے اور آپ غم غم غم کی کلاشکوف کے ذریعے محفوظ و مامون رہیں گے۔ (۲)

مخالفین کے جلسوں کو منتشر کرنے کے لئے :- اگر آپ کے شہر میں آپ کی کسی مخالف جماعت کا جلسہ ہو رہا ہے اور آپ اس جلسہ کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی مشکل کے حل کے لئے مرزا قادیانی اپنے نسخے سمیت حاضر ہے۔ ” پیٹ پیٹ گیا “ (البشری جلد دوم ص ۱۹)

ہزاروں کا مجمع ہے۔ دور دور تک انسانی سروں کی فصل لہلاتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ سہیلیاں مقرر کا سحر پورے مجمع پر طاری ہے۔ مجمع مقرر کی مٹھی میں بند ہے اور وہ جب چاہتا ہے حاضرین کو ہنسا دیتا ہے اور جب چاہتا ہے رلا دیتا ہے۔ اس جے ہوئے مجمع کو اکھیڑنے کے لئے آپ مجمع میں چھ سات مقامات پر اپنے دو دو آدمی بٹھا دیں۔ جلسہ شروع ہونے سے تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک آدمی اپنی جگہ تڑپنا شروع کر دے اور دوسرا شور مچاتا روتا پیٹتا ہوا مرزا قادیانی کا الہام پڑھے ” پیٹ پیٹ گیا “ پیٹ

پھٹ گیا۔ اس کے شور مچانے پر لوگ تڑپتے ہوئے آدی کی جانب لپکیں گے اور اسے فوری طبی امداد کے لئے ہسپتال پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح جلسہ میں اچھی خاصی ہڑبونگ مچ جائے گی۔ اس واقعہ کے پورے پانچ منٹ بعد دوسری جگہ پر بیٹھی ہوئی جوڑی یہی عمل دہرائے۔ اس جگہ پر بھی ایک انتشار پھیل جائے گا۔ پھر صرف تین منٹ بعد تیسری جگہ سے شور اٹھے۔ ”پیٹ پھٹ گیا“ ”پیٹ پھٹ گیا“ اور اسی طرح باقی جگہوں سے بھی ٹھیک دو دو منٹ بعد چیخ و پکار ہو کہ ”پیٹ پھٹ گیا“ ”مقرر اور میزبانوں کی ہزار کوششوں کے باوجود جلسہ درہم برہم ہو جائے گا اور آپ فاتح بن کر گھر لوٹیں گے۔

آپ یہ نسخہ سیاسی جلسوں میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ مجرب ہے۔

اگر ہندو ہمسائے سے لڑائی ہو جائے۔ اگر کسی وجہ سے آپ کی اپنے ہندو ہمسائے سے ان بن ہو جائے تو آپ کو لڑائی جھگڑے اور دھینگامشتی کی کوئی ضرورت نہیں۔ صبح سویرے بیدار ہو جائیں۔ صحن میں ایک درہی بچائیں اور سارے گھر والے اس پر بیٹھ کر اونچی آواز سے انتہائی ترنم کے ساتھ مرزا قادیانی کا یہ ”عارفانہ“ کلام پڑھیں۔

چکے چکے	حرام کروانا	آریوں کا اصول بھاری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے	ساری شہوت کی بے قراری ہے	
بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط	یار کی اس کو آہ و زاری ہے	
دس سے کروا چکی ہے زنا لیکن	پاک دامن ابھی بیچاری ہے	
زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں	جس کو دیکھو وہی شکاری ہے	

(آریہ دھرم ص - ۷۷ - ۷۶ معنفہ مرزا قادیانی)

کام پڑھنے کے بعد پانچ پانچ قلابازیاں لگائیں اور اس کے بعد حق کے پانی کے دو دو گھونٹ پی لیں۔ یہ عمل پندرہ دن تک دہرائیں۔ ہندو گھر بچ کر چلے جائیں گے۔

صحت و تندرستی کے لئے۔ اگر آپ یا آپ کا کوئی عزیز کسی عجیبہ بیماری کا شکار ہے اور ڈاکٹروں، عیسویوں کے ہاں جا جا کر آپ کی کمرہت ٹوٹ گئی ہے اور جیب

اجڑ گئی ہے۔ تو مایوس نہ ہوں آج ہی مرزا قادیانی کے نسخہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تندرستی پائیں ایک کانڈ کی پرچی پر مرزا قادیانی کی وجی لکھیں۔

”مرزے ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے“ پرچی کو لپیٹ کر ایک کیپول میں بند کر دیں اور اس طرح کے ۳۰ کیپول بنالیں۔ صبح دوپہر شام ایک ایک کیپول کنوئیں کے پانی سے کھائیں۔ بعد میں گرم گرم ابلے انڈے کے ساتھ ٹھنڈا ٹھنڈا پیسی کولا عینیس۔ دس دن کا علاج ہے۔

پرہیز :- دس دن تک اپنے گھر سے کوئی چیز نہیں کھانی۔ اگر مریض اتنا لاغر ہو کہ وہ کیپول نہ کھا سکے تو کالی روشنائی کے ساتھ پرچی پر مذکورہ بالا الہام لکھیں اور اسے آدھا کپ پانی میں ڈبو دیں۔ ایک گھنٹہ کے بعد ساری تحریر پانی میں حل ہو جائے گی۔ پھر اس آدھا کپ پانی کو ایک سرنج میں بھر لیں اور اس پانی کو گلوکوز کی بوتل میں سرنج کے ذریعے داخل کر دیں اور مریض کو گلوکوز لگا دیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد صحت یابی ہو جائے گی۔

پیش :- اگر آپ کے بچے کو پیش کی بیماری لگ گئی ہے اور لگا تار پاخانے آ رہے ہیں اور کوئی دوائی کارگر ثابت نہیں ہو رہی تو قطعاً نہ گھبراہیئے۔ مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل الہام موٹے مارکر کے ساتھ بچے کے پیٹ پر لکھ دیں۔

۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ - ۳۲ - ۲۸ - ۲۷ - ۳ - ۲۷ - ۲ - ۲۶ - ۲ - ۲۸ - ۱ - ۲۳ - ۱۵
 ۱ - ۱۷ - ۱۱ - ۱۳ - ۲۳ - ۱۱ - ۱۹ - ۳۷ - ۲۷ - ۲۸ - ۱ - ۱۰ - ۱۳ - ۲۷ - ۲ - ۱ - ۱۱ -
 - ۷ - ۲۸ - ۵ - ۱۳ - ۱ - ۱ - ۱۳ - ۲۳ - ۷ - ۱۳ - ۱۱ - ۳۳ - ۲۳ - ۳۳ - ۵ -
 - ۲ - ۱۳ - ۱ - ۱۳ - ۱ - ۵ - ۷ - ۱ - ۲ - ۷ - ۱۳ - ۱ - ۱۹ - ۱۱ - ۳۳ - ۷ - ۱ - ۳۳
 ۷ - ۱ - ۲۸

(۱) بشری جلد دوم ص - ۱۷ - مجموعہ الہامات مرزا قادیانی

اور اگر اس سال کسی بڑے کو لگ جائیں تو مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل الہام بڑے کے پیٹ پر موٹے مارکر کے ساتھ لکھ دیں۔

- ۲۷ - ۲۸ - ۱۳ - ۳ - ۲۷ - ۲ - ۲۶ - ۲ - ۲۸ - ۱ - ۲۳ - ۱۵ - ۱۱ - ۱ - ۲۷ -

۳۳-۳۳-۳۳-۵-۱-۱۱-۱۱-۳۳-۱۱-۱۱-۳۲-۲۲-۲۸-۱-۱۰-۱۱
۱-۱۱-۱۱-۳۳-۲۱-۳۳-۲-۲۸-۵-۱۱-۱-۱۱-۳۳-۱-۱۱-۱۱-
(تبلغ) ۲-۱-۳۸-۲-۳۸-۲-۱۱-۱۱-۱-۵-۲-۱-۲-۲-۱۱-

رسالت جلد دوم ص ۸۵ - مجموعہ اشتہارات مرزا قادیانی

اور اگر الہام کی عبارت بچ جائے تو بتایا عبارت مریض کے منہ پر لکھ دیں۔
 پرہیز = موسم جیسا بھی ہو مریض ۲ ماہ تک نمائے نہیں اور جب جسم سے بدبو کی لہریں
 اٹھیں تو منہ میں قادیاں قادیاں کا ورد کرے۔

تیز رفتاری کے لئے :- اگر آپ کسی نہایت اہم کام کے سلسلہ میں کہیں جا رہے ہیں اور آپ کو مقررہ وقت پر وہاں پہنچنا ہے ورنہ آپ کو ایک بہت بڑے نقصان سے دوچار ہونے کا اندیشہ ہے۔ آپ کے پاس سواری نہیں یا سواری ہے تو ست رفتار ہے اس موقع پر آپ پریشان نہ ہوں۔ مرزا قادیانی کے فرشتے ٹیپی ٹیپی کا ورد کریں۔ آپ کی سپید دگنی ہو جائے گی۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ میرے فرشتے کا نام ٹیپی ٹیپی اس لئے ہے کہ یہ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ مجھ پر وحی لے کر آتا ہے نور مرزا قادیانی یہ بھی کہتا ہے کہ ”ٹیپی“ کا لفظ ”ٹک“ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے ”ٹک“ کر کے آنے والا۔ یعنی انتہائی برق رفتار۔ اگر آپ نے رفتار چار گنا کرنی ہو تو ”ٹک“ ٹیپی ” پڑھیں اگر آپ نے رفتار آٹھ گنا کرنی ہو تو ٹیپی ٹیپی ٹیپی پڑھیں۔ اور اگر سولہ گنا کرنی ہو تو ٹیپی ٹیپی ٹیپی۔ بالفاظ دیگر یہ آپ کے پاس چار گیر ہیں جنہیں آپ حسب نفا استعمال کر سکتے ہیں۔

احتیاط = صرف اس بات کی احتیاط رکھیں کہ کسی بھی وقت آپ کے یا گاڑی کے کتے فیل ہو سکتے ہیں۔ (۳)

لو بلڈ پریشر کے لئے :- اگر آپ لو بلڈ پریشر کے مریض ہیں جس سے آپ کی زندگی مفلوج ہو گئی ہے۔ بیٹھے ہیں تو جسم گرتا ہے۔ چلتے ہیں تو چکر آتے ہیں۔ کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے آپ کا کاروبار اور سوشل تعلقات ختم ہو چکے ہیں۔ حوصلہ نہ ہاریئے مرزا قادیانی کا نسخہ آپ کی مدد کے لئے حاضر ہے۔ مرزا قادیانی کی

سنت پر عمل کرتے ہوئے صبح و شام اسی پلومر کی شراب کا پاؤ پاؤ کا ایک ایک میگ غٹا غٹ پی جائیں۔ شراب پیتے وقت مرزا قادیانی کی سنت کے مطابق آپ کی ایک آنکھ بند اور منہ قادیان کی طرف ہونا چاہئے۔ (۳) شراب پینے کے بعد بد زبانی کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ اگر آپ گالیاں بکنا نہیں جانتے تو مرزا قادیانی کے یہ دونوں الہام پڑھ لیا کریں۔

”آریوں کا پر میشر (خدا) ناف سے دس انگل نیچے ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں“

(چشمہ معرفت ص ۱۶۱ - مصنفہ مرزا قادیانی)

”جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت لاف گزاف مارتے ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے وہیں داخل ہو جاتے ہیں۔ (حیات احمدیہ جلد اول نمبر ۳ ص ۲۵)

پاؤں کی موج :- اگر آپ کے پاؤں میں موج آگئی ہے اور پاؤں پر ذرا بھی بوجھ ڈالنے سے ٹیسیں اٹھتی ہیں تو آپ کو کسی ڈاکٹر یا حکیم کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ مرزا قادیانی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جوتی کا دایاں پاؤں بائیں پاؤں میں اور بایاں پاؤں دائیں پاؤں میں ڈال کر ہر چار گھنٹے بعد چار چار قدم چلیں۔ ہر مرتبہ چلنے کے بعد فوراً بیٹھ جائیں اور پھر سر کے بل چلتے ہوئے چار قدموں کے برابر فاصلہ طے کریں اور بعد میں خربوزے کے جوس کا ایک گلاس پی لیں۔

نوٹ = اگر آپ سر کے بل نہیں چل سکتے تو دو آدمی آپ کی ٹانگیں پکڑیں اور آپ سارے سے سارے سر کے بل آہستہ آہستہ چلیں۔ (۵)

شہرت حاصل کرنے کے لئے :- اگر آپ معاشرے میں شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں میں خود کو متعارف کروانا چاہتے ہیں اور آپ کے دل میں یہ خواہش چمک رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ آپ کو جاننے لگیں تو مرزا قادیانی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تمبیض کے نیچے والے چاک میں اوپر والا ٹن لگائیے اور اوپر والے چاک میں نیچے والا ٹن لگائیے۔ گھر کی ساری چابیوں کا گچھا شلوار کے ازار بند سے باندھ کر ازار بند نیچے لٹکائیں بائیں پاؤں میں دایاں جوتا اور دائیں پاؤں میں بایاں

جوتا نہیں۔ تیار ہو کر محلے کے چوک میں آجائیں اور چہل قدمی شروع کر دیں۔ چابیوں کا گچھا چمن چمن کرتا آپ کے ہرکاب ہو گا اور یہ چمن چمن کا میوزک جلد ہی لوگوں کو آپ کی جانب متوجہ کرا دے گا پھر جب لوگ آپ کی قیض اور جوتوں کی صورت حال دیکھیں گے تو ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہو جائیں گے۔ بچے تالیاں پیٹتے آوازے کتے آپ کے پیچھے لگ جائیں گے۔ جہاں سے آپ گزریں گے لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جائیں گے۔ ٹریفک جام ہو جائے گا۔ روزانہ پانچ گھنٹے اس کام کو دیں اور روزانہ ایک نئے محلے میں نکل جائیں۔ پندرہ دن کے بعد آپ اپنے علاقے کی سب سے مشہور و معروف شخصیت ہوں گے۔ آپ نے دیکھا کہ جو کام آپ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے نہیں کر سکتے تھے۔ وہ آپ نے مرزا قادیانی کی سنت پر عمل کر کے مفت میں کر لیا۔ (۶)

نوٹ = اگر مشق کے دوران گندے انڈے یا نمائز پڑیں تو اپنے کپڑوں اور منہ سے ان کے داغ دور نہ کریں۔ کیونکہ یہ داغ آپ کے حسن میں اضافہ کریں گے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آپ کی جانب متوجہ کریں گے۔

قرض خواہوں سے نجات کے لئے :- اگر آپ درجنوں لوگوں کے مقروض ہیں اور آپ نے قرضہ لیا بھی اس لئے تھا کہ کسی کو ایک پائی بھی واپس نہیں کریں گے۔ قرض خواہ روزانہ آپ کا دروازہ اور آپ کو پیٹتے ہیں اور آپ ان کے ہاتھوں بڑے پریشان ہیں۔ لیجئے مرزا قادیانی کی سنت پر عمل کیجئے اور مصیبت سے نجات پائیے۔ صبح اٹتے ہی آدھ تولہ افیون کھائیں، آدھ گھنٹہ کے بعد آپ اپنے آپ میں ضمیمے رہیں گے بلکہ کسی اور دنیا میں پہنچ جائیں گے۔ گھر والوں کو افیون کھانے سے پہلے کہہ دیں کہ مجھے افیون کھانے کے بعد گھر کے باہر بٹھا دیں۔ آپ نشے میں جموئے جھامتے تھڑے پر بیٹھ جائیں گے۔ قرض لینے والے جب آپ سے قرض کا مطالبہ کریں گے تو جواب میں آپ صرف ہلکی ہلکی مسکراہٹ دیں گے۔ وہ آپ کو پکڑ کر ہلائیں گے تو آپ گر جائیں گے۔ وہ آپ کو بٹھائیں گے تو آپ سردی میں ٹھہرے ہوئے چوہے کی طرح بیٹھ جائیں گے۔ وہ پیسوں کی بات کریں گے تو آپ شاہی قلعے کی

سیر کا تذکرہ چھیڑیں گے وہ اپنی رقم کی بات کریں گے تو آپ چار کا پہاڑا سنائیں گے۔ وہ اپنا رونا روئیں گے تو آپ امریکی الیکشن میں ہش کے ہارنے کے اسباب بتائیں گے۔ آخر وہ آپ کو فائر العقل سمجھ کر چھوڑ جائیں گے اور اگر جاتی دفعہ آپ کو دو چار تھپڑیاں ٹھڈے رسید کریں گے تو نشے میں دھت ہونے کی وجہ سے آپ کو تکلیف کا احساس بھی نہ ہو گا۔ ایک مہینہ تک اس نسخہ کو باقاعدہ استعمال کریں اور قرض خواہوں سے نجات حاصل کریں۔ (۷)

سخت گیر افسران کی چالپوسی کے لئے :- اگر آپ کسی سرکاری یا غیر سرکاری دفتر میں ملازم ہیں اور آپ کا افسر بڑا سخت گیر ہے۔ آپ سے کوئی سنگین غلطی ہو گئی ہے اور افسر نے اس کا سخت نوٹس لیتے ہوئے آپ کو میو یا شوکاژ نوٹس دے دیا ہے اور آپ کی نوکری خطرے میں ہے۔ اس خطرے کا مقابلہ مرزا قادیانی کے نسخہ سے کیجئے اور سسے ہوئے دل کو خوش کیجئے۔ افسر کے سامنے حاضر ہو جائیں۔ پاؤں جوڑ لیں اور اس کے ساتھ ہاتھ بھی جوڑ لیں۔ خود کو افسر کے سامنے اس طرح جھکا دیں جس طرح مرزا قادیانی انگریز افسران کے سامنے جھکتا تھا اور پھر گلوگیر اور رندھی ہوئی آواز میں مرزا قادیانی کا یہ شعر پڑھیں۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(درمبین ص ۶۸ مصنفہ مرزا قادیانی)

افسر کا دل پسچ جائے گا۔ شعر کو بار بار پڑھئے اور پڑھتے پڑھتے رونے کی کوشش بھی کریں۔ جتنی دفعہ پڑھتے جائیں گے۔ افسر کا دل اتنا ہی نرم ہوتا جائے گا۔ نرم کیوں نہ ہو۔ آپ اسے اس شعر میں کہہ رہے ہیں کہ سر جی!

میں خاک کا کیرا ہوں

”میں بندے دا پتر نہیں“

میں انسان کی جائے نفرت ہوں

میں انسانوں کی عار ہوں

افسر سمجھے گا کہ میو یا شوکا ز نوٹس سے اس بیچارے کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے۔ لہذا وہ آپ کی اس دگرگوں صورت حال کو دیکھتا ہوا آپ کو معاف کر دے گا۔
کیوں جی! کیسا رہا مرزا قادیانی کا نسخہ بالکل۔

کسی لڑکی کو دام محبت میں پھنسانے کے لئے :- اگر آپ کا دل کسی لڑکی پر لٹو ہوا گیا ہے۔ جس طرح مرزا قادیانی کا دل محمدی بیگم پر لٹو ہوا گیا تھا اور آپ اس لڑکی کو ہر حال میں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل وحی صبح شام پچاس پچاس مرتبہ پڑھیں۔ جس راستے سے لڑکی گزرتی ہو۔ اس راستے کی مٹی پر پڑھ کر پھونکیں۔ دور کھڑے ہو کر لڑکی کے مکان پر دم کریں۔ اپنے بدن پر دم کریں۔ ایک مہینہ میں آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔

وحی پیش خدمت ہے I love you میں تم سے محبت کرتا ہوں I am with you میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (حقیقتہً الوحی ص - ۳۰۳ مصنفہ مرزا قادیانی) پڑھنے کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل امور پر پوری توجہ دینا ہے

پورا ایک مہینہ نہانا نہیں۔
پاؤں میں جوتا نہیں پہننا۔
ناخن اور بال نہیں کٹوانے
سر میں روزانہ تھوڑی سی قادیان کی خاک ڈالنی ہے۔
پورا ایک مہینہ کپڑے نہیں بدلنے۔

قادیان کی طرف منہ کر کے روزانہ ایک گھنٹہ زور زور سے رونا ہے۔

نظر کی تیزی کے لئے :- روزانہ دوپہر کے وقت گھر کی سب سے اونچی چھت پر دھوپ میں بیٹھ جائیں اور مرزا قادیانی کی تصویر سامنے رکھ کر ٹنگلی باندھ کر دیکھیں اور اپنی دونوں آنکھیں مرزا قادیانی کی چھوٹی والی آنکھ میں گاڑ دیں۔ کوشش کریں کہ اس دوران آپ کی آنکھ جھپکے نہیں۔ پانچ منٹ کے بعد پھر سورج کی طرف دیکھیں اور پھر مرزا قادیانی کی آنکھوں کی طرف دیکھیں۔ اسی طرح ایک دفعہ سورج اور دوسری دفعہ مرزا قادیانی کی آنکھوں کی طرف دیکھیں۔ یہ عمل جاری رکھیں۔ جب تک کہ سورج کو

دیکھنے سے آپ کی آنکھیں اس قدر خیرہ نہ ہو جائیں کہ آپ مرزا قادیانی کی تصویر نہ دیکھ سکیں۔ تب فوراً اٹھئے اور باہر گلی کی طرف دوڑ لگا دیں۔ اگر آپ اترتے ہوئے میڑھیوں میں لڑھک جائیں یا گلی میں بھاگتے ہوئے آپ کا سر کسی کھمبے یا دوسری رکاوٹ سے ٹکرائے تو وہیں بیٹھ کر آرام کریں اور کچھ دیر بعد اٹلے پاؤں واپس گھر آ جائیں۔ سات روز کا کورس ہے۔ کورس سخت ضرور ہے، لیکن مجرب ہے۔ (۸)

اگر پولیس سے کسی کیس میں جوتے پڑیں :- اگر آپ چوری یا فراڈ کے کسی کیس میں پکڑے گئے ہیں اور پولیس نے آپ پر زبردست تشدد کیا ہے جس سے آپ کے جسم پر زخم ہو گئے ہیں اور آپ بڑی سخت اذیت میں مبتلا ہیں تو دل نہ چھوڑیں۔ مرزا قادیانی کا الہام آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔

”لائف آف پین“ یعنی زندگی دکھ کی (ص - ۶۵ تذکرہ)

مرزے قادیانی کا یہ الہام کانڈ کی پرچیوں پر لکھ کر زخموں پر رکھیں آدمی رات کو اٹھیں اور زور زور سے پڑھیں۔ ”لائف آف پین“ ”لائف آف پین“ ہر تین دفعہ پڑھنے کے بعد ہلکی ہلکی چیخیں ماریں۔ آپ کا درد چیخ کی آواز کے ساتھ ہی جسم سے نکلتا جائے گا اور زخم ٹھیک ہوتے جائیں گے ایک رات میں بلند آواز سے پانچ سو مرتبہ پڑھنا ہے اور چیخیں بھی ماریں ہیں۔ دوران مشق اگر گلا بیٹھ جائے تو فوراً نمکین گرم پانی سے غرارے کریں۔ پانچ دن کا علاج ہے۔

قوت حافظہ کے لئے :- اگر آپ کی قوت حافظہ کمزور ہے تو مرزا قادیانی کا ایک اور محبوب طریقہ اپنائیے اور مضبوط حافظہ پائیے۔ ایک جیب میں وٹوانیاں رکھیں اور دوسری جیب میں گڑ کے ڈھیلے۔ کچھ دن جان بوجھ کر گڑ کے ڈھیلوں سے استنجا کریں اور وٹوانیاں کھائیں۔ کچھ دنوں بعد عادت پک جائے گی اور حافظہ بھی پک جائے گا۔ پھر تھوڑی سی مشق سے آپ کا حافظہ اپنے بام عروج پر پہنچ جائے گا اور ہر جگہ آپ کے حافظے کے چرچے ہونے لگیں گے۔ مثلاً آپ کہنے لگیں گے کہ سورج مغرب سے نکلتا ہے۔ ستارے دن کو چمکتے ہیں۔ دسمبر عیسوی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ گھروالے اگر آپ سے کہیں گے کہ ذرا باورچی خانہ سے دودھ پکڑانا تو آپ غسل خانے سے جھاڑو

لے کر آجائیں گے۔ اگر گھروالے آپ سے کہیں گے کہ چائے پی لیں تو آپ کہیں گے کہ میں تمباکو نہیں پیتا۔ اگر گھر میں بیٹھا کوئی بزرگ آپ سے کہے گا کہ ذرا میری ٹوپی پکڑنا تو آپ جو تا پکڑ لائیں گے۔ دیکھا مرزا قادیانی کی سنت پر عمل کرنے سے آپ کا حافظہ کتنی ترقی کر گیا اور اسی حافظہ کی وجہ ہے کہ ہر قادیانی مرزا قادیانی کو نبی مانتا ہے۔

موت کا خوف دور کرنے کے لئے :- اگر آپ کے دل و دماغ پر ہر وقت موت کا خوف طاری رہتا ہے جس کی وجہ سے آپ کی صحت متاثر ہو رہی ہے۔ آپ ہر وقت بجھے بجھے اور گرے گرے رہتے ہیں تو آپ کے علاج کے لئے مرزا قادیانی کا الہام حاضر ہے۔

”لائف“ (تذکرہ ص ۵۹۳)

جس وقت زیادہ خوف محسوس ہو اپنے سارے کپڑے اتار دیں۔ صرف جائیکہ تن پر رہنے دیں۔ پورے جسم پر تیل ملیں اور ساتھ ساتھ بیٹھکیں لگاتے جائیں۔ تیل مالش اور بیٹھکوں کے دوران اونچی آواز سے لائف - لائف - لائف پڑھیں۔ پھر قادیان کی مٹی بدن پر مل لیں۔ اس کے بعد لائف بوائے صابن سے نہالیں۔ آپ یہ علاج اپنے گھر، دفتر، فیکٹری، دوکان اور سر راہ کسی بھی جگہ کر سکتے ہیں۔ بس صرف تیل کی شیشی اور قادیان کی خاک کی پڑیا اپنی جیب میں رکھیں۔

اگر کسی بیمار کی جان نہ نکلتی ہو :- اگر کسی بیمار کی جان نہ نکلتی ہو تو وہ شدید تکلیف میں ہوتا ہے اور اس سے دوگنی تکلیف اس کے گھروالے محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔ اس انتہائی مشکل وقت میں بھی مرزا قادیانی کا نسخہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

”اس کتے کا آخری دم ہے“ (تذکرہ ص ۴۱۷)

بیمار کی چارپائی صحن میں رکھیے اور سارے عزیز و اقارب چارپائی کے ارد گرد بیٹھ جائیں۔ گھر کا سمجھ دار آدمی اٹھے وہ بیمار کے بازو ٹانگیں اور گردن سیدھی کر کے اسے اٹن شین کرے۔ منہ سے زور دار سٹی بجائے جس کا مطلب یہ ہو گا کہ گاڑی چلنے

والی ہے۔ پھر وہ شخص بیمار کے بالکل قریب بیٹھ جائے اور مندرجہ بالا الہام پڑھتا جائے۔ الہام پڑھتے وقت خود بھی غرائے۔ جتنی زور سے غرائے گا اتنی جلدی روح جسم سے نکلے گی۔

آسیب سے نجات کے لئے :- اگر آپ کے گھر میں آسیب ہے اور جنات نے آپ کا جینا دو بھر کر رکھا ہے تو قطعاً نہ گھبرا جائے۔ گھر کے جتنے کمرے ہیں اتنی ہی مرزا قادیانی کی تصویریں لیں اور انہیں گتے پر چسپاں کر کے ہر کمرے میں لٹکا دیں۔ صرف پانچ منٹ میں آپ دیکھیں گے کہ جنات چپیں مارتے ہوئے گھر سے بھاگ رہے ہوں گے۔ بھاگیں کیوں نہ؟ مرزا قادیانی کی شکل ہی اتنی ہولناک، خوفناک، شرارتناک اور عبرتناک ہے۔ ویسے بھی جس گھر میں مرزا قادیانی کی تصویر لگی ہو۔ اس تصویر سے نحوست کی اتنی لہریں اٹھ رہی ہوتی ہیں کہ جنات کا وہاں پر دم گھٹنے لگتا ہے۔ یہ تو صرف قادیانیوں کی ہمت ہے جو اتنی نحوست اور تعفن کو برداشت کر جاتے ہیں۔ پھر چار مزید تصویریں لیں اور انہیں ایک ایک کمرے کے کمروں میں جلا کر دھواں دیں۔ جنات کبھی اس طرف کا رخ نہیں کریں گے۔

نوٹ :- روتے اور ضد کرتے بچوں کو بھی مرزا قادیانی کی تصویر دکھا کر چپ کرایا جا سکتا ہے۔

خوبصورت لباس پہن کر آئینہ دیکھنے پر :- نیا اور دیدہ زیب لباس پہننے، چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیجئے، کنگھے سے بالوں کو سنواریئے، کلائی پہ خوبصورت سی گھڑی باندھیئے اور پھر قد آدم آئینہ کے سامنے کھڑے ہو جائیئے۔ اپنی شکل دیکھتے ہوئے مرزا قادیانی کا یہ الہام پڑھیئے.....

”میں نے دیکھا کہ میں ایک جنگل میں ہوں اور میرے ارد گرد بہت سے بندر اور سنور وغیرہ ہیں اور اس سے میں نے استدلال یہ کیا کہ یہ احمدی جماعت کے لوگ ہیں۔“

(نزل المسیح ماخوذ از پیغام صلح ۳۳-۷-۷۷ نقل از قادیانی مذہب)

اگر آپ کا بچہ جھوٹ بولنے سے شرماتا ہے :- اگر آپ کا بچہ جھوٹ بولنے

سے شرماتا ہے تو اسے مرزا صاحب کا مندرجہ ذیل نسخہ اپنی زیر نگرانی صبح، شام پچاس پچاس مرتبہ پڑھائیے۔

”کچھ عرصہ گزرا ہے کہ مظفر گڑھ میں ایک ایسا بکرا پیدا ہوا جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا“ (سرمہ چشم آریہ ص ۳۱ مصنفہ مرزا قادیانی)

”اس کے بعد تین معتبر اور ثقہ اور معزز آدمیوں نے میرے پاس بیان کیا کہ ہم نے چشم خود چند مردوں کو عورتوں کی طرح دودھ دیتے دیکھا ہے۔ بلکہ ایک نے ان میں سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا، ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ سے ہی پرورش پایا تھا۔ کیونکہ اس کی ماں مرگئی تھی۔“ (سرمہ چشم آریہ ص ۳۱)

”بعض نے یہ بھی دیکھا کہ چوہا مٹی خشک سے پیدا ہوا۔ جس کا آدھا دھڑ تو مٹی تھا اور آدھا چوہا بن گیا (سرمہ چشم آریہ ص ۳۱ مصنفہ مرزا قادیانی)

چند دنوں کے بعد آپ دیکھیں گے کہ آپ کا بچہ بڑی بے شرمی اور ڈھنائی سے جھوٹ بولے گا اور اس کے ساتھ ساتھ جھوٹ سازی میں ماہر بھی ہو جائے گا۔

اگر آپ پھسل جائیں :- آپ کے علاقے میں شدید بارش ہوتی ہے اور آپ گھر سے سودا سلف خریدنے کے لئے بازار جا رہے ہیں۔ راستہ میں کسی جگہ پھسلن ہونے کی وجہ سے آپ دھڑام سے گر جاتے ہیں تو گرتے ہی فوراً پڑھئے۔

”پٹی، پٹی گئی“ (تذکرہ ص ۸۶)

اس کے بعد اٹھئے اور چوٹ والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر مندرجہ بالا نسخہ دس مرتبہ پڑھئے درد فوراً چوسا جائے گا اور آپ دوسری دفعہ پھسلنے کے لئے دوبارہ بالکل فٹ ہوں گے۔

کرایہ دار سے مکان خالی کروانے کے لئے :- اگر آپ مکان کرایہ دار سے خالی کروانا چاہتے ہیں لیکن کرایہ دار کسی بھی صورت میں مکان خالی کرنے کے لئے تیار نہیں تو آپ ایک موٹا مارکر لے کر مکان کے مین گیٹ، کھڑکیوں، دروازوں اور دیواروں پر مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل وحی لکھ دیں۔ کرایہ دار گھبراہٹ سے بوکھلا اٹھے گا اور سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ جائے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ وحی آدمی رات کو

اس وقت لکھی جائے جس وقت مرزا قادیانی بھانوسے ٹانگیں دیوایا کرتا تھا۔ وحی مندرجہ ذیل ہے۔ ”ماتم کدہ“ (تذکرہ ص ۷۵۲)

چوہے مار گولیاں بنائیے۔ چھوٹی چھوٹی کانڈ کی پرچیوں پر مرزا قادیانی کی وحی لکھئے ”زندگیوں کا خاتمہ“ (تذکرہ ص ۵۷۷)

پرچیوں کو گول کر کے کالی مرچ کے برابر گولیاں بنائیے۔ گولی کے اوپر تھوڑی سی چینی اور تھوڑا سا دسی گھی لگا دیں۔ خوشبو سے چوہا بھاگا بھاگا آئے گا اور فوراً گولی کھل جائے گا۔ ادھر گولی چوہے کے اندر ادھر چوہے کا دم باہر یعنی ”زندگیوں کا خاتمہ“

گلی محلے کے خاکروب سے کام لینے کے لئے۔ اگر آپ کے گلی محلے کا خاکروب اکثر چٹیاں کرتا ہے یا آپ کی گلی کی صفائی چھوڑ جاتا ہے صفائی کرنے کے لئے اکثر دیر سے آتا ہے تو آپ صبح صبح اٹھ کر مرزا قادیانی کی طرح ایک آنکھ پوری اور دوسری آنکھ آدمی کھول کر جھاڑو ہاتھ میں پکڑ کر دس مرتبہ مرزا قادیانی کی وحی پڑھیں۔

”حنیف مسیح“ (تذکرہ ص ۷۳۳) پڑھتے ہی آپ کے مکان پر خاکروب یوں آئے گا جس طرح نشیب کی طرف بہتا ہوا پانی۔

دولت مند بننے کے لئے۔ دولت مند بننے کے لئے مرزا قادیانی کا اہم یاد رکھیں۔ ”کرنسی نوٹ“ (تذکرہ ص ۵۶۱)

اپنے کسی نومولود بچے کا نام کرنسی نوٹ رکھیں۔ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، بچے، بچیاں، ماموں، ممانیاں اور دیگر رشتہ دار و محلے دار جب اس بچے کو کرنسی نوٹ کے نام سے پکاریں گے تو گھر میں کرنسی نوٹوں کی چل پھل ہو جائے گی۔ مہینہ میں ایک دفعہ بچے کے گلے میں کرنسی نوٹوں کا ہار ڈال کر اسے علاقے کی گلیوں میں اچھی طرح گھما لیا کریں۔ اگر دولت کی زیادہ ضرورت ہو تو بڑے بیٹے کا نام بدل کر ”ڈالر“ اور بڑی بیٹی کا نام ”پونڈ“ رکھ لیں اور اپنا نام ”موری والا پیسہ“ رکھ لیں۔

فصلوں سے پرندے اڑانے کے لئے۔ فصلوں کو خراب کرنے والے پرندوں

کو اڑانے کے لئے مرزا قادیانی کی وحی پیش خدمت ہے۔

پریش - عمر پراطوس یا پلاطوس (مکتوب احمدیہ جلد اول ص ۶۸)

کھیت کی طرف منہ کر کے منہ کے گرد ہاتھوں کا ہالہ بنا کر دھماکے دار اور کڑا کے دار طریقہ سے مندرجہ بالا تین الفاظ ادا کیجئے۔ الفاظ کی ادائیگی اس طرح سے ہو کہ گویا آپ منہ سے الفاظ نہیں نکال رہے بلکہ الفاظ کے کارتوس چلا رہے ہیں۔ لفظوں کے اس دھماکے کے بعد آپ کو گھبرائے ہوئے پرندے بڑی تیزی سے اڑتے ہوئے دکھائی دیں گے ممکن ہے کہ کچھ پرندے آپ کے ”پریش - عمر پراطوس یا پلاطوس“ کے کارتوس کی آواز سے ڈر کر مرجائیں جو کہ آسانی سے آپ کے کھانے کے کام آسکتے ہیں۔

گھنچے پن کا فوری علاج :- اگر آپ گھنچے ہیں اور اپنی نڈ پر بہت سی دوائیاں اور رنگ برنگے تیل استعمال کر چکے ہیں لیکن ابھی تک آپ فارغ البال ہیں تو گھبرائیے نہیں۔ دواخانہ مرتدیہ قادیانیہ کا نسخہ پیش خدمت ہے۔

خواب میں دکھائے گئے۔ (۱) تین استرے (۲) عطر کی شیشی (تذکرہ ص ۷۴)

آپ کچھا اور بنیان پن کر کسی نمر کے کنارے بیٹھ جائیں۔ جسم بالکل ڈھیلا چھوڑ دیں اور آنکھیں بند کر لیں اور تصور کریں کہ تینوں استرے آپ سر پر پھیر رہے ہیں پورے ایک گھنٹے کے بعد تصور کریں کہ اب استرے چلنے بند ہو گئے ہیں اور آپ کے سر پر چھوٹے چھوٹے بال نمودار ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد تصور کریں کہ آپ کے بالوں کی عمر ایک ماہ ہو گئی ہے۔ اب ان پر عطر کی شیشی سے عطر چھڑکائیں۔ جس سے آپ کی نڈ مک اٹھے گی۔ اب تصور کریں کہ تینوں استرے آپ کے سر پر دوبارہ چلنے شروع ہو گئے ہیں اور ان کے چلنے سے ایک ماہ کی عمر کے سارے بال صاف ہو گئے ہیں۔ اب پھر تصور کریں کہ ایک مہینہ گزر گیا ہے۔ پھر تینوں استرے چلا دیجئے۔ ساتھ ساتھ عطر کی شیشی سے چھڑکاؤ بھی کرتے جائیں۔ تصور میں یہ عمل دس مرتبہ کریں لیکن اس بات کی احتیاط رہے کہ استروں کی چال سے آپ کے کان محفوظ رہیں۔ یہ عمل ایک مہینہ تک متواتر کرتے رہیں اور تصور میں یہ رکھیں کہ بالوں کی لمبائی چار

انچ ہو گئی ہے۔

پرہیز:- ایک مہینہ نہانا نہیں۔

ایک مہینہ آئینہ نہیں دیکھنا۔

ایک مہینہ سر کسی کو نہیں دکھانا بلکہ چادر سے اچھی طرح ڈھانپ کے رکھیں۔ ایک مہینہ کے بعد سر پر ہاتھ پھیریں۔ اگر سر پر بھی صاف شفاف ہو تو ایک پیالی میں پانی لے کر اس میں ناک ڈبو کر مرنے کی کوشش کریں۔

اگر والدین کی سختی کی وجہ سے لڑکی سے ملاقات نہ ہو سکے :- اگر لڑکی کے والدین کو آپ کے عشق کا پتہ چل گیا ہے اور انہوں نے لڑکی کے باہر نکلنے پر پابندی لگا دی ہے اور آپ اپنے محبوب کی شکل دیکھنے کو ترستے ہیں تو فوراً مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل کلام پڑھیے۔ مرزا قادیانی اپنی محبت میں یہی کلام پڑھا کرتا تھا۔

سب کوئی خداوند بنا دے کسی صورت سے وہ صورت دکھائے
کرم فرما کے آ او میرے جانی بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر جنگ ہو کر دلا اک بار شورو غل چا دے

(سیرت الہدی جلد اول ص ۲۳۳ - ۲۳۲ مصنفہ مرزا بشیر احمد)

اگر محبوب دھوکا دے جائے :- اگر آپ کا دل محبوب کی محبت میں جکڑا ہوا ہے، لیکن محبوب بے وفائی کر گیا ہے اور آپ اس کی جدائی میں انگاروں پہ لوٹ رہے ہیں۔ وقت کی ہر گھڑی آپ کے سینے پہ تلوار کی نوک چھو رہی ہے اور آپ کی زندگی میں کسی کوٹ چھین نہیں۔ تو ایمر جنسی چھین حاصل کرنے کے لئے۔ مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل کلام پڑھیے۔ مجرب ہے۔ حکیم نور الدین اور مرزا بشیر الدین کے بھی زیر استعمال رہا اور اکسیر پایا۔

نہیں منظور تھی مگر تم کو الفت تو یہ مجھ کو بھی بتلایا تو ہوتا
میری دلسوزیوں سے بے خبر ہو میرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا

(سیرت الہدی حصہ اول ص ۲۳۳ - ۲۳۲ مصنفہ مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

قادیانو! ہم نے مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کی چھابڑی سے یہ چند نسخے بطور نمونہ پیش کئے ہیں۔ اگر ان کے علاوہ کسی اور بیماری یا مسئلے کے لئے نسخہ کی ضرورت ہو تو فوراً رابطہ کریں۔ ہم آپ کو مرزا قادیانی کی تعلیمات کی ”تاریکی“ میں اس کا جواب فوراً ارسال کریں گے۔

مزارِ فاطمی کا شاعرانہ مقام

اشعار کے طنزیہ قہقہے ، مصرعوں کی گدگدیاں ، الفاظ کی چھین
مزاح اور حقائق کا حسین امتزاج جس میں قادیانی نبوت کی
شناخت پر یڈ بھی ہے اور ریکارڈ بھی !

راقم آثم شاعر تو نہیں لیکن، مطالعہ کی حد تک شاعری سے ایک تعلق ضرور ہے۔ گزشتہ چند ماہ سے دوران مطالعہ شاعری ایک عجیب اور دلچسپ صورت حال سامنے آ رہی ہے کہ میری نظروں سے بہت سے اشعار ایسے گزرے جنہیں پڑھ کر یوں محسوس ہوا کہ عمدہ رفتہ اور عمدہ حاضر کے شاعروں نے یہ اشعار صرف مرتہ ذلیل، کذاب ہندوستان، مرزا قادیانی، اس کی سیرت رزیلہ اور اس کی جماعت خبیثہ کو سامنے رکھ کر کہے ہیں اور یہ اشعار اپنے موضوعات پر یوں پورے اترتے ہیں، جس طرح دجل، کذاب، مرتہ اور زندیق کے الفاظ مرزا قادیانی کی شخصیت بے حیثیت پر پورے اترتے ہیں۔ بندہ اپنے اس خیال میں کس حد تک صحیح ہے۔ اس کے لئے میں آپ کو دعوت مطالعہ و تجربہ دیتا ہوں۔

لیجئے کتابچہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ بسم اللہ کیجئے!!!

مرزا قادیانی کی شکل دیکھ کر

خوس کا سر، شکل بندر کی ہے منہ خنزیر کا

ایک پہلو یہ بھی ہے انسان کی تصویر کا

مرزا قادیانی کی فطرت رزیلہ دیکھ کر

ہوتا ہے اک پل میں کھنڈر دل بسا ہوا

پانی بھی مانگتا نہیں تیرا ڈسا ہوا

مرزا قادیانی کی عادات و حرکات و سکنات دیکھ کر

ہلاکت آفریں ہے اس کی ہر بات

عبدت کیا، اشدت کیا، ادا کیا

مرزا قادیانی کا روپ بہروپ

سوچو تو سلوٹوں سے بھری ہے تمام روح

دیکھو تو ایک شکن بھی نہیں ہے لباس میں

افیون کھانے پر

تھوڑی سے کھا کے دیکھئے تاثر کبھی

پل میں ہمیں کرائے گی یہ سیر چاند کی

سر پر پگڑی باندھنے پر

دستار کی ہر تار کی تحقیق ہے لازم
ہر صاحب دستار معزز نہیں ہوتا

سر کے بال سفید ہونے پر

گو قلب سیاہ ہے ابھی تک
پر بال سفید ہو گئے ہیں
خوبصورت لباس پہن کر دربار انگریز میں سلام کرنے پر
ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں پرکھا تو ان کی روح
بے پیر بن تھی جسم سراپا لباس تھا
مٹی کے ڈھیلے کھانے اور گڑ سے استنجا کرنے پر۔

امقوں کی کی نہیں غائب
ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں
ایک سو ایک بیمار یوں کا مجموعہ ہونے پر

بیٹھے ہو جو یوں جسم کی قبروں میں سٹ کر
کتبہ بھی سر قبر لگا کیوں نہیں دیتے
ای پلو مرکی شراب پینے پر

پی شوق سے ”مرزا“ ارے کیا بات ہے ڈر کی
دو رخ تیرے قبضے میں ہے جنت تیرے گھر کی
مریدوں کے گھر پر تکلف و دعوتیں اڑانے پر

بت ہی مرے دار تھا تیرا کھانا
بڑھ کر ہاتھ ذرا مجھ کو اٹھانا
مرزا قادیانی اپنے خاص ساتھیوں کی محفل میں دوش میں

شام ہے آؤ لب جو بیٹھ کر دو ایک گھڑی
کچھ بحث کچھ گردش ایام کی باتیں کریں

تعارف شخصیت مرزا قادیانی

ذہن آوارہ، دل آوارہ، نظر آوارہ

کیسے اس حل کو پہنچا، نہ کسی نے پہنچا!

مرزا قادیانی کی باگی چل دیکھ کر

حضرت تملدی چل بھی کتنی عجیب ہے

رکتے کہیں ہو پاؤں اور پڑتا کہیں پہ ہے

جب مسلمانوں کی طرف سے قتل کی دھمکیاں ملیں

موت کا ایک دن معین ہے۔

نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

مختلف روپ اختیار کرنے پر

اس کے قامت سے اسے جان گئے لوگ فراز

جو لبادہ بھی وہ چلاک پن کے نکلا

مرزا قادیانی کے سونے پر

سر کہیں، بال کہیں، ہاتھ کہیں، پاؤں کہیں

ان کا سونا بھی کس شان کا سونا ہے

دعویٰ نبوت کرنے پر

کیا مصطفیٰ کے بعد آیا نہ میلہ

بھر قادیاں میں کس لئے مجھ سانہی نہ ہو

قرآن مجید میں تحریف کرنے پر

ڈھیٹ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر

سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

امام زماں کا دعویٰ کرنے پر

اتنی نہ بڑھا پاکی دامن کی حکایت

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

منافعِ اعظم کا کردار ادا کرنے پر

نقدار نے بھی دھار لیا روپ مسلمان
تسج کے دانوں میں چھپی تیغ ستم ہے۔

جعلی نبوت کو دیکھ کر

کافذی پھول مسکتے نہیں گلدانوں میں
خون ہوتا نہیں تصویر کی شریانوں میں

عالم ہونے کا دعویٰ کرنے پر

مذہبی لوگوں میں اٹھا بیٹھنا آسان نہیں
احتیاط ہم نے بھی پسلا سیپارہ پڑھ لیا

کفر و ارتداد میں لاپٹلی ہونے پر

آخر زمانہ آئینہ دکھلا کے رہ گیا
لانا پڑا تم ہی کو تسمارے جواب میں

چہرہ کا دیانیت دیکھنے پر

اتنے حجاب پر بھی یہ عالم ہے "کفر" کا
کیا حال ہو جو دیکھ لیس پردہ اٹھا کے ہم

مختلف ذاتیں بدلنے پر

بدگمانی ہو جس کو خود سے جمال
راستہ وہ بدلتا رہتا ہے!

شانِ رسالت میں گستاخیں کرنے پر

لب کشائی نہ کر نبی کے خلاف
ورنہ ہو جائے گی تیری زبان برباد

دولت کی خاطر انگریز کے در پر ایمان بیچنے پر

بیچتا پھرتا ہوں خود کو سر بازار حیات
مجھ کو رسوا کئے رکھتی ہے ضرورت میری

جماد کو حرام قرار دے کر انگریزی حکومت کا ساتھ دینے پر
 پرانی محنتیں آؤ کہ ہٹ لیں دونوں!
 کچھ اس طرح کہ شہر تیرے اور شہر میرے
 شیطان سے دوستی کا اظہار کرنے پر

چاہ میں ان کے طمانچے کھائے ہیں!
 دیکھ لو سرفی میرے رشد کی
 حضرت پیر مر علی شاہ گولڑویؒ کو مناظرے کا چیلنج دینے پر
 ابتداء یہ تھی کہ میں تھا اور دعویٰ علم کا
 اتنا یہ تھی کہ اس دعوے پہ شرمایا بہت
 مولانا شاہ اللہ امرتسریؒ سے تحریری مباحثہ کرنے پر
 ابھا ہے پاؤں یار کا زلف دارز میں
 لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مولانا کرم الدین کے دائر کردہ مقدمہ کی پیشی پر قادیاں سے جہلم کا تکلیف دہ سفر کرنے پر
 انہیں پتھروں پہ اگر چل کے آ سکو تو آؤ
 میرے گھر کے راستے میں کوئی نکشلاں نہیں ہے
 مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کرنے پر
 اللہ رے اسیری بلبل کا اجہام
 صیاد عطر مل کے چلا ہے گلاب کا
 مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے عیسائیوں اور ہندوؤں سے ملی جھگت کر کے مناظرے
 کرنے پر

اب دام مگر کسی اور جا بچھائیے
 بس ہو چکی نماز مصلے اٹھائیے
 قادیانیت کو عین اسلام کہنے پر

لیروں نے جنگل میں شمع جلا دی
 مسافر یہ سمجھا کہ منزل یہی ہے

اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شیطانی تصانیف شائع کرنے پر
 وہ اک دعبہ ہیں علم و آگہی کے نام پر
 تیرگی پھیلا رہے ہیں روشنی کے نام پر
 کسی مسلمان کا فتنہ ارتداد کا شکار ہونے پر
 جلا ہے دل یا کوئی گھر یہ دیکھنا لوگو
 ہوائیں پھرتی ہیں چاروں طرف دھواں لے کر
 مسلمانوں کی طرف سے مذمت و مرمت کرنے پر ملکہ کو غم کی کہانی سناتے پر
 تجھے دکھاؤں گا وہ زخم جو گئے دل پر
 عزیز جاں کچھ آساں نہیں وفا کرنا
 ملکہ کا جواب محبت

تیرے بغیر کسی چیز کی کمی تو نہیں
 تیرے بغیر طبیعت اداس رہتی ہے
 جب ملکہ کا لاڈلا سفر آخرت پہ جا رہا تھا

دونوں جہاں تیری محبت میں ہار کے
 وہ جا رہا ہے کوئی ”زیت کفر“ مزار کے
 جب محمدی بیگم کے عشق میں پریشان بیٹھا تھا

نہ چھینز اے نکت باد بھری راہ لگ اپنی
 تجھے انہکبیلں سو جمی ہیں ہم بیزار بینے ہیں
 عاشق نامراد جب محمدی بیگم کو خوابوں میں دیکھتا تھا

سو بار تیرا دامن ہاتھ میں میرے آیا
 جب آنھ کھلی دیکھا تو اپنا ہی گریباں تھا
 جب محمدی بیگم سے عشق دیوانگی کی حد تک پہنچا

سر چڑھ کے کہا یاد کی پاپوش نے مجھ سے
 سنتے ہو؟ میں سودائے محبت کی دوا ہوں

جب محمدی بیگم کی نسبت مرزا سلطان سے طے پاگئی

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا

اگر نور چیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

محمدی بیگم کی بارات کی رخصتی کے وقت

جان بہت شرمندہ ہوں

تجھ سے بچھڑ کر زندہ ہوں

محمدی بیگم کی بارات کی رخصتی کے بعد مرزا قادیانی کی دیوانگی

اٹھا کر چوم لی ہیں چند مرجھائی ہوئی کلیاں

نہ تم آئے تو یوں جشن بہاراں کر لیا میں نے

محمدی بیگم کی رخصتی کے بعد جب لوگ مرزا قادیانی پہ ہنس رہے تھے

اے دیکھنے والو! مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو

تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بتا دے

عالم نزع میں محمدی بیگم کو یاد کرنے پر

تو کہاں دور جا رہی ہے مجھ سے!

اب تو آ جا کہ وقت آخر ہے!

مرنے کے بعد بھی محمدی بیگم کی یاد

آنکھیں کھلی ہوئی ہیں پس مرگ اس لئے

جانے کوئی کہ طالب دیدار مر گیا

نوسرباز ہونے پر

سجاتا رہتا ہوں کانفہ کے پھول پیڑوں پر

میں تتلیوں کو پریشان کرتا رہتا ہوں

مرکز قادیانی نبوت ”قادیان“ دیکھ کر

پھول ہیں کہ لاشے ہیں باغ ہے کہ مقل

شاخ شلخ ہوتا ہے درد کا گمک یارو

بہشتی مقبرہ دیکھ کر

میں نے ایک ایسا شہر بھی دیکھا ہے یارو
جہاں جنت کے نام پر جنم بکنا ہے یارو
قادیانی جماعت کے افراد دیکھ کر

روحیں تو اک زمانہ ہوا ہو چکیں فردشت
کس نرٹ سے بکس گے بدن دیکھتے رہو
مرزا قادیانی کے ساتھی ”قادیانی صحابہ“ دیکھنے پر
خداں نہیں، ملک نہیں، رعنائیاں نہیں
قاتل یہ پھول ہیں کہ جنازے بھلے کے
قادیانی جماعت کا سالانہ میلہ دیکھ کر

عجب شان سے نکلا تھا ”قادیانیوں“ کا جلوس
کہ پھول ہاتھ میں اور آستین میں خنجر تھے
شکار پر نکلے قادیانی سبغین دیکھ کر

دیکھ کر دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ
سانپ ہوتے ہیں آستینوں میں
لاہوری گروپ کے لیڈر محمد علی لاہوری سے مرزا قادیانی کی پر شکوہ گفتگو سن کر
تمام عمر کہاں کوئی ساتھ دیتا ہے۔
یہ جانتا ہوں مگر تھوڑی دور ساتھ چلو
محمد علی لاہوری قادیانی کا جواب شکوہ

ہے تجھ کو گلہ میرے خیالات سے اب تک
میں بھی تیرے حالات سے شگفتہ تو رہا ہوں

اٹھارہ سالہ نصرت جہاں بیگم سے دوسری شادی رچانے کے بعد ستر سالہ بڑھے کھوسٹ مرزا
قادیانی کے جہنی مومن منانے پر

چلو آج چھٹی منانے چلیں
کسی باغ میں ہیر کھانے چلیں

دوسری شادی کے وقت مرزا قادیانی کی قوت مردی ساقط ہونے پر نصرت جہاں بیگم کاٹو

خوش نصیب کون زمانے میں ہے گوہر کے سوا

سب کچھ اللہ نے دے رکھا ہے شوہر کے سوا

پہلی شب برات کے موقعہ پر نصرت جہاں بیگم کے تحفہ مانگنے پر

تحفہ شب برات میں کیا دوں

میری جاں! تم تو خود پناہ ہو

ستر سالہ بڑھے کھوسٹ خاوند کی بوتھی دیکھ کر نصرت جہاں بیگم کا تبصرہ

آنکھیں غلط ہیں آپ کی اور ہونٹ ہیں خراب

پورے جہاں میں آپ کا کوئی نہیں جواب

”بہجے کی ماں“ سے ناراضگی کی وجہ

ہم نے دل اسے دیا دلدار سمجھ کر

وہ کھا گیا اسے نسوار سمجھ کر

نصرت جہاں بیگم کے سامنے بیٹھ کر سگریٹ سلگانے پر

تمہارے آتشیں ہونٹوں سے جاٹوں

اجازت ہو تو سگریٹ ہی جلا لوں

مرزا قادیانی کا ایک مرید جب دیوانگی میں آیا

قیچیاں نظر کروں۔ سکتے تھے پیش کروں

اے میرے کانے گرد بتا تجھے کیا پیش کروں

ایک رات جب نصرت جہاں بیگم سے ناراضگی ہو گئی

تکسے پہ شب کو پانی چھڑک کر میں سو گیا

وہ سمجھیں ان کے جبر میں رویا تمام رات

محمدی بیگم کے والد کی سختی دیکھ کر

اس کا ابا بڑا ”ڈاڈا“ ہے

پتہ نہیں بندہ ہے کہ ”کاڈا“ ہے

نصرت جہاں بیگم کے میکے روانگی پر

ہمدی یاد کبھی لے جو دل میں اگھڑائی

برآمدے کے ستوں سے پلٹ کے رو لینا

نصرت جہاں بیگم سے شادی کے دو سال بعد مرزا قادیانی کی کیفیت

فائدہ یہ خوب شادی کا ہوا

ہم کو بھی کھانا پکانا آ گیا

مساجد کی طرز پر قادیانی عبادت گاہیں تعمیر کرنے پر

کاروانوں کو لونے کے لئے

رہزوں نے دیئے جلانے ہیں

جب انگریز ہی کے دور میں مسلمانوں کو گالی گلوچ کرنے پر عدالت سے تحریری معافی مانگنے

پڑی اس پر مرزا قادیانی کا گلہ

تمہیں نے مجھ کو تماشا بنایا

تمہیں ہنس رہے ہو تماشا سمجھ کر

ایک رات جب بھانوانگئیں دبا کر جانے لگی

میں نے کبھی یہ ضد تو نہیں کی پر آج شب

اے مہ جبین نہ جا کہ طبیعت اداس ہے

آخری وقت میں جب طبیب علاج کے لئے آیا

اے طبیب ہٹ جا ذرا پرے میں مریض عشق ہوں لااداس

مجھے جس نے درد عطا کیا اسی چارہ گر کی تلاش ہے

مریدوں کا چہرہ کھانے پر

وفا کے نام پر کچھ شعبدہ گر

چرا لیتے ہیں ہاتھوں کی حنا تک

کسی قادیانی کا دل سے مرزا قادیانی کو جھوٹا سمجھنے کے باوجود زبان سے سچا کہنا

مروت کی قسم تیری خوشی کے واسطے اکڑا

سراب دشت کو آب رواں کہتا ہی پڑتا ہے

بھانوسے آدمی رات کو ٹانگیں دبوانے پر

ہلی ہے مغربی تہذیب کے آغوشِ عشرت میں!

نبوت بھی ریلی ہے، پیغمبر بھی ریلیا ہے

پادری آتھم کے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہونے پر

فتح و شکست نصیبوں سے ہے ولے اے میر

مقابلہ تو دل باتوں نے خوب کیا

وقت نزع شیطان کو پکارتے ہوئے

تیرا تیار محبت نزع کے عالم میں ہے

دم ہے آخر اب تو آجا پھر چلا جا دیکھ کر

مرض الموت میں جب مٹی مٹی ملاقات کے لئے نہ آیا

زندگی کے اداس لہجوں میں

بے وفا دوست یاد آتے ہیں

جب فرشتہ روح نکالنے لگا

بہنہ موت کا ماتھے پہ آیا آئینہ لاؤ

ہم اپنی زندگی کی آخری تصویر دیکھیں گے

مرنے کے بعد جب فوٹو گرافر فوٹو اتار رہا تھا

ہے کس بلا کا فوٹو گرافر ستم طریف

میت سے کہہ رہا ہے ذرا مسکرائے

مرنے کے بعد جب مرزا قادیانی کی ذاتی اشیاء برآمد ہوئیں

چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط

بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ سلمان نکلا

جب مٹی خانہ میں مرنے پر مسلمانوں نے ٹھٹھہ و مذاق کیا

ہوئے مر کے ہم جو رشتہ ہوئے کیوں نہ غرق دریا

نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

موت کے بعد جب منہ سے پاخانہ بہہ رہا تھا

دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوش نصیحت نبوش ہو

جب جنازہ جا رہا تھا

دنیا سے جا رہا ہوں چمپا کر کفن سے منہ
افسوس بعد مرنے کے آئی حیا مجھے

مرزا قادیانی کی قبر دیکھ کر

آتش افشاں ہے زمین ایسی جگہوں سے کہ جہاں
لقمہ خاک ہوئے زہر اگلنے والے

عذاب قبر پر

وہ آگ ہے کہ میری پور پور جلتی ہے
”وہ گرزہیں کہ میری نس نس کٹتی ہے“

وجہ مضمون :-

نہ تم صدے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سرستہ نہ یوں رسوائیں ہوتیں

جب
مرزا قادیانی
کو
انٹریز کا نبوت
ماکا!

ایک کشادہ اور خوبصورت کمرہ جس کی آرائش و زیبائش قابل دید ہے۔ کمرے میں نقش و نگار سے مزین ایک میز پڑا ہے۔ میز کے ارد گرد حلقہ بنائے کچھ آدمی بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں جیسے کسی نہایت اہم چیز کی تلاش ہو یا کسی الجھے ہوئے مسئلے کا حل مطلوب ہو۔ سوچنے والوں میں سے کسی کے ماتھے پر سوچ کی سلوٹیں ہیں۔ کوئی کرسی سے ٹپک لگائے پوری آنکھیں کھول کر خلاء میں گھور رہا ہے اور کوئی سگار منہ میں رکھے سوچوں کی وادیوں میں سرگرداں ہے۔ کمرے میں مکمل خاموشی ہے اور کبھی کبھی کسی کے کھانسنے یا بولنے سے یہ سکوت ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ لوگ کون ہیں؟ یہ انگریزی حکومت کے ہندوستان میں اعلیٰ عہدوں پر فائز سرکردہ لوگ ہیں۔ یہ مسلمانوں کی تاریخ اور ان کی نفسیات پر سوچ رہے ہیں۔ یہ ہندوستان کے سیاسی اور مذہبی حالات پر غور کر رہے ہیں۔ یہ ہندوستان میں اٹھنے والی مختلف دینی اور سیاسی تحریکوں کا جائزہ لے رہے ہیں۔ وہ ان سوچوں میں گم ہیں کہ ہمیں ہندوستان کو غلام بنائے ایک لمبا عرصہ بیت گیا لیکن ہندوستان کے باہت مسلمانوں نے ہماری غلامی کو آج تک تسلیم نہیں کیا۔ ہم ان کے دلوں سے مذہب کی محبت کی حدت و حرارت نہیں نکال سکے۔ ان کی مساجد آباد ہیں۔ دینی مدارس سے ہمارے خلاف جری جوانوں کی فوج تیار ہو کر نکل رہی ہے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے اپنے سینوں میں قرآن لئے پھرتے ہیں۔ ان کے علماء ہمارے عیسائی مبلغین کے پاؤں نہیں جمنے دیتے۔ لاکھوں عیسائی مبلغین کی ڈاریں پورے ہندوستان میں بکھیرنے کے باوجود ہم ناکام و نامراد رہے۔ ہم ان کے دلوں سے ان کے نبیؐ کی محبت نہیں نکال سکے۔ قرآن کے لاکھوں نسخے جلوانے کے باوجود ان کے گھروں سے قرآن پڑھنے کی صدائیں اٹھتی ہیں۔ ہم نے انہیں پابند سلاسل کر کے دیکھ لیا لیکن ان کے دلوں میں فکر حریت کے چراغ کی لو کو مدھم نہ کر سکے۔ اگرچہ سیم و زر کے بل پر ہم نے چند غداروں کو خرید تو لیا لیکن انہوں نے ان غداروں پر لعنتوں کے ڈوگرے برسائے۔

کرسی صدارت پر بیٹھا ہوا گنجے بہر والا آدمی اپنی مونچھوں کو مروڑتا ہوا بولا کہ

میں نے وہ راز پا لیا ہے جس سے مسلمانوں کو دائمی غلام بنایا جا سکتا ہے۔ وہ بولا کہ جہاد ہی وہ جذبہ ہے جو مسلمانوں میں جرأت، ہمت اور شجاعت پیدا کرتا ہے اور ان کے ہاتھ ہمارے گریبانوں تک پہنچاتا ہے۔ جب بھی کوئی مرد قلندر نعرہ جہاد بلند کرتا ہے تو فاقہ مست مسلمان اس کی صدا پر لہلہ لہک کر کتے ہوئے میدان کار زار میں کود پڑتے ہیں اور دیوانہ وار اپنے دین پر نثار ہو جاتے ہیں۔ ایک مسلمان جب ہم سے برسرِ پیکار ہوتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے موت نہیں بلکہ نعمتوں سے لدی جنت اور دل میں اللہ اور اپنے رسولؐ سے ملاقات کی ترپ ہوتی ہے۔ ایسی قوم کو غلام بنانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کے دلوں سے جذبہ جہاد نوچ لیا جائے لیکن اس کے لئے ہمیں ایک جھوٹے نبی کی ضرورت ہو گی، جو اعلان کرے گا کہ خدا نے مجھے اس دھرتی پر نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ اعلان کرے گا کہ اب اللہ تعالیٰ نے جہاد کو حرام قرار دے دیا ہے۔ نبوت کا دعویٰ کرنے سے سادہ لوح مسلمانوں کی محبتوں اور عقیدتوں کا رخ اپنے نبی سے ہٹ کر اس جھوٹے نبی کی جانب ہو جائے گا اور اس طرح وہ شخص اپنی اچھی خاصی جماعت بنا لے گا اور پھر وہ اور اس کی جماعت جہاد کے حرام ہونے کی تبلیغ و تشریح کرے گی۔

جھوٹے نبی کی تلاش

وائسرائے ہند کے کہنے پر جھوٹے نبی کی تلاش شروع ہو گئی۔ تلاش کرنے والے ماہرین کو تاکید کی گئی کہ سب سے زیادہ کوشش اس نکتہ پر کی جائے کہ مطلوبہ شخص پنجاب سے مل جائے! کیونکہ پنجاب کے لوگ بڑے بہادر، دلیر اور دلاور ہوتے ہیں۔ زیادہ تر دینی و سیاسی تحریکیں پنجاب ہی سے اٹھتی ہیں۔ جھوٹے نبی کی تلاش کرنے والی ٹیم اپنے مشن پر روانہ ہو جاتی ہے۔ کچھ دنوں بعد ٹیم کا ایک شخص چھوٹی ساتھ درمیانے قد کے ایک آدمی کو لاتا ہے۔ جس کا منہ میلا کھیلا، آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور ادھ کھلی، موٹے موٹے ہونٹ جن پر سیاہی پھیلی ہوئی، سر اور داڑھی کے بل اچھے ہوئے اور کنگھی سے نا آشنا، بڑے بڑے اور گہرے کان جیسے چھوٹے چھوٹے

پیالے ہوں، دانتوں سے جھانکتی ہوئی پیلاہٹ، کپڑوں پر میل کی تمیں، خاک میں اُنے ہوئے جوتے اور غیر متوازن جسم۔ یہ شخص چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اور جھومتا ہوا کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ جھوٹے نبی کا انتخاب کرنے والی ٹیم کے تمام ممبران کمرے میں بیٹھے ہیں۔ وہ حیرت زدہ ہو کر آنے والے آدمی سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے ساتھ یہ شخص کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ جناب یہ آپ کی نبوت کا امیدوار ہے۔ وہ غصے سے کہتے ہیں تمہیں اس کے سوا کوئی اور نہ ملا۔ یہ انسان ہے کہ بھوت؟ اس کی شکل دیکھ کر تو ہمیں متلی آ رہی ہے، لوگ اس کو کیسے نبی مان لیں گے۔ آنے والا شخص جواب دیتا ہے کہ جناب ہم نے سارا ہندوستان چھان مارا۔ بڑے بڑے غداروں اور دولت و اقتدار کے حرموں کو اس کام کے لئے تیار کرنے کی انتہائی کوشش کی لیکن ہر ایک نے نفی میں جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ جناب نبوت کا دعویٰ تو بڑی دور کی بات ہے ہمیں تو یہ سوچ کر ہی کچکی سی آتی ہے اور خوف سے جسم میں سرولہروڑ جاتی ہے۔ جناب ہم نے یہ تجربہ کیا ہے مسلمان کتنا ہی گناہ گار ہو وہ اپنے نبی سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور اپنے نبی کی عزت و ناموس پہ جان قربان کرنا اپنے لئے سعادتِ عظمیٰ سمجھتا ہے۔ جناب! یہی ایک بختوں کا مارا، نصیبوں کا ہارا ملا ہے جس کی مہار شیطان نے تھام رکھی ہے۔ آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا ہے۔ آگے جناب کی مرضی لیکن یہ بات یاد رہے کہ دیکھنے میں تو یہ پھنپھناتا اور فرسودہ و بد شکل معلوم ہوتا ہے لیکن ہے بڑے کام کی چیز اور جھوٹی نبوت کے لئے جن اوصافِ رُبطہ کی ضرورت ہوتی ہے اس میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ آپ انٹرویو تو لے کر دیکھیں۔ چند منٹوں میں صورت حال نکھر کر آپ کے سامنے آ جائے گی۔

انٹرویو

پورڈ — تمہارا نام، ولعت، پتہ؟

مرزا قادیانی — میرا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ میرے باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور میرا گھر مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور کے چھوٹے سے گھوس قادیان میں ہے۔

بورڈ --- تمہاری تعلیم؟

مرزا قادیانی --- میں ٹوٹی پھوٹی اردو، ٹوٹی پھوٹی انگریزی اور بہت ہی ٹوٹی پھوٹی عربی جانتا ہوں۔

بورڈ --- آج کل کیا کام کرتے ہو؟

مرزا قادیانی --- آج کل میں سیالکوٹ کی پکھری میں مٹی ہوں۔

بورڈ --- نبی تو علم کا سمندر ہوتا ہے اور تمہاری تعلیم تو بہت کم ہے مگر ہمیں اپنی نبوت چلانے کے لئے بہت سارا لٹریچر اور بہت ساری کتابیں چاہئیں۔ تو پھر یہ لٹریچر اور کتابیں کون لکھے گا؟

مرزا قادیانی --- جناب آپ فکر نہ کریں میرا ایک دوست حکیم نور الدین ہے۔ وہ پڑھا لکھا آدمی ہے اور پہلے ہی اسلام کے بہت سے بنیادی عقائد کا باغی ہے۔ وہ ہر قدم پر میرے ساتھ ہو گا اور کچھ علمائے سو اس کے دوست ہیں، وہ بھی آجائیں گے۔ باقی تحریف قرآن و حدیث کے لئے عیسائیوں اور یہودیوں کی ٹیم آپ مجھے دے دیں۔ وہ سب مل کر کتابیں اور لٹریچر تیار کریں گے اور کتابوں پر نام میرا چلے گا اور اس طرح پورے ہندوستان میں میرے علم کا ڈنکا بجے گا اور میں اپنا نام ”سلطان القلم“ رکھ لوں گا۔ (ہی ہی ہی)

بورڈ --- نبی تو بڑے حسین و جمیل ہوتے ہیں اور تم تو بڑے کرمہ صورت ہو۔ تمہارے نقوش انتہائی بھدے اور رنگ کالا ہے۔ لہذا اس رنگ اور شکل کے ساتھ تمہارا نبی بننا بہت مشکل ہے۔

مرزا قادیانی --- سرجی! دراصل میں بچپن میں دوپہر کو چمپلائی دھوپ میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا اور گاؤں میں آوارہ گردی کرتا تھا۔ جس سے میرا رنگ کالا ہو گیا۔ آپ کے ولایت میں رنگ گورا کرنے والی اعلیٰ سے اعلیٰ کریمیں بنتی ہیں آپ وہ کریمیں مجھے منگوا کر دیں، میں وہ کریمیں اپنے بوتھے پر خوب رگڑوں گا اور جتنا بھی ممکن ہو سکا اپنا رنگ صاف کروں گا اور جہاں تک میرے بھدے نقوش کی بات ہے اگر آپ کا دل مانے تو پھر آپ میری پلاسٹک سرجری کوالیس، ویسے میں آپ کو ایک بات بتاؤں

جھوٹے نبی ہوتے ایسی ہی شکلوں کے ہیں۔ امت مسلمہ میں سب سے پہلے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا اسود عنسی تھا۔ وہ انتہائی کالا اور بد شکل تھا۔ جس کی وجہ سے اسے اسود (کالا) کہا جاتا تھا اور عنسی اس کے قبیلے کا نام تھا۔ آپ میلہ کذاب کو دیکھئے اس کا قد انتہائی ٹھگنا اور چہرے پر لعنتیں ملائیں رقص کرتی تھیں۔

سرجی! جو بھی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کا منہ سیاہی چوس کی طرح لعنت چوس ہو جاتا ہے اور اللہ 'اس کے فرشتوں' انسانوں' جنوں اور حجر و شجر کی طرف سے اس پر لعنتیں پڑتی ہیں اور اس کا منہ لعنت ہاؤس بن جاتا ہے۔ آپ ابھی سے گھبرا رہے ہیں۔ ابھی تو جب میں دعویٰ نبوت کروں گا پھر دیکھنا میرا منہ کس طرح "قلے منہ" بنتا ہے۔

بورڈ۔۔۔ تم سے بدلو بہت آ رہی ہے تم نہاتے نہیں ہو۔

مرزا قادیانی۔۔۔ سرجی! دراصل میں افیون کھاتا ہوں اور آپ کو تو پتہ ہے کہ جو افیون کھاتا ہے وہ پانی سے بڑا ڈرتا ہے۔

بورڈ۔۔۔ ہم نے تم کو اب غور سے دیکھا ہے تو پتہ چلا ہے کہ تم تو کالے بھی ہو۔ تمہاری ایک آنکھ چھوٹی ہے اور ایک بڑی ہے اور ویسے بھی تمہاری دونوں آدھ کھلی آنکھیں ہر وقت خوابیدہ سی رہتی ہیں ان مست الٹ آنکھوں کا کیا کیا جائے۔

مرزا قادیانی۔۔۔ سرجی! آپ بے فکر رہیں میں کہوں گا کہ میری آنکھوں کی یہ حالت کثرت عبادت کی وجہ سے ہے۔ لوگ سمجھیں گے کہ شب بیداری کی وجہ سے آنکھوں کی یہ حالت ہو گئی ہے اور وہ مجھے کوئی بہت ہی پہنچی ہوئی ہستی سمجھیں گے۔
(ہی ہی ہی ہی)

بورڈ۔۔۔ ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ جب تم زیادہ مقدار میں افیون کھا لیتے ہو تو گھٹنوں میں سر دے کر اونگھتے رہتے ہو۔

مرزا قادیانی۔۔۔ سرجی! گھبرانے کی کوئی بات نہیں لوگ سمجھیں گے کہ حضرت صاحب مراقبہ میں بیٹھے ہیں (ہی ہی ہی ہی)

بورڈ۔۔۔ نبوت کی ذمہ داری بہت بھاری ذمہ داری ہوتی ہے۔ نبی کو انتہائی محنت و

مشقت کرنا پڑتی ہے۔ لمبے لمبے سفر کرنا پڑتے ہیں۔ دشمنوں سے برسوں کا ہونا پڑتا ہے۔ فصاحت و بلاغت پر مبنی تقاریر کرنا پڑتی ہیں۔ لوگوں کی تربیت کرنا پڑتی ہے۔ لیکن تمہاری صحت تو بالکل کمزور اور رنگ زرد ہے۔ چلتے ہو تو ٹانگیں کانپتی ہیں اور سر جھومتا ہے۔ اس کا کیا تدارک ہے؟

مرزا قادیانی --- میں ایک غریب الوطن ہوں، پردیس میں نوکری کرتا ہوں۔ کچہری میں پندرہ روپے ماہوار میری تنخواہ ہے۔ گھر بھی پیسے بھیجنے پڑتے ہیں۔ یہاں بھی خرچ ہوتا ہے۔ غربت کی چکی میں پس پس کر میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ بڑی مشکل سے دو وقت کی دال روٹی چلتی ہے اور وہ بھی اگر دس پندرہ روپے رشوت نہ لوں تو فاقوں سے مر جاؤں۔ جناب جب آپ مجھے اپنا نبی بنا لیں گے تو پھر میں بکرے، مرغے، مرغابی، تیتڑ، بٹیر، قورمہ، زردہ، پلاؤ اور انواع و اقسام کے پھل کھاؤں گا۔ اور اوپر سے اسی پلوں کی شراب کی بوتل چڑھاؤں گا تو پھر میری صحت قابل رشک ہو جائے گی۔ (ہی ہی ہی)

بورڈ --- تمہاری زبان میں لکنت ہے اس سے تو ہمیں بہت نقصان پہنچے گا جب تم تقریر کرو گے تو لوگ تمہارا مذاق اڑائیں گے۔

مرزا قادیانی --- سرجی! آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں لکنت کو اس انداز سے استعمال کروں گا کہ لوگ سمجھیں گے کہ فکر دین کی وجہ سے میری آواز رندھی ہوئی ہے اور مجھ پر رقت طاری ہے۔ (ہی ہی ہی)

بورڈ --- تم کانے ہو ہمارا خیال ہے کہ ہم تمہاری آنکھ کا آپریشن کرا کے تمہاری آنکھ ٹھیک کرا دیں۔

مرزا قادیانی --- جناب میں پیدائشی کانہ ہوں، میں قدرتی کانہ ہوں۔ اس لئے آپریشن سے میری آنکھیں ٹھیک نہیں ہو سکتیں۔ ویسے آپ کی محبت کا بہت بہت شکریہ! بورڈ --- تم مسلمانوں کو اپنے گرد کس طرح اکٹھا کرو گے؟

مرزا قادیانی --- میں عیسائیوں اور ہندوؤں سے مناظرے کروں گا۔ ان کے خلاف تقریریں کروں گا اور ان کے خلاف لڑیچ شائع کروں گا۔ جس سے مسلمان مجھے ملت

اسلامیہ کا مجاہد اور ہمدرد و غمگسار سمجھیں گے۔ اس طرح میں ان کا لیڈر بن جاؤں گا اور بہت سے لوگ میرے گرد اکٹھے ہو جائیں گے۔ کیا ہے، جناب؟ (بی بی بی بی) بورڈ۔۔۔ ہم نے نوٹ کیا ہے کہ تم گالیاں بہت بکتے ہو۔

مرزا قادیانی۔۔۔ سرجی! یہی تو میرے پاس حریف کو بھگانے کا ہتھیار ہے ورنہ میرے پاس رکنا ہی کیا ہے۔

بورڈ۔۔۔ نبوت کا ذبحہ کو چلانے کے لئے بندے کو بہت جھوٹا، مکار، عیار، ڈھیٹ، بے شرم، دجال، کذاب وغیرہ ہونا بہت ضروری ہے۔ کیا تم میں یہ ”خویناں“ پائی جاتی ہیں اور کیا اس کا تمہیں کوئی عملی تجربہ بھی ہے؟

مرزا قادیانی۔۔۔ سرجی! جتنی عمر ہے اتنی ہی تجربہ ہے۔ یہ ساری ”خویناں“ جن کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ میری گھنی میں پڑی ہوئی ہیں اور میں ان تمام ”خوینوں“ کا منظر کامل ہوں۔ میں بچپن میں گھر سے چیزیں چرایا کرتا تھا۔ ساتھیوں سے چیزیں چھین کے کھا جاتا تھا۔ گھر سے پیسے غائب کر لیتا تھا۔ ابا کی پنشن لے کر بھاگ جاتا تھا۔ تھیر میں جا کر فلمیں دیکھتا تھا۔ پھر کچہری میں ملازم ہو گیا۔ یہاں سے رشوتیں وصول کرنے، جھوٹی تسلیاں دینے اور ادھر کا مال ادھر کرنے کے فنون میں مہارت تامہ حاصل کی۔ اب میں خود کو آپ کا نبی ہونے کے لئے سو فیصد فٹ سمجھتا ہوں۔

بورڈ۔۔۔ تم اپنے مذہب اور نبوت کی داغ بیل کس طرح ڈالو گے؟

مرزا قادیانی۔۔۔ میں نبی بن جاؤں گا۔ بیگم کو ام المومنین بنا لوں گا۔ بیوی بچوں کو اہل بیت بنا لوں گا۔ اپنے ساتھیوں کو صحابہ کہوں گا۔ اپنے شر قادیان کو مکہ و مدینہ کہوں گا۔ جنت البقیع کے مقابلہ میں قادیان میں پستی مقبرہ بناؤں گا۔ من گھڑت باتوں کو وحی کہوں گا۔ اپنی گفتگو کو حدیث کہوں گا۔ اپنے فرضی فرشتوں کی فہرست بناؤں گا اور خود کو اولی الامر قرار دے دوں گا اور آپ کی اطاعت، اللہ اور رسول کی اطاعت قرار دے دوں گا، جہاد کو حرام قرار دے دوں گا۔ غرضیکہ اسلام کے مقتل اپنا اسلام کھڑا کر دوں گا۔ کیا ہے میری سرکار؟ (بی بی بی بی)

بورڈ۔۔۔ مسٹر مرزا قادیانی ہم نے ہر پہلو سے اور ہر طرح سے تمہارا انٹرویو کیا ہے،

جس میں تم نے ثابت کیا ہے کہ تم واقعی ایک عیار، مکار، دغا باز، فتنہ ساز، دجال، کذاب، ضمیر فروش، ایمان فروش اور ملت فروش شخصیت ہو۔ تمہیں مبارک ہو کہ ہم نے تمہیں اپنی ”نبوت“ کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ ہم ابھی نائی کو بلاتے ہیں، وہ تمہارے آوارہ بالوں کی حجامت کرے گا۔ تمہاری واڑھی کی تراش خراش کرے گا۔ تمہاری بے مہار مونچھیں جو تمہارے دانتوں کو چوم رہی ہیں ان کو چھوٹا اور سیٹ کرے گا۔ جنگلی جانوروں کی طرح تمہارے بومے ہوئے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں کو کاٹے گا۔ پھر تمہیں انگلش صابن دیں گے اور تم اپنے جسم پر پچھلے دو برس سے جمی ہوئی میل کی تھوں کو دور کرو گے۔ پھر ہمارا میک اپ کا ماہر آدمی تمہارے تن سے یہ چھتھرے اتار کر خوبصورت شلوار قمیض پہنائے گا اور شلوار قمیض کے اوپر واسٹ پہنائے گا پھر تمہارے بدن سے اٹھنے والی بدبو کو مارنے کے لئے تم پر خوشبو چھڑکے گا۔ تمہاری اجڑی ہوئی آنکھوں میں دم دار سرمہ لگا کر انہیں چمکائے گا۔ تمہارے پٹھے پرانے جوتے اتار کر تمہیں لندن کے بوٹ پہنائے گا اور پھر تمہارے سر پر ایک بہت بڑی پگڑی باندھے گا۔ پھر تم مسکرائے گا اور وہ تمہارا فوٹو اتارے گا اور وہ فوٹو ملکہ کے پاس لندن بھیج دیا جائے گا اور تمہیں دولت کی تجوریاں دے کر انگریزی نبوت چلانے کے لئے قادیان بھیج دیا جائے گا۔ تم بھی خوش --- ملکہ بھی خوش --- ہم بھی خوش --- قہقہے --- قہقہے --- قہقہے ---

کتابخانه
طبیعی



کاروبار

مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر الدین قادیان کے سکول میں پڑھتا تھا۔ ایک دن ماسٹر صاحب کو طلبہ کے کوائف اکٹھے کرنا تھے۔ لہذا انہوں نے ہر ایک طالب علم کو اپنے پاس بلا کر ان کے کوائف اکٹھے کئے۔ جب مرزا بشیر الدین کی باری آئی تو ماسٹر صاحب اور مرزا بشیر الدین کے مابین مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی۔

- ماسٹر صاحب :- آپ کا نام؟
 مرزا بشیر الدین :- میرا نام مرزا بشیر الدین ہے۔
 ماسٹر صاحب :- آپ کے والد کا نام؟
 مرزا بشیر الدین :- میرے والد کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔
 ماسٹر صاحب :- آپ کے گھر کا پتہ؟
 مرزا بشیر الدین :- ہمارا گھر قادیان میں ہے۔
 ماسٹر صاحب :- آپ کے والد کیا کام کرتے ہیں؟
 مرزا بشیر الدین :- بچپن کی سادگی میں کہتا ہے ”نبوت کا کاروبار کرتے ہیں“

محبت

ایک دفعہ کسی گاؤں کے چوپال پر ایک قادیانی اور ایک سکھ کی ملاقات ہو گئی۔ تھوڑی دیر کی ملاقات ہی میں دونوں بے تکلف ہو گئے۔ قادیانی سکھ سے کہنے لگا کہ میرے پاس ایک فن ہے جس کے ذریعے میں یہ بتا سکتا ہوں کہ تمہارے دل میں کیا ہے؟ سکھ جوش میں بولا تم نہیں بتا سکتے۔ تکرار بڑھی اور دونوں میں سو سو روپے کی شرط لگ گئی۔ سکھ = بتاؤ اس وقت میرے دل میں کیا ہے؟

قادیانی = اس وقت تمہارے دل میں تمہارے گرو کی محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ سکھ کو مجبوراً ”ہاں میں جواب دینا پڑا اور اس نے دانت پیستے ہوئے سو روپے قادیانی کو دے دیئے۔ چند دنوں کے بعد اسی چوپال پر دونوں کی دوبارہ ملاقات ہو گئی۔ سکھ بدلہ لینے کے لئے تیار ہو کر آیا تھا۔ اس نے مرزائی سے کہا کہ میں نے بھی وہ فن جان لیا ہے جس کے ذریعے میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ اس وقت تمہارے دل میں کیا ہے؟ قادیانی کہنے لگا

تم جیسا کوڑھ دماغ نہیں بنا سکتا۔ لہذا دونوں میں پھر سو سو روپے کی شرط لگ گئی۔

قادیانی = بتاؤ اس وقت میرے دل میں کیا ہے؟

سکھ = اس وقت تمہارے دل میں تمہارے نبی مرزا قادیانی کی محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

قادیانی = ”مرزے پر لعنت بے شمار“ نکال سو روپیہ۔ سکھ ہار چکا تھا اس لئے اسے قادیانی کو سو روپیہ دینا پڑا۔ مرزائی سو کا نوٹ جیب میں ڈالے دانت نکال رہا تھا اور سارے لوگ اپنے دانتوں میں انگلیاں لئے اس کی بے غیرتی پر تصویر حیرت بنے بیٹھے تھے۔

امتحان

ایک شریر قادیانی بچہ سکول میں فیل ہو گیا۔ گھر پہنچا تو باپ نے جوتوں سے تواضع کرنا شروع کر دی۔ باپ جوتوں کی بارش برسا رہا تھا اور ساتھ ساتھ چلاتا ہوا کہنہ رہا تھا کہ ہمیشہ باادب محنتی اور ذہین بچے ہر امتحان میں پاس ہوا کرتے ہیں اور بے ادب، نالائق، کند ذہن، خبیث اور الو کے پٹھے فیل ہوتے ہیں۔ بچہ جوتوں کی بوچھاڑ میں سے سر نکال کر بولا ”ابا جی ہمارے حضرت مرزا قادیانی بھی تو مختاری کے امتحان میں فیل ہوئے تھے“

بچے کا جواب باپ کے جگر میں تیر بن کے لگا اور وہ چونک اٹھا۔ جوتی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور بچے کے منہ سے ہنسی چھوٹ گئی۔

نوٹ :- مرزا قادیانی اور اس کے ہندو دوست لالہ محمم سین نے اکٹھے مختاری کا امتحان دیا۔ لالہ جی تو پاس ہو گئے لیکن مرزا جی فیل ہو گئے۔

مرزا صاحبان

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اپنے زوروں پر تھی۔ شیخوپورہ میں ایک جلوس سڑک پر سے گزر رہا تھا کہ چند نوجوانوں کی نظر مخالف سمت سے آتے ہوئے ایک مرزائی پر پڑی۔ نوجوان چھتے کی پھرتی سے اس کی طرف لپکے اور اسے زبوح لیا۔ مرزائی نے کہا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور ثبوت کے طور اس نے مرزا قادیانی کو دھڑا دھڑا گالیاں دینا شروع کر دیں۔ پنجابی اور اردو میں جتنی کالیاں یاد تھیں، زبان سے اگل دیں۔ نوجوان اس کی باتوں میں آگئے اور اسے پیسوز دیا۔ رات کو مرزائیوں نے اس مرزائی کو اس لے مکان پر

جا پکڑا اور پوچھا کہ تم نے مرزا صاحب کو گالیاں کیوں دیں؟ میں نے اپنے مرزا صاحب کو تو گالیاں نہیں دی تھیں۔ میں نے مرزا صاحبان والے کو گالیاں دی تھیں۔ مرزائی اس کی نزائی منطق سے حیران تھے کہ ادھر سے بھی بچ گیا اور ہم سے بھی بچ گیا۔

شہر

’فاتح قادیان مولانا محمد حیات اور ایک مرزائی مناظر کے مابین مناظرہ ہو رہا تھا۔ مولانا بڑی مہارت سے دلائل کا جال بناتے اور مرزائی مناظر کو جکڑ لیتے۔ مرزائی پٹیاں کھا کھا کر حواس باختہ ہو گیا اور مولانا سے کہنے لگا کہ آپ کس شہر کے رہنے والے ہیں؟ مولانا نے اپنے شہر کا نام بتایا جس کے جواب میں مرزائی مناظر غصہ سے پھنکارتا ہوا کہنے لگا، میں تو آپ کے شہر پر پیشاب بھی نہیں کرتا۔ جواباً ”مولانا نے بڑے پرسکون اور میٹھے لہجے میں کہا ”بھئی ہم تو بہت عرصہ قادیان میں رہے مگر ہم نے تو کبھی پیشاب رو کا ہی نہیں تھا“

ہندو اور مرزائی

ایک حلوائی کی دوکان پر ایک ہندو اور مرزائی بیٹھے تھے۔ ایک مرزائی مبلغ بھی ان کے پاس آکر بیٹھ گیا اور مرزائیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ مرزائی مبلغ بڑے زور و شور سے مرزائیت کے حق میں دلائل دیتا رہا اور ہندو ہنستا رہا۔ ہندو کے مسلسل ہنسنے پر مرزائی مبلغ نے یہ سمجھا کہ شکار پھنس گیا ہے۔ مرزائی مبلغ کہنے لگا ”بھائی تمہارے مسلسل ہنسنے سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ تم نے مرزائیت کی سچائی کو قبول کر لیا ہے اگر قبول کر لیا ہے تو پھر دیر کیسی؟ جلدی سے مرزا صاحب کو نبی تسلیم کر لو۔ ہندو کہنے لگا میں تمہاری ایک دلیل کو بھی نہیں مانتا۔ مرزائی مبلغ غصے سے کہنے لگا اگر نہیں مانتا تو پھر ہنس کیوں رہا تھا؟ ہندو کہنے لگا ہنسی تو مجھے اس بات پر آ رہی تھی کہ ہم نے تو آج تک سچے نبی کو نہیں مانا اور تم جھوٹے کو منوا رہے ہو۔

ہڑتال

مرزا قادیانی داہنی آنکھ سے کاٹا تھا۔ ایک دن وہ ایک بازار میں سے گزر رہا تھا۔

واہنی آنکھ تقریباً بند ہونے کی وجہ سے اس نے سمجھا کہ دائیں طرف کی ساری دوکانیں بند ہیں۔ جب سودا سلف خرید کر اس بازار سے واپس آ رہا تھا تو پھر اسے اپنے بائیں طرف کی ساری دوکانیں بند نظر آئیں یہ منظر دیکھ کر وہ اپنے مرتد ساتھیوں سے کہنے لگا کہ یہ بازار بھی عجیب بازار ہے پہلے اس طرف ہڑتال تھی اب اس طرف ہڑتال ہے۔

پکا مرزائی

سرزمین ننگانہ صاحب ختم نبوت کے شیروں کی کچھار ہے۔ ننگانہ کے غیور و جسور مسلمانوں نے قادیانیوں کی جو درگت بنائی ہے وہ تحفظ ختم نبوت کا ایک درخشاں باب ہے۔ ننگانہ کے کچھ قادیانیوں نے شعائر اسلام کو استعمال کیا۔ مسلمانوں نے فوراً پولیس سے رابطہ کیا اور قادیانیوں کو جیل کی ہوا کھانا پڑی۔ پندرہ دن جیل میں رہے۔ جہاں موٹے موٹے مچھروں نے میزبانی کا خوب حق ادا کیا پھر ضمانتیں ہو گئیں۔ ان قادیانیوں میں ایک بوڑھا شخص بھی تھا۔ ایک بڑھاپا اوپر سے مقدمات کا سیپا کہ پتہ نہیں پھر کب گرفتار کر لیا جاؤں۔ وہ انہیں سوچوں میں گم اجڑا اجڑا رہنے لگا۔ ایک صبح بیدار ہوا اور رفع حاجت کے لئے لیٹرین میں گیا۔ لیکن کافی دیر باہر نہ آیا۔ گھر والوں کو تشویش ہوئی۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ دروازہ زور زور سے کھٹکھٹایا گیا۔ لیکن اندر سے پھر وہی سکوت! آخر دروازہ توڑا گیا تو دیکھا کہ موصوف ننگ دھڑنگ غلاظت پر پڑے ہیں اور روح پرواز کر چکی ہے۔ قادیانیوں نے پانی کی بالٹیاں گرا کر اسے دھویا۔ وہ شرم کے مارے راتوں رات اسے ربوہ لے جانا چاہتے تھے لیکن یہ خبر پورے شہر میں پھیل گئی۔ لوگ ایک دوسرے کو مبارک بادیں دینے لگے۔ سارا شہر کہہ رہا تھا کہ دیکھو کیسا پکا مرزائی ہے کہ عین اپنے نبی کی موت کے مطابق مرا اور زندگی کا آخری سانس وہیں لینا پسند کیا جہاں اس کے نبی نے لیا تھا۔

منہجن

ننگانہ صاحب میں قادیانیوں کی طرف سے شعائر اسلام کی توہین کرنے کے جرم میں مسلمانوں نے علاقہ پولیس کو درخواست دی۔ پولیس نے پرچہ میں نامزد سارے قادیانی گرفتار کر لئے۔ لیکن ایک قادیانی ڈاکٹر عبدالغفور پولیس کو گھر پر نہیں ملتا تھا ایک رات

اڑھائی بجے تھانیدار صاحب خود ڈاکٹر عبدالغفور کے گھر گئے۔ دروازہ کھٹکنا یا تو اندر سے ایک آدمی باہر آیا۔

”ڈاکٹر عبدالغفور کہاں ہے؟“ تھانیدار نے پوچھا۔

”میں ہی ڈاکٹر عبدالغفور ہوں“ باہر آنے والے شخص نے جواب دیا۔

ڈاکٹر صاحب آپ کے خلاف درخواست آئی ہے اور آپ کو میرے ساتھ تھانے چلنا ہے۔“

”میں کپڑے بدل لوں ابھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔“

قادیانی ڈاکٹر اور تھانیدار دونوں جیب میں سوار ہو کر تھانے پہنچ گئے۔ تھانیدار نے ڈاکٹر عبدالغفور کو ایک پڑھا لکھا شخص اور علاقے کا ڈاکٹر سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا۔ تھانے میں اس کو کرسی پر بٹھایا جبکہ بقیہ قادیانیوں کو زمین پر بٹھایا گیا تھا۔ تھانے دار اور ڈاکٹر عبدالغفور کرسیوں پر آنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

تھانیدار:- ڈاکٹر صاحب آپ کون سے ڈاکٹر ہیں۔

ڈاکٹر:- میں دانٹوں کا ڈاکٹر ہوں۔

تھانیدار:- آپ نے تعلیم کون سے میڈیکل کالج سے حاصل کی اور آج کل کلینک کہاں کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر:- میرا کلینک تو کوئی نہیں میں ٹریوٹوں میں منجن پیتا ہوں اور لوگ مجھے پیار سے ڈاکٹر کہتے ہیں حالانکہ میں نے سکول کی شکل تک نہیں دیکھی۔ تھانے دار نے بجلی کی سرعت سے اس کے منہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کیا اور منجن ڈاکٹر قلابازیاں کھاتا ہوا چاروں شانے چت زمین پر پڑا تھا اور یوں چیخ رہا تھا کہ جیسے میلے میں منجن بیچ رہا ہو۔

پستول

مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر الدین اپنے لڑکپن کے زمانہ میں پلاسٹک کے پستول سے کھیل رہا تھا اچانک اس نے پستول سے مرزا قادیانی کا نشانہ لیا اور منہ سے ٹھاہ ٹھاہ کی آوازیں نکالنے لگا۔ مرزا قادیانی ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ بیٹا یہ تو نقلی پستول ہے اس سے کچھ نہیں ہو گا۔ آپ بھی تو نقلی نبی ہیں۔ آپ سے بھی کچھ نہیں ہو گا۔ مرزا بشیر الدین نے برجستہ ”جواب دیا۔

دندان شکن جواب

مرزا ناصر تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا پرنسپل تھا اور یہی مرزا ناصر بعد میں مرزائی نبوت کا تیسرا خلیفہ بھی بنا۔ کالج میں ایک علمی تقریب منعقد ہوئی۔ چیف جسٹس کیانی مرحوم مہمان خصوصی تھے۔ کالج کے پرنسپل مرزا ناصر نے اپنی تقریر کے دوران مہمان خصوصی کو بتایا کہ جب ہم لوگ شروع شروع میں ربوہ آئے تو یہ ایک بے آباد پتھر والا خطہ تھا اور یہاں درخت و سبزہ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ہمارے محنتی اور جفاکش لوگوں نے یہاں دس دس فٹ گہرے گڑھے کھودے اور گڑھوں میں باہر سے زرخیز مٹی ڈالی پھر ان میں پودے لگائے اور ان کی آبیاری کی لہذا آج آپ کو اس سنگھار زمین میں جو تن آور درخت نظر آ رہے ہیں یہ سب ہماری محنت شاقہ کا نتیجہ ہیں۔ جسٹس کیانی مرحوم مرزا ناصر کی تقریر کے دوران زیر لب مسکراتے رہے۔ جب ان کی تقریر کی باری آئی تو انہوں نے مرزا ناصر کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ مرزا ناصر نے اپنی جس سخت کوشش و محنت کا ذکر کیا ہے وہ واقعی قابل ستائش ہے۔ یہ تو آپ کی ایک چھوٹی سی کوشش کا ذکر ہے۔ آپ نے تو ختم نبوت کی آہنی زمین سے نبی کھڑا کر کے دکھا دیا ہے۔ ربوہ کی پتھریلی زمین سے درخت کھڑا کر دینا تو آپ کے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کا کھیل ہے۔

”تصویر کی برکت“

افریقہ میں قادیانیوں نے اپنے دجل و فریب کی تبلیغ سے ایک عیسائی کو قادیانی بنا لیا۔ اسے قادیانی ہوئے تقریباً چار سال گزر چکے تھے لیکن اس نے ابھی تک مرزا قادیانی کی تصویر نہیں دیکھی تھی۔ اتفاق کی بات کہ قادیانیوں نے اپنے ایک رسالہ کے ٹائٹل پر مرزا قادیانی کی رنگین تصویر چھاپی۔ اس نے جب مرزا قادیانی کی تصویر دیکھی تو وہ فوراً پکار اٹھا کہ انبیاء تو حسن و جمال کے پیکر ہوتے ہیں۔ ایسا بد شکل اور کرمہ صورت شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے مرزا قادیانی کی تصویر پر تھوک دیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

ہت تیرے کی

ایک دفعہ مرزا قادیانی اپنے ایک مرید کے ہاں رات ٹھہرا ہوا تھا۔ صبح سو کر اٹھا تو

مرید سے کہا کہ میری جوتی کا ایک پاؤں تو چارپائی کے پاس پڑا ہے جب کہ دوسرا پاؤں نہیں مل رہا۔ مرید بڑی پھرتی سے جوتے کی تلاش کرنے لگا۔ سارے کمرے کو چھان مارا، پھر باہر صحن اور گلی میں دیکھ کر آیا کہ شاید کوئی بلی یا کتا لے گیا ہو۔ مرید کہتا ہے کہ میں بڑی پریشانی میں مرزا جی کی جوتی کی تلاش میں مصروف تھا کہ اچانک حضرت صاحب نے مجھے آواز دی کہ جوتا مل گیا ہے۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ حضرت کہاں سے ملا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ایک پاؤں تو چارپائی کے پاس ہی پڑا تھا اور دوسرا میں رات کو پسین کر ہی سو گیا تھا۔

ہائے ملاقات

بد قسمتی سے جب سر ظفر اللہ خان پاکستان کا وزیر خارجہ تھا اور حکومت میں بڑا اثر و نفوذ رکھتا تھا۔ اس نے قادیانی مبلغین کو ایک بڑی اہم لائن دی کہ قادیانی مبلغین کی مختلف نیس وزیروں سے ملیں اور انہیں قادیانیت کی تبلیغ کریں۔ ظفر اللہ کے حکم کا اشارہ پاتے ہی قادیانی مبلغین کی نیس وزراء کے بنگلوں پر پہنچے گئیں اور انہیں قادیانیت کی دعوت دینے لگیں۔ اس وقت کے وزیر تعلیم فضل الرحمن صاحب سے قادیانی مبلغین کی بڑی دلچسپ گفتگو ہوئی۔ قادیانی مبلغین مرزا قادیانی کی شیطانی کتابوں کی پٹاری لے کر وزیر صاحب کے ہاں چلے گئے۔ کتابوں کی پٹاری زمین پر رکھ کر گفتگو شروع کرنا ہی چاہتے تھے کہ وزیر صاحب یکدم کہنے لگے آپ کی بہت بہت مہربانی، کتابیں بند می رہنے دو۔ میں آپ سے زیادہ باتیں اور بحث کرنا نہیں چاہتا۔ آپ کھڑے کھڑے میری صرف ایک بات سن لیں کہ اگر دنیا بھر کے مسلمان جو مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے، کافر ہیں تو میں بھی کافر ہوں۔ خدا کے لئے مجھے کافر ہی رہنے دو۔ میں مسلمانوں کے ساتھ کافر رہنا چاہتا ہوں۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں، مجھے کافر رہنے دیں۔ قادیانی مبلغین اس اچانک اور زبردست حملہ سے حواس باختہ ہو گئے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے، گویا

بے بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

بیٹ کا جہنم

تو جہنم سے کیوں نہیں ڈرتا؟

توند پر ہاتھ پھیر کر بولا
یہ جہنم جو یوں نہیں بھرتا

فاتح

”بھماں“ جلو موڑ ڈاک خانہ بانا پور لاہور کے قریب ایک خوبصورت گاؤں ہے۔ جس کی آبادی ہزاروں افراد پر مشتمل ہے۔ گاؤں میں قادیانیوں کے بھی چند گھرانے آباد ہیں۔ آج سے تقریباً دو سال قبل قادیانی اپنے پلید مذہب کی تبلیغ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن انہوں نے قادیانیت کے دجل و فریب سے نا آشنا سادہ لوح دیہاتیوں کو دام فریب میں پھنسانے کے لئے گاؤں کے کھلے میدان میں وی سی آر پر مرزا طاہر بھگوڑے کی تقریر دکھانے کے لئے عوام کو مدعو کیا۔ چنانچہ سادہ لوح مسلمان کافی تعداد میں اس کی تقریر سننے کے لئے میدان میں جمع ہو گئے اور مرزا طاہر بھگوڑے کی تقریر شروع ہو گئی۔

ادھر ٹی وی کی سکرین پر مرزا طاہر نمودار ہوا۔ اور ابھی چند ہی جملے ادا کئے تھے کہ فصلوں سے اڑتا ہوا ایک موٹا تازہ کیزا مرزا طاہر کی ناک پر آ بیٹھا۔ جس سے مرزا طاہر کی پہلے سے بگڑی ہوئی صورت مزید بگڑ گئی۔ پاس بیٹھے ہوئے قادیانیوں نے فوراً کپڑے سے اسے ٹی وی کی سکرین سے اڑا دیا۔ ابھی قادیانی اسے اڑا کر بیٹھے ہی تھے کہ وہ کیزا پھر رقص کرتا ہوا آیا اور مرزا طاہر کی ایک آنکھ پر آ بیٹھا جس سے وہ اپنے مرتد دادا مرزا قادیانی کی طرح کانٹا ہو گیا۔ قادیانی اس پر جھپٹے اور اسے اڑا دیا۔ چند منٹوں کے بعد وہی کیزا پھر آیا اور سکرین پر بیٹھ گیا۔ جو نبی مرزا طاہر تقریر کرنے کے لئے منہ کھولتا۔ وہ اس کے منہ میں گھسنے کی کوشش کرتا۔ قادیانی اس پر حملہ آور ہوتے لیکن وہ پھر آ جاتا اور قادیانی گرو کے چہرے پر بیٹھ کر اس کے مختلف نقشے بناتا۔ یہ مقابلہ تقریباً آدھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ اور آخر قادیانی اس مقابلے میں ہت ہت ہو گئے اور کیزے نے دنگل جیت لیا۔

کیزے کے ہاتھوں شکست کی خاک چانتے ہوئے قادیانی دانت پیتے ہوئے اپنا سامان باندھ کر جا رہے تھے اور کیزا ان کے سروں پر چکر لگاتا ہوا فاتح پہلوان کی طرح دھمال ڈال رہا تھا۔

۳۳ پاس مارک :

مجله نمبر : ۱۰۰



تاریخی امتحانی پرچہ



سوال نمبر ۱:- مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک پر مضمون لکھئے؟

- ۱- مرزا قادیانی ایک ماہر زراعت کی نظر میں۔
- ب- مرزا قادیانی ایک ماہر نفسیات کی نظر میں۔
- ج- مرزا قادیانی ایک ماہر حیوانیات کی نظر میں

۱۰

سوال نمبر ۲:- ایک کہانی لکھئے جس سے نتیجہ اخذ ہو کہ علم بڑی دولت ہے

۵

سوال نمبر ۳:- مرزا قادیانی کی موت پر اس کے بیٹے مرزا بشیر الدین کو اس کے ایک ہندو دوست نے ایک تعزیتی خط لکھا۔ اسے اپنے الفاظ میں تحریر کریں؟

۵

سوال نمبر ۴:- مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے سرکار انگریزی کی تنخواہ سے مرزا قادیانی کا گزارہ نہیں ہوتا۔ دربار فرنگی میں مرزا قادیانی نے تنخواہ کے اضافہ کے لئے جو درخواست دی اسے بطور نمونہ بیان کریں؟

۱۰

سوال نمبر ۵:- مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک کتاب پر تبصرہ کریں؟

- ۱- ست پتھر
- ب- تریاق القلوب
- ج- سرمہ چشم آریہ
- د- انجام آختم

۱۰

سوال نمبر ۶:- مندرجہ ذیل میں سے ایک خط کی تشریح کریں، شعر کا

نام بھی لکھیں؟

(الف)

نہیں منظور تھی مگر تم کو الفت
میری دلسوزیوں سے بے خبر ہو
دل اپنا اس کو دوں یا ہوش یا جاں
تو یہ مجھ کو بھی جتلیا تو ہوتا
میرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا
(ب)

سب کوئی خداوند بنا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر
کسی صورت سے وہ صورت دیکھا
بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
دلا اک بار شور و غل مچا دے

۱۰ سوال نمبر ۷ :- مرزا قادیانی کی دوسری شادی پر اس کے والدین کی طرف سے جو دعوتی کارڈ ارسال کیا گیا اسے بطور نمونہ تحریر کریں؟

۱۰ سوال نمبر ۸ :- مندرجہ ذیل محاورات کو اپنے فقرات میں استعمال کریں؟

۱۔ آنکھیں چراانا۔

۲۔ تین حرف بھیجنا۔

۳۔ جوتا چلنا۔

۴۔ فراٹے بھرنا۔

۵۔ کان کترنا۔

۵ سوال نمبر ۹ :- مندرجہ ذیل مونث کے مذکر تحریر کریں؟

پٹنی پٹی - کھسینی - بھانو - بھجے دی ماں - وکٹوریہ -

سوال نمبر ۱۰:- مندرجہ ذیل سوالات کے جواب لکھئے۔

- ۱۔ بہشتی مقبرہ میں سب سے پہلے کون سا مردہ دفن ہوا؟
 - ۲۔ سب سے پہلا مرتد بتائیے جس نے مرزا قادیانی کے ہاتھ پر بیعت کی؟
 - ۳۔ اس قادیانی خلیفہ کا نام بتائیے جس کی بیوی اس کی زندگی میں اپنے آشنا کے ساتھ فرار ہو گئی تھی؟
 - ۴۔ وہ کون سا قادیانی خلیفہ تھا جو اپنا پاخانہ خود کھاتا تھا؟
 - ۵۔ اس قادیانی خلیفہ کا نام لکھئے جسے اسلام آباد میں شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا کی تقریر کی بیعت سے دل کا دورہ پڑا اور جنم واصل ہو گیا؟
 - ۶۔ ”میں بیماری کا علاج تو کر سکتا ہوں، لیکن خدائی پکڑ کا علاج نہیں کر سکتا“ یہ الفاظ ڈاکٹر نے کس قادیانی خلیفہ کے علاج کے بارے میں کہے تھے؟
 - ۷۔ مرزا قادیانی مختاری کے امتحان میں فیل ہو گیا جبکہ اس کا ہندو دوست پاس ہو گیا۔ اس ہندو دوست کا نام بتائیں؟
 - ۸۔ مرزے کی پہلی بیوی کا نام لکھیں؟
 - ۹۔ کس قادیانی سائنس دان نے پاکستان کو لعنتی سرزمین کہا تھا؟
 - ۱۰۔ کس مسلمان حکمران کی وفات پر قادیانیوں نے حلوے کی دیکیں پکائیں اور خوشی سے بھنگڑا ڈالا؟
 - ۱۱۔ کس انگریز گورنر نے قادیانیوں کو ریوہ میں ۱۸۳۳ء - ایکڑ سات کنال ۸ مرے اراضی پر آنا آنہ فی مرلہ کے حساب سے دی تھی؟
 - ۱۲۔ پاک فضائیہ کا وہ کون سا ایئر مارشل تھا جس کے دور میں ریوہ میں مرزا ناصر کو قادیانیوں کے سلمانہ جلسہ میں ایئر فورس کے طیاروں نے سلائی دی؟
- (ب) تاریخ اور دن بتائیے؟
- ۱۔ مرزا قادیانی کس تاریخ کو درون جنم واصل ہوا؟

- ۲۔ قادیانیوں کو کس تاریخ کو کافر قرار دیا گیا؟
 ۳۔ صدارتی امتناع قادیانیت آرڈیننس کب نافذ ہوا؟

۱۵

سوال نمبر ۱۱:- مختصر جواب دیجئے۔

۵

- ۱۔ ٹیچی ٹیچی کے علاوہ مرزا قادیانی کے کوئی سے دو فرشتوں کے نام لکھیں؟
- ۲۔ مرزا قادیانی کی کوئی سی دو دماغی بیماریوں کے نام لکھیں؟
- ۳۔ مرزا قادیانی کی کوئی سی دو انگریزی وحی بتائیے؟
- ۴۔ مرزا قادیانی کون کون سے نشے کرتا تھا صرف دو کے نام بتائیے؟
- ۵۔ مرزا قادیانی، اس کا بھائی اور اس کا باپ کون کون سی بیماریوں سے مرے؟

سوال نمبر ۱۲:- خالی جگہ پر کریں

- ۱۔ مرزا قادیانی کے امتحان میں فیل ہوا۔ (ایم ایس سی - مختاری - بی کام)
- ۲۔ مرزا قادیانی کا ابا بڑے شوق سے پیا کرتا تھا۔ (سگریٹ - حقہ - گانجھا)
- ۳۔ بچپن میں مرزا قادیانی تیز دھار سرکنڈوں سے کے گلے کاٹا کرتا تھا۔ (الو - چڑیا - کبوتر)
- ۴۔ رات کی تنہائی میں مرزا قادیانی کی ٹانگیں دبائے والی عورت کا نام تھا (جانو - بھانو - رانو)
- ۵۔ مرزا قادیانی پنشن کی رقم کا مبلغ روپیہ لیکر گھر سے بھاگ گیا تھا۔ (۱۵۰ - ۱۰۰۰ - ۷۰۰)
- ۶۔ مرزا قادیانی سیالکوٹ کی پکھری میں بطور ملازم تھا۔ (نشی - افسر خزانہ - مجسٹریٹ)

- ۷۔ مرزا طاہر، مرزا ناصر کا..... ہے۔ (ہم زلف - بھائی - برادر
نسبتی)
- ۸۔ مرزا قادیانی کو بچپن میں..... کہتے تھے۔ (پھپھوندی - کو۔
دسوندی)
- ۹۔ مرزا طاہر کو گھر میں..... کہتے ہیں۔ (تبرڑ - تاری - بلہر) اور
اس کی بیوی کو..... کہتے تھے۔ (ماچھی - آچھی - کاچھی)
- ۱۰۔ مرزا قادیانی کی لاش لاہور سے قادیان بذریعہ..... پہنچائی گئی۔
(ٹریکٹر - ٹرالی - مال گاڑی - رھڑہ)

سوال نمبر ۱۰۔ مرزا قادیانی ایک ماہر زراعت کی نظر میں

مرزا قادیانی انگلستان کی بنیری سے تیار کردہ ایک زقوم کا درخت تھا۔ جسے یہود و نصاریٰ نے اپنی سنگینوں کی باڑ لگا کر پالا تھا اور اس کی جڑوں کو اسلام دشمنی کا اتنا زہریلا پانی دیا تھا کہ جو بھی اس کے زہریلے سائے تلے سے گزرا، ارتداد کی بادِ سموم سے بھسم ہو گیا۔ مرزا قادیانی ایک ایسا شخص تھا جس کے ذہن کی زمین بنجر اور دل کی زمین پتھریلی تھی یعنی اس کے دل و دماغ کی زمین پر نیکی کی گھاس تک بھی نہ اگ سکتی تھی۔ اس کا کردار کپکپھیرے کی طرح بے وقعت اور گفتار کالے بیگن کی طرح بے قیمت تھا۔ وہ خربوزے جتنا منہ کھول کر تربوز جتنے بڑے جھوٹ بولتا اور اس کام میں اسے اسبغول کے دانے جتنی بھی شرم نہ آتی۔ اس کا ناک چھ دانوں والی مونگ پھلی جتنا لمبا اور سنگھاڑے جتنا موٹا تھا۔ اس کی آنکھیں اس طرح تھیں جیسے دو چھوٹے بڑے طاقوں میں دو چھوٹے بڑے جامن پڑے ہوں۔ اس کا سر بند گوبھی کی طرح اور سر کے لمبے لمبے بال یوں الجھے رہتے جیسے سر پہ بال نہیں بلکہ دھنیا اگا ہوا ہے اور جب وہ سر پہ مندی لگاتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے کسی نے سر پہ کپکے ہوئے ساگ کی ہڈیا دے ماری ہو۔ کھریوں گناہ کرنے سے اس کا دل ملوک کی طرح سیاہ ہو گیا تھا۔ مسلسل شراب نوشی سے اس کے پیچھے کرم زدہ پالک بن گئے تھے۔ کفریہ عقائد سوچ سوچ کر اس کا دماغ گوبر اور پیشاب کا گارا بن گیا تھا۔ وہ ساری زندگی جھوٹ کے بھگت والے پکڑے تلتا رہا اور لوگوں کو کھلا کھلا کر انہیں مدھوش کر کے ان کے ایمانوں اور جیبوں کی صفائی کرتا رہا۔ وہ اپنے مریدوں کا مال اس طرح کھاتا جس طرح گیڈر کھیتوں میں خربوزے کھاتا ہے۔ وہ انگریزوں کے لئے آلو میٹھی اور مسلمانوں کے لئے ہری مرچ تھا۔ وہ کفر کے لئے گاجر کی طرح میٹھا اور اسلام کے لئے نیم چڑھے کریلے کی طرح کڑوا تھا۔ وہ جامنی رنگ کے سوٹ پر جب سبز رنگ کی پگڑی باندھتا تو دور سے آتا ہوا یوں لگتا جیسے بیگن چلا آ رہا ہو۔ جب سفید دھوتی پر سیاہ اپکن پن کر ایک کھلی اور ایک نیم بند آنکھ کے ساتھ کسی کھیت میں کھڑا ہوتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے پرندوں کو ڈرانے کے لئے ڈھانچہ کھڑا کر رکھا ہے۔ کپکے راستے پر جب صبح کی لمبی

سیر کرنے کے بعد مٹی سے اٹے کپڑوں سے گھراہیں آتا تو محلے دار سمجھتے کہ موغی جھاڑ کر آ رہا ہے۔ اسے ایک دن میں سو دفعہ پیشاب آتا تھا گویا وہ ایک ہفتے میں ایک ایکڑ زمین سیراب کر سکتا تھا۔ جب وہ نہاتا تو اتنی بدبو اٹھتی کہ گویا بھینسوں کے ہاڑے کو دھویا جا رہا ہے۔ وہ مناظرے کے لئے گنے کے برابر قد بنا کر حریف کو للکارتا، لیکن جب حریف سامنے آتا تو شکر قدی کی طرح زمین میں چھپ جاتا۔ وہ محمدی بیگم کے حصول کے لئے ہزاروں منٹ زمرگس کی طرح روتا رہا، لیکن طاقتور حریف مرزا سلطان نے ”دیدوں“ کی روشنی نوچ لی اور دل کے خود ساختہ چمن پر ہلدیہ کے بلڈوزر چلا دیئے۔ متعدد بیماریوں کے تابذ توڑ حملوں سے اس کا رنگ شلجم کی طرح زرد اور وجود بھنڈی توری کی طرح ہلکا پھلکا ہو گیا تھا اور پھر محمدی بیگم کے عشق نے تو اسے موگرے کی طرح سارٹ کر دیا تھا اور موت کے بعد تو اس کے منہ سے دسی کھلو کھل رہی تھی اور اس کا پورا جسم گدھوں کو دعوت طعام دے رہا تھا۔

سوال نمبر ۲:- کہانی

مرزا قادیانی اکثر کہا کرتا تھا کہ جو قادیان نہیں آتا مجھے اس کے ایمان کی فکر رہتی ہے۔ اس بد بخت کا فکر دور کرنے کے لئے بد بخت قادیانی بمعہ اہل و عیال قادیان جاتے رہتے تھے اور مرزا قادیانی ان کی جیبیں صاف کرتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ گرمیوں کی چھیون میں بہت سے قادیانی خاندان قادیان پہنچے ہوئے تھے۔ ایک دن مرزا قادیانی نے قادیان میں بیٹھے ہوئے اپنے مریدوں سے کہا کہ آج شام میں تمہارے بچوں سے کچھ علمی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ تم لوگ آج شام ۴ بجے اپنے بچے لے کر عبادت خانہ میں اکٹھے ہو جانا۔ شام کے ۴ بج چکے تھے تمام بچے لائٹوں کی صورت میں بیٹھے تھے۔ مرزا قادیانی کا انتظار ہو رہا تھا۔ اچانک دروازہ کھلتا ہے اور مرزا قادیانی جوتے گھسیٹا اور انیون کے نشے میں جھومتا ہوا کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ سارے بچے احتراماً ”کڑے“ ہو جاتے ہیں۔ مرزا قادیانی پیلے پیلے دانت نکال کر ہلکا ہلکا مسکراتا ہے۔ جس سے اس کی ڈیڑھ آنکھ بھی بند ہو جاتی ہے۔ مرزا قادیانی سر کے ہلکے سے ٹھکے سے بچوں کو بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہے۔ بچے فوراً بیٹھ جاتے ہیں۔

”میں تم سے ایک سوال پوچھوں گا۔ ذرا اپنے دماغوں کو حاضر کر لو اور کانوں کی کھڑکیاں کھول لو“ مرزا قادیانی نے رعب دار آواز میں کہا۔

”شدید گرمی ہے۔ سخت جس ہے۔ مشرق کی سمت سے ایک زور دار سرخ آندھی اٹھتی ہے جس کی رفتار ایک سو بیس میل فی گھنٹہ ہے۔ اگر ایک سیر مونگ پھلی ہو تو اس میں سے ڈیڑھ پاؤ دانے نکلتے ہوں۔ تو بتاؤ میری عمر کتنی ہے۔؟“

بچے مرزا قادیانی کا سوال سن کر حیران و ششدر رہ گئے۔ کمرے میں قبرستان کی خاموشی چھا گئی۔

”جواب کیوں نہیں دیتے“ مرزا قادیانی نے پوچھا۔

بچے مرزا قادیانی کا ”آٹا بانا“ سوال سن کر حیرت سے ایک دوسرے کا منہ ٹکے لگے۔ ”بس اتنی ہی اہلیت، قابلیت ہے۔ تم میں؟“ مرزا قادیانی نے پوچھا۔ ایک چھوٹا سا بچہ ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ اجازت ہو تو میں بتاؤں۔

”ہاں ہاں ضرور بتاؤ سوال پوچھا ہی جواب کے لئے ہے۔“ مرزا قادیانی بولا، بچہ کہتا ہے۔ ”جناب! آپ کی عمر پچاس سال ہے۔“

مرزا قادیانی خوشی سے اچھل پڑتا ہے اور زور زور سے کہتا ہے۔ شاباش۔ بالکل صحیح جواب دیا، لیکن یہ بتاؤ کہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میری عمر پچاس سال ہے؟

”ہمارے محلے میں ایک لڑکا رہتا ہے وہ آدھا پاگل ہے اور اس کی عمر پچیس سال ہے، کیونکہ آپ پورے پاگل ہیں لہذا اس حساب سے آپ کی عمر پچاس سال ہے۔“

لڑکے نے انتہائی معصومیت سے جواب دیا۔

مرزا قادیانی مبسوت رہ گیا اور کمرے میں ایک دفعہ پھر قبرستان کی خاموشی چھا گئی اور اسی قبرستان میں مرزا قادیانی کی قبر بھی موجود تھی۔

نتیجہ = علم بڑی دولت ہے۔

سوال نمبر ۳۔ ڈیئر بشیر الدین بشیری عرف لال بھکڑ پٹھہ مرزا قادیانی۔

کل ایک دوست کے ذریعے یہ خبر ملی کہ آپ کے ڈیڈی اور ہمارے اکل مرزا قادیانی زندگی کی چچ پر پیسے کی تباہ کن باؤلنگ سے کلین بولڈ ہو گئے یہ خبر سن کر ہمیں

تمہارے ابا کی موت اور عقل پر شدید دکھ ہوا کہ بھی اگر مرنا ہی تھا تو کسی اچھی سی بیماری سے مرتے، ہیضہ جیسی تھوڑا کلاس بیماری کے ہاتھوں مرنے کا کیا فائدہ۔ یہ بات سن کر میرا سر شرم کے مارے جھک گیا کہ انکل لیٹرین میں مرے۔ ہائے انکل کو اتنی بڑی عمر میں لیٹرین میں مرتے شرم نہ آئی۔ ہٹانے والے نے بتایا کہ دنیا کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں اور انکل پاخانے میں لت پت پڑے مزے سے استراحت فرما رہے تھے۔ کیا زیادہ دماغ خراب ہو گیا تھا آخری وقت میں؟ میں تو داد دیتا ہوں اس غسل کو جس نے اتنے گندے انکل کو غسل دیا۔ میں تمہیں پانچ سو روپیہ بھیج رہا ہوں۔ یہ رقم اس غسل کو میری طرف سے انعام دے دینا۔ دراصل کثرت شراب نوشی، افیم خوری اور محمدی بیگم سے عشق میں ناکامی نے ان کا انجر پنجر ہلا دیا تھا اور بڑھاپے کی شلوی کے بعد تو وہ چتا میں جلتی لاش تھے۔ اگر تمہارے پاس انکل کی تجبیز و تکفین کی تصویریں یا ویڈیو فلم ہو تو مجھے ضرور بھیج دینا۔ میری طرف سے انکل کی قبر پر ایک زور دار سیلوٹ مارنا اور ہاتھ جوڑ کر نمستے کہنا۔ نہایت سریلی آواز میں چند اشلوک پڑھنا اور بھجن گانا اور پھر گاؤ ماتا کے پوتر سے قبر پہ لیپ کر دینا۔ یہ سب کچھ میرا فرض ہے کیونکہ انکل نے ہم ہندوؤں کے کرشن ہونے کا بھی دعویٰ کیا تھا۔

نقطہ

تمہارا شریک غم، تمہارا دوست

طوطا رام

درخواست

سوال نمبر ۴ :- محترمہ، مکرمہ، معظمہ، محسنہ، لطیفہ، کریمہ، عظیمہ، امینہ، قیسرہ ہندوستان ملکہ صاحبہ

ندوی دست بستہ، زالو شکستہ، پاؤں پکڑتا، ناک رگڑتا آپ کی خدمت عالیہ میں ہلکی ہلکی جنبش زبان سے گزارش و التماس کرتا ہے کہ کمر توڑ منگائی نے میری کمر توڑ اور گردن مروڑ دی ہے اور میں منگائی کے سیلاب میں ناک ناک ڈوبا غرغروں غرغروں

کر رہا ہوں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ فدوی کا دل - دماغ - آنکھیں - ہنسنے - گروے - معدہ - جگر - انتڑیاں وغیرہم خراب ہو چکے ہیں جن کی مرمت پر ہر ماہ ایک خطیر رقم خرچ ہو جاتی ہے۔ فدوی نے آپ کے حکم پر نبوت کا دعویٰ کیا تھا جس کی پاداش میں میرے منہ پر اڑوں لعنتیں پڑتی ہیں اور میرا منہ ”ٹٹے منہ“ بن چکا ہے، لیکن یہ منہ لوگوں کو دکھانا ہوتا ہے۔ لہذا منہ سے لعنتوں کے داغ دھبے اور چھائیاں دور کرنا انتہائی ضروری ہوتا ہے جس کے لئے انتہائی قیمتی میک اپ کا سامان خریدنا پڑتا ہے اسی پلو مرکی شراب کے نرخ پچیس فیصد بڑھ گئے ہیں۔ پچھلے ماہ سے افیون کی قیمتیں بھی آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔

حکیم نور الدین بھی پتی مانگتا ہے۔ رات کو ٹانگیں دبانے والی ملازمہ ”بھانو“ بھی تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کر رہی ہے۔ پچھلے مہینہ بیس عدد مرید بیعت توڑ گئے اور بیس عدد ہی طاعون کے حملہ میں بہہ گئے۔ جس سے ماہانہ آمدنی میں خاصا فرق پڑا ہے۔ دوسری شادی رچانے کے بعد میری جیبیں اجڑی اجڑی رہتی ہیں۔ نصرت جہاں بیگم کے نت نئے زیورات بنانے کے شوق اور سامان آرائش و زیبائش کی خریداری کے ذوق نے مجھے بیلے کا گنا بنا دیا ہے۔ محترمہ ملکہ معظمہ! ہر ملازم کسی ایک عہدہ پر کام کرتا ہے اور اس عہدہ پر کام کرنے کی تنخواہ وصول کرتا ہے، لیکن میں بیک وقت مجدد، مامور من اللہ، مہدی موعود، کرشن، بے سنگھ بہادر، مسیح موعود، علی نبی، بروزی نبی، نبی، رسول، خدا اور معجون مرکب کے عہدوں پر کام کر رہا ہوں، لیکن مجھے تنخواہ ایک ہی عہدے کی دی جا رہی ہے۔ مجھے آج تک کبھی اوور ٹائم نہیں ملا۔ ٹی اے۔ ڈی اے نہیں ملا۔ منگائی الاؤنس نہیں ملا۔ کنوینس الاؤنس نہیں ملا اور سالانہ انکرمنٹ نہ ہونے کے برابر ہے۔

بیاری ملکہ! لوگ آخرت حاصل کرنے کے لئے دنیا قربان کر دیتے ہیں میں نے آپ کے حکم پر دنیا حاصل کرنے کے لئے آخرت قربان کر دی، لیکن یہ دنیا بھی غربت کے قفس میں گزرے تو مجھے ایمان فروخت کرنے کا کیا فائدہ؟

میں جوتی اتار کر، کپڑے جھاڑ کر، جھولی پھیلا کر اور منہ کا کشکول بنا کر آپ کی خدمت

اقدس میں درخواست کرتا ہوں کہ میری تنخواہ میں اضافہ کیا جائے ورنہ میں دو موریہ پل سے چھلانگ لگا کر اپنی دونوں ٹانگیں توڑ لوں گا۔

(عرضے)

خاک در خاک، آپ کی جوتی کی خاک، خاکسار کرم خاکی مرزا قادیانی

سوال نمبر ۵:- تریاق القلوب پر تبصرہ

یہ رسوائے زمانہ کتاب رسوائے زمانہ شخصیت فرنگی نبی مرزا قادیانی کی تصنیف ہے۔ مصنف کی ذات کی طرح کتاب بھی انتہائی مملک اور زہریلی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مصنف نے پین میں سیاہی کی بجائے سانپ کا زہر استعمال کیا ہے مصنف نے اس کتاب میں کذب و افتراء، کفر و ارتداد اور اسلام دشمنی میں شیطنیت کی سب سے اونچی چوٹی پہ بیٹھا نظر آتا ہے اس کتاب میں مرزا قادیانی ملکہ و کٹوریہ کی قصیدہ خوانی کر رہا ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام دشمن فرنگی کو ملت اسلامیہ کا محسن قرار دے رہا ہے روح اسلام جہاد کو حرام قرار دے کر ملت اسلامیہ کو صلیب کے نیچے اکٹھا کر رہا ہے۔ اپنی غلیظ ذات کو سارے نبیوں کا وجود قرار دے رہا ہے۔ انبیائے کرام کی شان میں اپنی زہریلی زبان سے بکواس کر رہا ہے۔ اولیائے امت پر بھونک رہا ہے۔ اپنے کذاب قلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ثابت کر رہا ہے اپنی نئی نئی شادیوں کے بارے میں الہام جھاڑ رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی ہونے والی اولاد کے بارے میں مشکونیاں کر رہا ہے۔ کتاب کا کاغذ قادیانی عقائد کی طرح رف ہے جبکہ چھپائی بعض جگہ پر واضح اور بعض جگہ پر مصنف کی ایک آنکھ کی طرح بھیجی ہے۔ کتاب کا ٹائٹل مرزا قادیانی کے چہرے کی طرح زرد جبکہ جلد مرزا قادیانی کے کفر کی طرح مضبوط اور موٹی ہے۔ حسن اتفاق ہے کہ کتاب ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی جبکہ مصنف خود ۳۰۲ ہے۔ کتاب کے صفحات ۴۲۰ سے صرف ۶۰ کم ہیں یعنی ۳۶۰، کتاب کا سائز مرزا قادیانی کے بیمار منہ کے سائز کے برابر ہے۔ یعنی ۹ x ۴۔ کتاب کے ہر لفظ سے ایک آہ اٹھتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف نے کاتب کو پیسے نہیں

دیئے۔ کسی شخص نے کتاب کی تقریظ نہیں لکھی شاید ہر کوئی جوتوں اور لختوں کی بوچھاڑ سے ڈرتا تھا۔ کتاب کا نام تریاق القلوب ایسے ہی ہے کہ جیسے سات افزو کو کمرے میں بند کر کے زندہ جلا دینے والے سفاک قاتل سے عدالت کے کٹرے میں جب جج نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے تو مجرم نے جواب دیا ”رحمت الہی“ دراصل اس کتاب کا نام ”قاتل القلوب“ یا ”سارق القلوب“ ہونا چاہئے، کیونکہ یہ کتاب قلوب میں عقائد حقہ کو قتل کرتی ہے اور دلوں سے ایمان کی روشنیاں لوٹ کر کفر کے اندھیرے بھر دیتی ہے۔ یہ کتاب یهود و نصاریٰ کی خدمت میں مصنف کا بہترین تحفہ ہے۔ اسلام دشمن اس کتاب کے مطالعہ سے اسلام پر حملہ آور ہونے کے فن سیکھ سکتے ہیں۔ جھوٹ کو سچ ثابت کرنے والے شعبہ بازوں کے لئے بھی یہ کتاب ایک راہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ مصنف کو کروٹ کروٹ جہنم نصیب فرمائے اور مصنف کے دل، دماغ اور ہاتھ پر اپنا سب سے شدید عذاب نازل فرمائے تاکہ وہ دل راکھ ہو جائے۔ وہ دماغ خاکستر ہو جائے اور وہ ہاتھ بھسم ہو جائیں جو اس کتاب میں استعمال ہوئے۔ آمین ثم۔ آمین۔

سوال نمبر ۶:- یہ اشعار مرزا قادیانی کے ہیں جو اس کے بیٹے کی کتاب سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۳۳ - ۲۳۲ پر درج ہیں۔

مکان کی کھڑکی میں کھڑی کسی لڑکی پہ مرزا قادیانی کی نظر پڑ گئی ہے۔ حریص مرزا قادیانی اس پہ لٹو ہو گیا ہے اور لڑکی کو دوبارہ دیکھنے کے لئے روزانہ کئی بار اس مکان کی طرف تانک جھانک کرتا ہوا گزرتا ہے۔ لڑکی کے بھائی اس کی حرکات کو کافی دنوں سے نوٹ کر رہے ہیں۔ ایک دن مرزا قادیانی حسب معمول مکان کے سامنے سے تانک جھانک کرتے ہوئے گزرنے لگا تو لڑکی کے باپ اور بھائیوں نے پروگرام کے مطابق آدبوجا اور مرزا قادیانی پر تھپڑوں گھونسوں، ٹھنڈوں اور جوتوں کی بارش کر دی۔ لوگوں نے بیچ بچاؤ کر کے چھڑایا کہ جناب! معاف کر دو۔ مرجائے گا۔ یہ تو شکل سے ہی کوئی انہی، چر سی معلوم ہوتا ہے۔ بڑی مشکل سے مرزے کی خلاصی ہوتی ہے وہ اپنے پٹے ہوئے وجود اور تار تار لباس کے ساتھ گھر پہنچتا ہے۔ جب تک زخموں

سے بیسیں اٹھتی رہتی ہیں اس وقت تک تو مرزے کے دماغ سے عشق کا بحوت بھٹ رہتا ہے، لیکن جونہی زخم ٹھیک ہوتے ہیں عشق کا بحوت دماغ میں پھر گھس آتا ہے۔ اب مرزا قادیانی دوبارہ اس گلی میں جانے کی کوشش تو نہیں کرتا، لیکن وہ مایہ بے آب کی طرح ٹہتا ہوا کہہ رہا ہے کہ کاش کوئی سبب بن جائے اور میں کسی صورت اس صورت کو دیکھ لوں۔ خود گلی میں جاتا ہے تو جوتے نظر آتے ہیں۔ اس لئے وہ لڑکی کو کہہ رہا ہے کہ میرے جانی تو کرم فرما کے خود ہی آ جا میں تیری یاد میں سمت معلوا ہوں اور تو خود آ کر مجھے چپ کرا، لیکن اس طریقے سے بھی دیدار نہیں ہوتا۔ اب مرزا قادیانی تنگ آ کر اپنے دل کو پھر اس کی گلی میں جانے کا مشورہ دیتا ہے اور کہتا ہے اے میرے دل! تو اس کی گلی میں جا کر زور سے شور و غل مچا دے۔ میرا محبوب تنگ آ کر خود ہی باہر نکل آئے گا اور میں اسے ایک نظر دیکھ لوں گا، لیکن دل اسے غصہ میں کہتا ہے۔ بے فیرت کے بچے! شرم کر۔ حیا کر۔ ابھی چند دن پہلے تیری اتنی چھترول ہوئی ہے تجھے اب بھی شرم نہیں آتی یاد رکھ اب اگر وہاں گیا تو وہ لوگ تجھے پکڑ کر تیری ٹنڈ کریں گے، مونچھیں موڑ دیں گے، منہ کالا کریں گے، گلے میں جوتوں کے ہار ڈالیں گے، گدھے پر بٹھائیں گے اور پورے محلے میں گھمائیں گے اس لئے زبان بند کر لے، مبر کر جا، یا کسی گٹر میں ڈوب کے مر جا۔

سوال نمبر ۷۔

بلخی و نزلی ہمارے کانے اور ٹنڈے بیٹے مرزا قادیانی عرف دسوندھی ابن سمبھتی قوم مجنون مرکب کی دوسری محبت کی شادی ۵۵ سال کی عمر میں اور ۳۱ بیماریوں کی موجودگی میں ۲۰ سالہ دو شینو نصرت جہاں بیگم سے اسی ماہ کی کالی جمعرات کو ہوتا قرار پائی ہے۔ بارات دوپہر بارہ بجے ٹھیک زوال کے وقت قادیان سے دہلی روانہ ہو گی۔ احباب ٹرانسپورٹ کے لئے فکر مند نہ ہوں، کیونکہ بارات ٹیپٹی ٹیپٹی پہ جائے گی اور صرف اڑھائی منٹ میں دہلی پہنچ جائے گی۔ مرزا صاحب کے مرید جو لڈی، دھمال، خٹک ڈانس، بریک ڈانس، اور ٹھمکا لگانے میں مہارت تامہ رکھتے ہوں اپنے نام پانچ دن کے اندر اندر چیرمین بارات کمیٹی حکیم نور الدین کو پہنچا دیں۔ دیگر مریدوں کو حکم

ہے کہ وہ شریاں، پٹانے، چچڑ، چوہے، ہوائیاں وغیرہم اپنے ساتھ لے کر آئیں۔ تاکہ بارات کی رونق دو بالا ہو سکے۔ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ ولیمہ نہیں ہو گا کیونکہ مرزا صاحب کو تیسرا عشق فرماتے ہوئے تین سال ہو گئے ہیں۔ عشق کی کامیابی کی صورت میں تیسری شادی کے ساتھ دونوں دلچھے اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔

نوٹ = کسی بھی مرید سے ۱۰۰ روپے سے کم سلامی وصول نہیں کی جائے گی۔ پھولوں اور تلے والے ہار صرف اس صورت میں وصول کئے جائیں گے جبکہ ان کے ساتھ کم از کم ایک سو روپے کا نوٹ لگا ہو۔

ج س م ف	متنی شرکت
حکیم نور الدین مرتد	بیگم کھسینی عرف سٹی
مرزا بشیر الدین زندیق	مکان نمبر ۴۲۰ گلی مرداں والی
عبدالکریم ہیرا پھیری	محلہ دجالاں اسود منسی روڈ
مسٹر مٹھن لال (فرشتہ قادیانی)	نزد میلہ کذاب ہائی سکول قادیان

سوال نمبر ۸ :-

- ۱۔ آنکھیں چرا نا :- شرمندہ ہونا۔ شادی کے بعد مرزا قادیانی جب کبھی محمدی بیگم کے خلوند مرزا سلطان احمد کو دیکھتا تو آنکھیں چرا کر گزر جاتا۔
- ۲۔ تین حرف بھیجنا :- لعنت کرنا۔ دنیا بھر کے سارے مرزائیوں کو چاہئے کہ وہ مرزا طاہر سمیت ساری مرزائیت پہ تین حرف بھیج کر اسلام قبول کر لیں۔
- ۳۔ جوتا چلنا :- لڑائی ہونا۔ حکیم نور الدین مرتد کے بعد قادیانی خدمت کے حصول کے لئے بیٹے مرزا بشیر الدین اور مرزا قادیانی کے مرید خاص مولوی محمد علی لاہوری کے درمیان جوتا چل گیا۔
- ۴۔ فراٹے بھرنا :- خوب تیز چلنا۔ ٹٹی خانہ میں مرنے کے بعد مرزا قادیانی فراٹے

بھرتا ہوا جہنم کی طرف پرواز کر گیا۔

۵۔ کان کترنا :- چالاکی سے کام لینا۔ تم مرزا طاہر کو بدھو نہ سمجھو وہ تو اپنے باپ اور دادا کے بھی کان کتر جاتا ہے۔

سوال نمبر ۹ :-

ٹپھی ٹپھی	ٹپھا ٹپھا
کھسینی	کھسینا
بھانو	بھانا
بھجے دی ماں	بھجے دا بھو
وکتوریہ	وکتورہ

سوال نمبر ۱۰ :-

(الف) عبد الکریم مرتد (مرزا قادیانی کی عبادت گاہ کا امام)

۲۔ حکیم نور الدین پہلا قادیانی خلیفہ۔

۳۔ حکیم نور الدین۔

۴۔ مرزا بشیر الدین دوسرا قادیانی خلیفہ۔

۵۔ مرزا ناصر تیسرا قادیانی خلیفہ۔

۶۔ مرزا بشیر الدین۔

۷۔ لالہ محسن سین۔

۸۔ بھجے دی ماں۔

۹۔ ڈاکٹر عبدالسلام۔

۱۰۔ شاہ فیصل شہید۔

۱۱۔ سر فرانسس موڈی۔

۱۲۔ ایمر مارشل ظفر چوہدری۔

(ب) ۱۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل۔

۲۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۳ء۔

۳۔ ۲۶ اپریل ۱۹۸۳ء۔

سوال نمبر ۱۱:-

۱۔ رانی۔ مٹھن لال۔

۲۔ مراق۔ ہسٹیا۔

۳۔ I love you

I am with you

۴۔ انیون۔ شراب۔

۵۔ بیضہ۔ مرگی۔ پچپش۔

سوال نمبر ۱۲:-

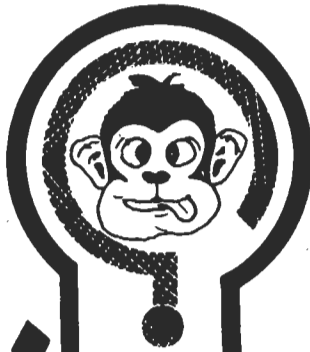
۱۔ مختاری۔ ۶۔ فشی۔

۲۔ حقہ۔ ۷۔ بھائی۔

۳۔ چڑیوں۔ ۸۔ دسوندی

۴۔ بھانو۔ ۹۔ تاری۔

۵۔ ۷۰۰۔ ۱۰۔ مال گاڑی۔



قادیانیت

اور

عقل

قادیانی جماعت کی کہانی جس سے عقل رُٹھ گئی
مرزا قادیانی کے بنجر، سنگلاخ اور پانچہ دماغ کا تذکرہ
نعم دانش کا احتجاج، بصیرت کا تم، ذہانت کا نوحہ، فراست کا گریہ

مرزا قادیانی اور عقل کی شروع سے آپس میں لڑائی رہی ہے لیکن جب مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا۔ تو قادیانیوں اور عقل میں زبردست جنگ چھڑ گئی۔ لڑائی تیز تر ہوتی گئی۔ آخر دونوں فریق فیصلے کے لئے ایک داتا کے پاس پہنچے۔ داتا نے ہر دو فریقین کے دلائل بڑے غور و توجہ سے سنے اور فیصلہ صادر فرمایا کہ آج کے بعد عقل قادیانیوں کے پاس نہیں جائے گی اور قادیانی عقل کے پاس نہیں جائیں گے۔ فریقین نے فیصلے کو بخوشی تسلیم کیا اور تاحیات اس فیصلے پر کاربند رہنے کا اعلان کرتے ہوئے اسٹام پیپر پر فیصلے کی تحریر کے نیچے اپنے اپنے دستخط کئے۔ اس کے بعد عقل قادیانی دماغوں سے پرواز کر گئی اور قادیانی دماغ سمجھ بوجھ سے بانجھ ہو گئے۔ ہماری ثقہ معلومات کے مطابق ابھی تک دونوں فریقین اپنے اپنے عہد پر قائم ہیں۔ ہم یہ بات قادیانی نبوت کا تسخیر اڑاتے ہوئے نہیں کہہ رہے بلکہ یہ بات اپنے دامن میں ہزاروں دلائل رکھتی ہے۔ اگر ہم ہر قادیانی کے عقل سے خالی دماغ کو پیش کریں تو کئی ضخیم کتابیں رقم ہو جائیں۔ جس کے ہم متحمل نہیں۔ لہذا اختصار کے قانون کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یہاں بطور نمونہ قادیانی نبی مرزا قادیانی کے دماغ کو پیش کرتے ہیں۔ ارسطو نے کہا تھا کہ اگر دریا کا پانی میٹھا ہو تو نہروں کا پانی بھی میٹھا ہوتا ہے اور اگر دریا کا پانی کڑوا ہو تو نہروں کا پانی بھی کڑوا ہوتا ہے۔ لہذا ہم نہروں اور ان سے نکلنے والی چھوٹی نہروں اور ان سے نکلنے والے نالوں اور ان سے نکلنے والی نالیوں کی بجائے، کفو ارتداد کے قادیانی دریا کا متعفن اور کالا پانی چیک کرتے ہیں۔ لیجئے قادیانی دریا (مرزا قادیانی) سے نکالے گئے چند ڈول بطور مشاہدہ و تجربہ حاضر ہیں!

آگ :- ”ایک دفعہ میرے دامن کو آگ لگ گئی تھی۔ مجھے خبر بھی نہ ہوئی اور ایک شخص نے دیکھا اور بتلایا اور آگ کو بجھا دیا۔“ (سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۳۶)

از مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی

افون کے کرشمے (ناقل)

جوتی کی دوات :- ”ایک دفعہ فرمانے لگے میرے لئے کسی نے بوٹ بھیجے ہیں۔ میری سمجھ میں اس کا دایاں پایاں نہیں آتا۔ آخر اس کو سیاہی ڈالنے کے لئے بتایا۔“ (الحکم ۳ دسمبر ۱۹۳۳ء ص ۵ کالم نمبر ۲) جس کی دوات جوتا ہو۔ اس کی تحریر کتنی پاکیزہ ہو گی؟ (ناقل)

نمک اور چینی۔ ” بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب سنانے تھے کہ جب میں بچہ ہوتا تھا۔ تو ایک دفعہ بعض بچوں نے مجھے کما کہ جاؤ گھر سے مٹھا لاؤ۔ میں گھر میں آیا اور بغیر کسی کے پوچھنے کے ایک برتن میں سے سفید بورا اپنی جیبوں میں بھر کر باہر لے گیا اور راستہ میں ایک مٹھی بھر کر منہ میں ڈال لی۔ بس پھر کیا تھا۔ میرا دم رک گیا اور بڑی تکلیف ہوئی۔ کیونکہ معلوم ہوا کہ جسے میں نے سفید بورا سمجھ کر جیبوں میں بھرا تھا وہ بورا نہ تھا بلکہ پسا ہوا نمک تھا۔“ (سیرت الہدی حصہ اول ص ۲۴۳ مولفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

ذہانت کے آثار بچپن سے ہی نمایاں ہونے شروع ہو گئے تھے! (ناقل)

انداز طعام :- ” حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کھانا کھایا کرتے تھے تو بمشکل ایک پھلکا آپ کھاتے اور جب آپ اٹھتے تو روٹی کے ٹکڑوں کا بہت سا چورہ آپ کے سامنے سے نکلتا۔ آپ کی عادت تھی کہ روٹی توڑتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے جاتے پھر کوئی ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے اور باقی ٹکڑے دسترخوان پر رکھے رہتے معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا کیوں کیا کرتے تھے مگر کئی دوست کما کرتے کہ حضرت صاحب یہ تلاش کرتے ہیں کہ روٹی کے ان ٹکڑوں میں سے کون سا تسبیح کرنے والا ہے اور کون سا نہیں“ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۱۰۵ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۳۵ء)

ہر قادیانی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نبی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے روٹی اسی طرح کھائے تاکہ مینے کا آٹا چار دنوں میں ختم ہو جائے۔ (ناقل)

جیب کی اینٹ :- ” آپ کے ایک بچے نے آپ کی واسکٹ کی جیب میں ایک بڑی اینٹ (روڑا) ڈال دی۔ آپ جب لپٹتے تو وہ چھپتی، کئی دنوں ایسا ہوتا رہا۔ ایک دن آپ ایک خادم کو کہنے لگے کہ میری طبیعت خراب ہے اور پہلی میں درد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چھپتی ہے۔ وہ حیران ہوا اور آپ کے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اس کا ہاتھ اینٹ پر جا لگا۔ جیب سے اینٹ نکال لی۔ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ چند روز ہوئے محمود نے میری جیب میں ڈالی تھی اور کما تھا کہ اسے نکالنا نہیں

میں اس سے کھیلوں گا۔“ (حضرت مسیح کے مختصر حالات لمحقہ براہین احمدیہ طبع چامہ ص ۱۳)

پاگل ای اوے۔ پاگل ای اوے (ناقل)

خوش خور کی :- ” بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ بعض بوڑھی عورتوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ بچپن میں حضرت صاحب نے اپنی والدہ سے روٹی کیساتھ کچھ کھانے کو مانگا۔ انہوں نے کوئی چیز شاید گڑ بتایا کہ یہ لے لو۔ حضرت نے کہا نہیں یہ میں نہیں لیتا۔ انہوں نے کوئی اور چیز بتائی۔ حضرت صاحب نے اس پر بھی وہی جواب دیا۔ وہ اس وقت کسی بات پر چڑی ہوئی بیٹھی تھیں۔ سختی سے کہنے لگیں۔ کہ جاؤ پھر راکھ سے روٹی کھا لو۔ حضرت صاحب روٹی پر راکھ ڈال کر بیٹھ گئے اور گھر میں ایک لطیفہ ہو گیا۔ یہ حضرت صاحب کا بالکل بچپن کا واقعہ ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ والدہ صاحبہ نے یہ واقعہ سنا کر کہا کہ جسوقت اس عورت نے مجھے یہ بات سنائی تھی۔ اسوقت حضرت صاحب بھی پاس تھے۔ مگر آپ خاموش رہے۔“ (سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۴۵ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

ہائے کاش ماں کہہ دیتی کہ جاؤ جا کر نیلے تھوٹے سے کھا لو اور مرزا قادیانی نیلا تھوٹا کھا کر ہلاک ہو جاتا تو لاکھوں لوگ مرتد ہونے سے بچ جاتے اور اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں آج مرزا قادیانی کی ہرزاسرائی بھی موجود نہ ہوتی۔

یادداشت :- ” بیان کیا مجھ سے مولوی ذوالفقار علی خان صاحب نے کہ جن دنوں میں گورداسپور میں کرم دین کا مقدمہ تھا ایک دن حضرت صاحب پکھری کی طرف تشریف لے جانے لگے اور حسب معمول پہلے دعا کے لئے اس کمرہ میں گئے جو اس غرض کے لئے پہلے مخصوص کر لیا تھا۔ میں اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ باہر انتظار میں کھڑے تھے اور مولوی صاحب کے ہاتھ میں اس وقت حضرت صاحب کی چھتری تھی۔ حضرت صاحب دعا کر کے باہر نکلے تو مولوی صاحب نے آپ کو چھتری دی۔ حضرت صاحب نے چھتری ہاتھ میں لیکر اسے دیکھا اور فرمایا کس کی چھتری ہے؟ عرض کیا گیا کہ حضور ہی کی ہے جو حضور اپنے ہاتھ میں رکھا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا میں تو سمجھا تھا کہ یہ میری نہیں ہے۔ خان صاحب کہتے ہیں کہ وہ چھتری مدت سے آپ کے ہاتھ میں رہتی تھی۔“ (سیرت المہدی حصہ اول ص ۲۴۵ مصنفہ مرزا بشیر

احقوں کی کی نہیں غالب
ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں

(ناقل)

ہنرمندی :- ”ایک دفعہ گھر میں ایک مرغی کے چونہ کے ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور اس وقت گھر میں کوئی اور اس کام کو کرنے والا نہ تھا۔ اس لئے حضرت صاحب اس چونہ کو ہاتھ میں لیکر خود ذبح کرنے لگے۔ مگر بجائے چونہ کی گردن پر چھری پھیرنے کے غلطی سے اپنی انگلی کاٹ ڈالی جس سے بہت خون گید۔“ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۴۲ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

واہ رے للو (ناقل)

خوش لباس :- ”شیخ رحمت اللہ صاحب یا دیگر احباب اچھے اچھے کپڑے کے کوٹ بنوا کر لایا کرتے تھے۔ حضور کبھی تیل سر مبارک میں لگاتے تو تیل والا ہاتھ سر مبارک اور داڑھی مبارک سے ہوتا ہوا بعض اوقات سینہ تک چلا جاتا۔ جس سے قیمتی کوٹ پر دھبے پڑ جاتے۔ (اخبار الحکم قادیان جلد ۳۸ نمبر ۶ مورخہ ۲ فروری ۱۹۳۵ء)
قادیانیو! سچ بتاؤ اگر تمہارا بچہ اس طرح سر کو تیل لگا کر اپنے کپڑے برباد کر لے تو کیا تم اسے لعن طعن نہیں کرو گے؟ اگر بچے کو لعن طعن کرو گے تو انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ مرزا پر بھی لعنت بھیج دو۔

فصاحت :- ”حضرت مسیح موعود کو زبان میں کسی قدر لکنت تھی اور آپ پر نالے کو پنالہ فرمایا کرتے تھے“ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۲۵ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)
کیا بات ہے۔ قادیانی نبوت کی فصاحت و بلاغت کی؟ (ناقل)

گھڑی اور وقت :- ”بیان کیا مجھ سے عبد اللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت صاحب کو ایک جیبی گھڑی تحفہ دی۔ حضرت صاحب اس کو رومال میں باندھ کر جیب میں رکھتے تھے۔ زنجیر نہیں لگاتے تھے اور جب وقت دیکھنا ہوتا تھا تو گھڑی نکال کر ایک کے ہند سے یعنی عدد سے گن کر پتہ لگاتے تھے اور انگلی رکھ رکھ کر ہندسہ گنتے تھے اور منہ سے بھی گنتے جاتے تھے۔“ (سیرت المہدی حصہ

اول ص ۱۲۲ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی

پانچویں جماعت کا بچہ گھڑی پر ایک نظر ڈالتے ہی وقت معلوم کر لیتا ہے لیکن انگریزی نبی کی علییت اور ذہانت دیکھنے کے پہلے چھوٹی سوئی کے لئے ہند سے گنتا ہے اور پھر بڑی سوئی کے لئے۔ پھر کہیں جا کر اسے وقت معلوم ہوتا ہے۔ (ناقل)

عقل کا نوحہ :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جسمانی عادات میں ایسے سادہ تھے کہ بعض دفعہ جب حضور جراب پہنتے تھے تو بے توجہی کے عالم میں اس کی ایڑی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں بلکہ اوپر کی طرف ہو جاتی تھی اور ہاربا ایک کالج کا مٹن دوسرے کالج میں لگا ہوا ہوتا تھا اور بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لئے گرگاہی ہدیتہ "لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے اور بایاں دائیں میں۔ چنانچہ اسی تکلیف کی وجہ سے آپ دسی جوتی پہنتے تھے۔ اس طرح کھانا کھانے کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو اس وقت پتہ لگتا ہے کہ کیا کھا رہے ہیں کہ جب کھاتے کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آ جاتا ہے۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۵۸ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

تم عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے
مجھوں نظر آتی ہے لیٹا نظر آتا ہے

(ناقل)

حاضر دماغی :- "بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ سیر کو جاتے ہوئے آپ کسی خادم کا ذکر غائب کے صیغہ میں فرماتے تھے حالانکہ وہ آپ کے ساتھ ساتھ جا رہا ہوتا تھا اور پھر کسی کے جتانے پر آپ کو پتہ چلتا تھا کہ وہ شخص آپ کے ساتھ ہے۔" (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۷۷ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

"ہت تیرے کی" (ناقل)

گڑ اور وٹوانیاں :- "آپ کو (یعنی مرزا قادیانی) کو شیرینی سے بہت پیار ہے اور مرض بول بھی آپ کو عرصہ سے لگی ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے

تھے۔“ (مرزا قادیانی کے حالات زندگی مرتبہ معراج الدین عمر قادیانی تہہ براہین احمدیہ جلد اول ص ۶۷)

یہ بات ضرب المثل کی طرح مشہور ہے کہ مرزا قادیانی گڑ سے استنجا کر لیتا تھا اور وٹوانیاں منہ میں ڈال لیتا تھا۔ یہ عمل کا ماتم نہیں تو اور کیا ہے؟ (ناقل)

فیشن :- صدری گھر میں اکثر پنہ رچے مکر کوٹ عموماً باہر جاتے وقت ہی پنہتے اور سردی کی زیادتی کے دنوں میں اوپر تلے دو دو کوٹ بھی پنہا کرتے۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۳۷ مصنفہ مرزا بشیر الدین قادیانی)

”در طے منہ“ (ناقل)

پابندی وقت :- ”گھڑی بھی آپ ضرور اپنے پاس رکھا کرتے مگر اسکے چابی دینے میں چونکہ اکثر ناخوش ہو جاتے۔ اس لئے اکثر وقت غلط ہی ہوتا تھا اور چونکہ گھڑی جیب میں سے اکثر نکل پڑتی اس لئے آپ اسے بھی رومال میں باندھ لیا کرتے۔“ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۳۷ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

جس پہلو سے بھی دیکھو بے مثال ہے (ناقل)

ننگا پاؤں :- ”ایک مرتبہ مرزا صاحب اور سید محمد علی شاہ تلاش روزگار کے خیال سے قادیان سے چلے۔ کلا نور کے قریب ایک ٹالے سے گزرتے ہوئے مرزا صاحب کی جوتی کا ایک پاؤں نکل گیا۔ مگر اس وقت تک انہیں معلوم نہ ہوا جب تک وہاں سے بہت دور جا کر یاد نہیں کرایا گیا۔“ (حیات النبی جلد اول ص ۵۸ مولفہ یعقوب علی قادیانی)

معلوم ہوتا ہے کہ انیم کی کچھ زیادہ ہی مقدار کھالی ہو گئی (ناقل)

بٹن اور کلچ :- ”بارہا دیکھا گیا کہ بٹن اپنا کالج چھوڑ کر دوسرے ہی میں لگے ہوئے ہوتے تھے۔ بلکہ صدری کے بٹن کوٹ کے کاجوں میں لگائے ہوئے دیکھے گئے۔“ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۳۶ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

پنہ اپنی اپنی، نصیب اپنا اپنا (ناقل)

انوکھا انداز :- ”بعض دفعہ دیکھا گیا کہ آپ صرف روکی روٹی کا نوالہ منہ میں ڈال

لیا کرتے تھے اور پھر انگلی کا سرا شور بے میں تر کر کے زبان سے چھو دیا کرتے تاکہ
لقہ نمکین ہو جاوے۔“ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۳۱ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)
تالیاں (ناقل)

کیا کھایا؟ :- ”بارہا آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو کھانا کھا کر یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ
کیا پکا تھا۔ اور ہم نے کیا کھایا۔“
(سیرت المہدی حصہ دوم ص ۳۱ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)
”رب رے تو مت کہے“ (ناقل)

جراہیں :- ”چنانچہ پچھلی عمر میں بارہ مہینے گرم کپڑے پہنا کرتے تھے۔ خاکسار عرض
کرتا ہے کہ حضرت صاحب ہالعموم گرمی میں بھی جراب پہنے رکھتے تھے۔“ (سیرت
المہدی حصہ دوم ص ۶۶ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)
اور نہاتے تو سارا سال ہی نہیں ہوں گے اور کتنی بدلو آتی ہو گی۔ اف (ناقل)

چاہیاں :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کے پاجاموں میں میں نے اکثر ریشمی ازار بند پڑا ہوا دیکھا ہے اور آزار بند
میں سنجیوں کا کچھا بندھا ہوتا تھا۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۴۰ مصنفہ مرزا بشیر احمد
قادیانی)

قادیانی کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا قادیانی پہلے سوتی ٹالے استعمال کرتا
تھا۔ لیکن جب ایک دن میں سو سو دھ پیشاب آنے لگا تو بعض اوقات سوتی ٹالے کی
گرہ کھولتے کھولتے پیشاب کپڑوں میں نکل جاتا تھا۔ اس کی وجہ سے مرزا قادیانی نے
پھر ریشمی آزار بند شروع کیا۔ تاکہ کھولنے میں آسانی رہے۔ پھر زیادہ سہولت کے لئے
غرارہ استعمال کرنا شروع کیا۔ مرزا قادیانی جب چاہیوں کا کچھا ازار بند کے ساتھ باندھ
کر چلتا ہو گا تو چاہیوں کے چمن چمن کے میوزک سے قادیانی مخلوق کو پتہ چل جاتا ہو
گا کہ ہمارا گرو گشتال آ رہا ہے۔ ویسے اگر مرزا قادیانی جیسا مخلوط الحواس کہیں گم ہو
جاتا ہو گا تو قادیانیوں کے صوفیوں نے میں بڑی آسانی ہوتی ہو گی۔ (ناقل)

لہامت :- ”ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کسی وجہ
سے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نماز نہ پڑھا سکے۔ حضرت علیہ السلام لعل بھی

موجود نہ تھے تو حضرت صاحب نے حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کو نماز پڑھانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور تو جانتے ہیں کہ مجھے یواسیر کا مرض ہے اور ہر وقت ریح خارج ہوتی رہتی ہے۔ میں نماز کس طرح سے پڑھاؤں۔ حضور نے فرمایا۔ حکیم صاحب آپ کی اپنی نماز باوجود اس تکلیف کے ہو جاتی ہے یا نہیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں حضور۔ فرمایا پھر ہماری بھی ہو جائے گی آپ پڑھائیے۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ص ۳۳۳ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

سنا ہے آج کل مرزا طاہر بھی ایسا ہی امام ہے (ناقل)

گم گم :- ”قاضی محمد یوسف صاحب پشاور نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت احمد علیہ السلام جب مقدمہ گورداسپور کے ایام میں عدالت کے انتظار میں لب سڑک گورداسپور میں گھنٹوں تشریف فرما رہتے تو بسا اوقات لوگ خیال کرتے کہ آپ ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ مگر آپ کسی اور خیال میں متفرق ہوتے تھے اور بعض اوقات مجلس میں بیٹھے ہوئے بھی مجلس سے جدا ہوتے تھے“ (سیرت المہدی حصہ سوم ص ۲۵۳ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

پلٹ تیرا دھیان کدھر ہے (ناقل)

بھاگ گیا :- ”ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مسجد مبارک میں نماز ظہر یا عصر شروع ہو چکی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام درمیان میں سے نماز توڑ کر کھڑکی کے راستہ گھر میں تشریف لے گئے اور پھر وضو کر کے نماز میں آئے اور جو حصہ نماز کا رہ گیا تھا وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد پورا کیا۔ یہ معلوم نہیں کہ حضور بھول کر بے وضو آ گئے تھے یا رفع حاجت کے لئے گئے تھے۔“ (سیرت المہدی حصہ سوم ص ۳۶۷ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

میرے خیال میں یا تو کپڑوں میں پیشاب نکل گیا ہو گا یا مرزا قادیانی نے سمجھا ہو گا کہ ڈاکٹر کسی مرید کا منی آرڈر لے کر آیا ہے (ناقل)

تلاشی اور گد گدیاں :- ”خاکسار عرض کرتا ہے کہ قاضی یار محمد صاحب بہت غلط آدمی تھے مگر ان کے دماغ میں کچھ خلل تھا جس کی وجہ سے ایک زمانہ میں ان کا یہ طریق ہو گیا تھا کہ حضرت صاحب کے جسم کو ٹٹولنے لگ جاتے تھے اور تکلیف اور

دیہ پٹی اتار دو۔ حق کی آواز نہ سننے کے لئے کانوں میں ٹھوسی ہوئی روئی نکال دو اور سروں کو ایک زور دار جھٹکا دے کر دماغوں پر لگے ہوئے کفر کے زنگ آلود تالے توڑ دو اور پھر سوچو کہ جو شخص سیدھی اور الٹی جوتی میں پہچان نہ کر سکتا ہو۔ جس کی قیض کو آگ لگی ہو اور اسے پتہ ہی نہ چلے اور لوگ آکر اس کی آگ بجھائیں۔ جو روئی پر راکھ ڈال کر کھانے کے لئے بیٹھ جائے۔ جو نیچے والے کاج کا ٹن اوپر والے کاج میں اور اوپر والے کاج کا ٹن نیچے والے کاج میں لگا کر مزگشت کر رہا ہو۔ چلتے ہوئے جس کے پاؤں سے جوتا اتر جائے اور ایک لمبی مسافت طے کر جانے کے باوجود اسے پتہ ہی نہ چلے۔ جو اپنی بیمار بیٹی کو شربت اسہال کی جگہ چنبیلی کا تیل پلا دیتا ہو اور جو غرارہ پن کر لوگوں کی محفل میں بیٹھتا ہو، جو گڑ کے ساتھ استنجا کرتا ہو اور وٹوانیاں کھاتا ہو۔ جس کے کوٹ کی جیب میں کئی دن بھاری اینٹ پڑی رہی ہو اور اسے پتہ ہی نہ چلے وغیرہم۔

قادیانہ! خدا را اب بتاؤ!

کیا مرزا قاتر العقل نہیں؟

کیا مرزا مخبوط الحواس نہیں؟

کیا مرزا کوڑھ دماغ نہیں؟

قادیانہ! نبوت عقل و دانش اور فہم و فراست کی معراج ہوتی ہے نبی اپنے وقت میں دنیا کا ذہین ترین انسان ہوتا ہے۔ اس کی ذات معصوم عن الخطا ہوتی ہے۔ زبان نبوت سے نکلنے والا ہر ہر لفظ کائنات میں علم و عرفان کی ہارش برساتا ہے۔ نبی کائنات میں کسی انسان کا شاگرد نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف اللہ کا شاگرد ہوتا ہے۔ رب ذوالجلال خود اس کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے ہیں۔ وہ ہستی جس کی تعلیم و تربیت رب کائنات خود کرے وہ کیوں نہ کائنات کے لئے مینارہ نور بنے اور تم نے اس جاہل مطلق، قاتر العقل اور مخبوط الحواس کو نبی مان لیا جو ایک شریف انسان بھی کہلانے کا مستحق نہیں اور اس کا دامن دنیا کی ہر ہر برائی سے داغدار ہے۔

قفس ارتداد کے ایسوا! عقیدہ ختم نبوت کو بانچہ اخیل نہ سمجھو، یہی وہ عقیدہ ہے جس پر تمہاری آئندہ آنے والی لامتناہی زندگی کا انحصار ہے۔ مرزا قادیانی کو نبی ماننا جرم عظیم ہے۔ جس کی سزا سدا جنم کا عذاب ہے۔

اے باغیان ختم نبوت! ہمارا کاروان زندگی بڑی تیزی سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔ لیل و نهار کی گردش بڑی سرعت سے جاری ہے۔ ہر گزرتا ہوا لمحہ ہمیں موت کے قریب کرتا چلا جا رہا ہے۔ ہر دم ہمارے اور قبر کے درمیان فاصلہ کم ہوتا جا رہا ہے اور ہر گزرتا ہوا لمحہ ہمیں صدا دے رہا ہے۔

عافل تجھے گھڑیاں یہ دیتا ہے منٹوی
گروں نے گھڑی عمر کی اک اور گھنٹوی
زندگی کی ان تیزی سے گزرتی ہوئی گھنٹیوں میں پتہ نہیں موت کی گھڑی کہاں چھپی
بیٹھی ہے اور پتہ نہیں وہ گھڑی کب بجلی کی طرح کوندتی ہوئی آئے اور ہماری زندگی کا
لشمن جلا کر خاکستر کر دے۔ اس لئے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر ختم نبوت پر ایمان لے
آؤ۔

اللہ کے قرآن کو مانتے ہوئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو مانتے ہوئے
سورج سے بھی روشن ترین حقیقت اور سچائی کو مانتے ہوئے
وحدت امت کو مضبوط و توانا کرنے کے لئے
اپنے اہل و عیال اور اپنے آپ کو جہنم کی شعلہ زن آگ سے بچانے کے لئے!!!